بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطباتِ مفکرِ اسلام

﴿حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی﴾

(جلد دوم)

جمع و ترتیب

محمد کاظم ندوی

ملنے کا پتہ

مکتبہ ایوب کاکوری۔ لکھنئو

۲۲۷۱۰۷

www.abulhasanalinadwi.org

(جملہ حقوقِ کتابت وطباعت بحق ناشر محفوظ)

بارِ اول

اپریل ۲۰۰۰ء

نام کتاب ———— خطباتِ مفکرِ اسلام دوم

کمپوٹر کمپوزنگ ———— مسرور احمد ندوی

طباعت ———— پارکیھ آفسٹ لکھنؤ

قیمت ———— Rs. 120/=

باہتمام

محمد کاظم ندوی

ملنے کے دیگر پتے

☆ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ مکتبہ حرمین مرکز والی مسجد کچہری روڈ لکھنؤ

☆ مکتبہ ندویہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ مکتبہ الفرقان نظیر آباد لکھنؤ

☆ مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ

☆ مکتبہ البدر کاکوری، لکھنؤ

☆ مکتبہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۹۲
۶۵۲۱

فہرست مضامین

مضامین	صفحات
☆حمد (اے خدا، اے خدا)	۵
☆نذرانۂ عقیدت	۷
☆آہ! استاذ مکرم غنچۂ باغِ رسولؐ	۸
☆عرض ناشر	۱۱
☆عرض مؤلف	۱۳
☆صاحبِ "خطبات پر ایک اجمالی نظر	۲۵
☆نزول قرآن کا مقصد اور حاملین قرآن کی ذمہ داریاں	۳۴
☆نبی خاتم و دینِ کامل ادیان وملل کی تاریخ میں اسکی اہمیت وخصوصیت	۵۳
☆کاروانِ ملت کا جلیل القدر مسافر	۸۷
☆اسلام ایک تغیر پذیر دنیا میں	۱۰۳

☆ دو انسانی چہرے، قرآنی مرقع میں ۱۱۷
☆ مسلم پرسنل لا کی صحیح نوعیت اور اہمیت ۱۳۹
☆ دنیا کی موجودہ کشمکش یہ نہیں کہ برائی دور ہو بلکہ
یہ کہ برائی ہماری نگرانی اور انتظام میں ہو ۱۵۷
☆ آج نبوت محمدیؐ پر الحاد اور دہریت کا حملہ ہے
کوئی شاہین ہے جو اس کے مقابلہ کی سعادت حاصل کرے ۱۷۱
☆ دنیا میں آنے والے انسان، چمن کے کانٹے یا پھول ۱۸۵
☆ ملی وحدت اور اسکے تقاضے ۲۰۹
☆ آئندہ نسلوں اور پسماندگان کے صحیح العقیدہ رہنے کی ضمانت ۲۴۳
☆ صحیح دینی تعلیم و تربیت کے انتظام کے سلسلہ میں
والدین اور سرپرستوں کی ذمہ داریاں ۲۴۹
☆ ذاتی تعلق، ذاتی محنت اور جذبۂ خدا طلبی ۲۶۳
☆ اصلاح و استفادہ سے کوئی مستغنی نہیں ۲۷۳
☆ اعلیٰ اخلاقی قدریں دل کے اندر کھوئی ہیں، انکی باہر تلاش ہے... ۲۸۹
☆ عالم اسلام کا عبوری دور ۳۰۵
☆ انسانیت کا پیغام مشرق و مغرب کے نام ۳۲۹
☆ جرمن قوم کے نام ۳۵۱

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا، اے خدا، اے خدا، اے خدا،

اے خدا! آپ ہیں خالقِ دوجہاں
مالکِ جز وکل، رازقِ انس وجاں
چاند، سورج، ستارے، زمیں، آسماں
قدرتِ کاملہ تیری سب سے عیاں
ہے سبھی کی زباں پر یہی اک صدا
اے خدا، اے خدا، اے خدا، اے خدا،

اے خدا! تجھ سے کلیوں میں رعنائیاں
اور پھولوں میں خوشبو و رنگینیاں
نور ونکہت کی دنیا میں ارزانیاں
عالمِ رنگ و بوٗ میں ہیں گلکاریاں
ان سے ظاہر ہے حکمت تری بے بہا
اے خدا، اے خدا، اے خدا، اے خدا،

اے خدا! تجھ سے ذروں میں تابندگی
چاند، سورج، ستاروں میں رخشندگی

www.abulhasanalinadwi.org

تو نے مجھ کو عطا کی اہم زندگی
تاکہ ہردم کروں میں تری بندگی
قوتِ بندگی دے مجھے تو سدا
اے خدا، اے خدا، اے خدا، اے خدا،

اے خدا! ہر نفس تیرا محتاج ہے
ہر مکاں، ہر مکیں پر ترا راج ہے
تیری ہر جا حکومت خدا آج ہے
بادشاہی کا سر پر ترے تاج ہے
سچ یہ ہے کوئی ثانی نہیں ہے ترا
اے خدا، اے خدا، اے خدا، اے خدا،

اے کریم و رحیم و حکیم جہاں
تو ازل سے ابد تک بڑا مہرباں
تیری حمد و ثناء میں کروں کیا بیاں
لائقِ حمد میری زباں ہے کہاں
مجھکو توفیقِ حمد و ثنا کر عطا
اے خدا، اے خدا، اے خدا، اے خدا،

(محمد کاظم ندوی)

www.abulhasanalinadwi.org

نعت پاک

جب کفر کی پھیلی تاریکی، جب شرک کے بادل منڈلائے
"جب ظلم و ستم حد سے گزرے، تشریف محمدؐ لے آئے"
اس ختمؐ رُسُل، دانائے سبل، پیغمبرؐ عالم نے آکر
دنیا کے سبھی انسانوں کو جینے کے سلیقے سکھلائے
اس حسنِؐ مجسم، خلقِؐ حسن، اس ہادیؐ برحق نے بڑھ کر
ظلمت میں پڑے انسانوں کو انوارِ ہدایت دکھلائے
صدیقِؓ مکرم، یارِ نبیؐ، اخلاق و محبت کے پیکر
حق بات برابر کہتے رہے، باطل سے کبھی نہ گھبرائے
فاروقِؓ معظم نے آکر جب دامنِ حضرتؐ تھام لیا
تو کفر کے سب آقاؤں نے ہر چارسو فتنے پھیلائے
عثمانِؓ غنی کہئے جن کو، وہ شرم وحیا کے پیکر ہیں
وہ جود وسخا کے مظہر ہیں، وہ صبر ورضا کہلائے
سرکارِ دوعالم کا دامن جس ذات نے تھاما بچپن میں
وہ فاتحؓ خیبر، شیرؓ خدا، دامادِ پیمبرؐ کہلائے
فاران کی چوٹی پہ چڑھ کر اس فخرؐ رُسُل نے اے کاظم
حق بینوں کو، حق کوشوں کو اسرارِ شریعت سمجھائے

(محمد کاظم ندوی)

www.abulhasanalinadwi.org

آہ! استاذِ مکرم، غنچۂ باغِ رسولؐ

بُوالحسنؒ علامہ ندوی بے مثالی تیری ذات
کیسی عالمگیر شہرت، کتنی اچھی تھیں صفات

تو خطیبِ بے بدل تھا، واعظِ شیریں بیاں
دین وایماں کا محافظ، علم ودانش کی زباں

پاسبانِ علم وحکمت، اِک مدبّر رہنما
حاملِ قرآن وسنت، شارحِ دینِ ہُدیٰ

تونے تقویٰ سے کئے حاصل مقاماتِ بلند
ڈالدی اپنی لیاقت کی ستاروں پر کمند

تجھ سے روشن تھے عقیدت کے محل، دیوارودر
بار آور تجھ سے تھے باغِ محبت کے شجر

ندوۃ العلماء کا تونے نام اونچا کردیا
اصل جو پیغام اس کا تھا اُسے پھیلادیا

اہلِ ندوہ کے لئے تیری نرالی ذات تھی
لائقِ تقلید وطاعت تیری ہر ہر بات تھی

www.abulhasanalinadwi.org

اہل دنیا کے لئے بھی ذاتِ باہر کات تھی
واسطے علم و عمل کے بے بہا سوغات تھی

تیرے اوصافِ حمیدہ کی ہے شہرت چار سُو
یعنی دنیا بھر میں ہے کوچہ بہ کوچہ کُو بہ کُو

تیری تحریروں میں اِک عالم اسیر وقید ہے
تیری تقریروں کا بھی انداز اب ناپید ہے

زُہد و اِستغنا، قناعت، سادگی، زندہ دلی
زندگی تیری عبارت ایسے عنوانوں سے تھی

قُفلِ کعبہ کا تو حامل، ذات تیری وقفِ عام
کتنے ہی ہیں اہلِ دل، اہلِ نظر، تیرے غلام

قافلہ سب کلمہ گویوں کا بھی تیرے ساتھ تھا
تیرا تحفیظِ شریعت میں مؤثر ہاتھ تھا

آہ ! استاذِ مکرم غنچۂ باغِ رسولؐ
رب کرے تجھ پر نچھاور ہر گھڑی رحمت کے پھول

تیرے جانے سے ہے کاظمؔ غمزدہ، محزُوں، ملُول
معاف کردے سب خطائیں، کر سلام اسکا قبول

(نتیجۂ فکر ـــــ محمد کاظمؔ ندوی)

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

دار القلم، ایک تصنیفی واشاعتی ادارہ ہے، جس کے قیام اور تاسیس کا مقصد ہی ہندوبیرون ہند کے مقتدر مصنفین، مؤلفین اور مترجمین کی کتابوں کی نشرواشاعت ہے۔

دار القلم، نے اب تک چھوٹی بڑی متعدد کتابیں شائع کر کے اہل علم اور مطالعہ کے شائقین کو قیمتی اور مفید وکار آمد مواد فراہم کیا ہے۔

دار القلم، کے وسائل بہت محدود ہیں، اور اسکے خدام کا مطحِ نظر بہت بلند ہے، بظاہر دونوں میں تضاد نظر آتا ہے، پھر بھی خدام ادارہ اللہ کی رحمت سے مایوس اور ناامید نہیں ہیں، وہ اس فکر میں ہیں کہ یہ ادارہ اپنے وسائل بڑھائے، اور دین حنیف کی خدمت میں بہترین رول ادا کرے۔

دار القلم، اپنے اغراض ومقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنے محسنین اور کرم فرماؤں کے حسنِ سلوک اور مدد وتعاون کا منتظر ہے۔

دار القلم، نے اس سے قبل حال ہی میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے "**خطبات**" کی نشرواشاعت کا سلسلہ

www.abulhasanalinadwi.org

شروع کیا ہے، اور اس ادارہ نے اس سلسلہ "**خطباتِ مفکرؒ اسلام**" کی جلد اول شائع کر کے عوام وخواص سے انکی پسندیدگی اور قبولیت کی سند حاصل کی ہے۔ قارئین کے قیمتی خطوط اس پر شاہد ہیں۔

دار القلم، اس وقت "**خطباتِ مفکرؒ اسلام**" جلد دوم قارئین اور علم وادب کے شائقین کی خدمت میں اس توقع پر پیش کر رہا ہے کہ احباب جلد اول کی طرح جلد دوم کا بھی خیر مقدم کریں گے، اور اپنے قیمتی مشوروں اور اپنے پر خلوص آراء سے ادارہ کے خدام کو سرفراز فرمائیں گے۔

دار القلم، "**خطباتِ مفکرؒ اسلام**" کے ساتھ ساتھ "**مقالات مفکرؒ اسلام**" بھی کئی جلدوں میں شائع کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ اسکی تیاریاں تیزی سے جاری ہیں۔

آیئے! ہم سب مل کر "دار القلم" کے اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لئے دعا کریں، اور اسکے تعاون ومدد کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں۔

"**خطباتِ مفکرؒ اسلام**" کی دوسری جلد کے متعلق اپنے قیمتی مشورے اور آراء لکھنا نہ بھولیں، یہی آپ حضرات سے درخواست وگذارش ہے، ان ہی کلمات کے ساتھ آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔ والسلام

محمد عاصم

منیجر

دار القلم ڈھاکہ، کاکوری۔ لکھنئو

۲۲؍۱۰؍۷

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف

یوں تو کبھی کبھی استاذ الاساتذہ، مخدوم مکرم، مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۱۴ء۔۱۹۹۹ء) کی خدمت میں حاضر ہونے اور ملاقات کا شرف حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوتی رہتی تھی، مگر یہ سلسلہ تقریباً چھ ماہ کے عرصہ سے کچھ اور ہی بڑھ گیا تھا، خصوصیت کے ساتھ جب "**خطبات**" کی جمع وترتیب کا میں نے حتمی فیصلہ کیا، اور خدائے وحدہ لاشریک کی جانب سے اس خدمت کی مجھے توفیق ملی؛

"**خطباتِ مفکرِ اسلام**" جلد اول کی کتابت جب مکمل ہوگئی، تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے "**پیغام**" حاصل کرنے کے لئے شعبان ۱۴۲۰ھ کے پہلے ہفتہ میں کئی مرتبہ حضرت کی خدمت عالی میں حاضر ہوا، حضرت کو جب اس کتاب کی جمع وترتیب اور اشاعت کا علم ہوا، تو بہت خوش ہوئے، اور انہوں نے ایک گراں قدر "**پیغام**" عنایت فرمایا، جو "**خطبات**" جلد اول میں شاملِ اشاعت ہے، برکت کے لئے وہ قیمتی پیغام اس جگہ نقل کرتا ہوں۔ اور اسلئے بھی کہ جن حضرات نے خطبات کی جلد اول نہیں دیکھی ہوں گی، ان کو اس "**پیغام**" سے واقفیت حاصل ہوجائے گی۔ مفکر اسلام حضرت مولانا رحمۃ اللہ

www.abulhasanalinadwi.org

علیہ نے تحریر فرمایا۔

"عزیزی مولانا محمد کاظم ندوی نے میرے خطبات کو جن کی مجھکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف موقعوں اور مختلف مقاصد سے توفیق ملی، جمع کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ میں نے اپنے خطبات اور تقریروں میں برابر ملت کی ضرورت کے تقاضوں اور اصلاح ودعوت کا لحاظ رکھنے کو پیش نظر رکھا ہے، ان تقریروں اور خطبات میں اگر افادیت تھی، تو سابق کی طرح وہ اب بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ ان کی اشاعت دعوت واصلاح کے مقصد کے لئے معاون اور مفید ہوگی۔

میں عزیزی مولانا محمد کاظم صاحب ندوی کے اس کام کو سراہتا ہوں، اور دعاء کرتا ہوں کہ یہ مفید ہو، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ آمین"

۲۳ر شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ کو "**خطباتِ مفکرِ اسلام**" جلد اول بالکل تیار ہو کر جب میرے ہاتھوں میں آئی، تو میں اسے لیکر "**رسمِ اجراء**" کے لئے استاذ گرامی حضرت مولانا محمد رابع صاحب ندوی دام مجدہ کے توسط سے مفکر اسلام حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، حضرت نے اس کتاب کی "**رسمِ اجراء**" کی خدمت انجام دے کر اس ناچیز مؤلف ومرتب کو اپنی بہت سی دعاؤں سے سرفراز فرمایا، کتاب کے تقریباً چالیس صفحات کا بنظرِ غائر معائنہ ومطالعہ فرمایا، جن میں خود حضرت کا پیغام، عرض ناشر،

www.abulhasanalinadwi.org

عرض مؤلف، اور" خطبات وصاحبِ خطبات "کے جلی عنوان کے تحت ایک تفصیلی مضمون شامل کتاب ہے۔ ان ہی صفحات میں علامہ اقبالؒ کی ایک مشہور ترین نظم "مجھے ہے حکم اذاں لاالٰہ الااللہ" اور ناچیز مرتب کی ایک "نعت بھی شامل ہے، اس نعت میں منقبت کے بھی کچھ اشعار ہیں، منقبت والے مصرعوں کو حضرت باربار پڑھتے رہے، اور محظوظ ہوتے رہے، پھر اور چیزوں کو دیکھ کر حضرت بہت خوش ہوئے، اور بہت سی باتیں فرمائیں، منجملہ ان باتوں کے یہ بھی فرمایا۔

"کاظم! تم نے بہت اچھی چیزیں منتخب کر کے اس کتاب میں شامل کردی ہیں، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کتاب کی ایک تقریر کے عنوان "محسنِ عالم" پر پڑی، تو حضرت نے برجستہ فرمایا "کیا گنگا پرشاد میموریل ہال والی تقریر ہے؟" میں نے اثبات میں جواب دیا، تو حضرتؒ مسکرانے لگے، اسکے بعد حضرتؒ نے مزید فرمایا۔

"کاظم! تم نے بہت ہی خوبصورت کتاب چھاپی ہے، بہت عمدہ کاغذ استعمال کیا ہے، کور بھی دیدہ زیب اور خوبصورت ترین لگایا ہے، اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے، اور اس کتاب کو مفید وکارآمد بنائے، اور اسکے اثرات دور تک پھیلائے، اور اس سلسلہ کی تکمیل فرمائے۔"

ان کلمات عالیہ کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی دعائیں دیں، ناچیز مؤلف ومرتب حضرت کی چارپائی کے قریب ہی بیٹھا، حضرت کی میٹھی

www.abulhasanalinadwi.org

میٹھی باتیں اور پُر اثر دعائیں سنتا رہا، آپ کی باتوں پر "ہاں"! "ہاں"! اور دعاؤں پر "آمین" "آمین" کہتا رہا۔

اخیر میں مرتب نے اس کتاب کی پانچ جلدیں حضرت اقدسؒ کی خدمت میں پیش کرنے کے بعد عرض کیا، کہ حضرت! اگر مزید جلدوں کی ضرورت ہوگی، تو انشاء اللہ خدمت میں فوراً حاضر کردی جائیں گی، اس پر حضرت نے فرمایا۔

"بس یہی کافی ہے۔ ضرورت ہوگی تو مکتبہ سے خرید لوں گا، اللہ نے مجھے اپنے فضل وکرم سے نوازا ہے، اور اس لائق بنایا ہے، تم پر بار نہ ڈالوں گا۔"

دوپہر کا وقت تھا، یہ سارے کام دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنئو کے مہمان خانہ میں انجام پارہے تھے، کیوں کہ حضرت کی اقامت گاہ وہی مہمان خانہ تھا، ظہر کی اذان ہوچکی تھی، نماز کی بھی تیاری کرنی تھی، اس لئے یہ ناچیز مرتب حضرت کی دعاؤں کی سوغات لیکر یہ عرض کرتے ہوئے حضرت کی خدمت عالی سے رخصت ہوا کہ اس کتاب کی دوسری جلد تیار ہورہی ہے، انشاء اللہ اُسے لیکر حضرت کی خدمت سامی میں حاضر ہوگا۔

مگر ــــــ اسکی نوبت ہی نہ آسکی، اور وقت کے بے رحم ہاتھوں نے درمیان ہی میں ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعہ مفکرِ اسلام حضرت اقدس مولانا سید ابوالحسن علی ندوؒی رحمۃ اللہ علیہ کو ہم سب سے چھین لیا، اور لاکھوں فرزندان اسلام کی موجودگی میں منوں مٹی کے نیچے پہنچادیا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔ ؎

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

www.abulhasanalinadwi.org

مفکر اسلام حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات تو جمعہ کی نماز سے قبل ہی تقریباً پونے بارہ بجے ہو چکی تھی، اور بہت سی جگہوں پر اسکی فوراً اطلاع ہو گئی، حتیٰ کہ جمعہ سے قبل ہی بمبئی تک اسکی خبر پہنچ گئی، اور لوگوں نے جمعہ کی نماز کے بعد حضرت کے لئے دعاؤں اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا، مگر اس ناچیز مرتب کو اسکی اطلاع اسی دن یعنی بروز جمعہ ایک دیرینہ رفیق چودھری اشہد علی صاحب کاکوری کے ذریعہ ٹیلیفون سے افطار اور مغرب کی نماز سے فراغت کے بعد ہوئی، انہوں نے بتایا کہ ابھی ابھی ذی، ٹی، وی، پر یہ خبر آئی ہے کہ مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کا انتقال ہو گیا، اور یہ بھی بتایا کہ حضرت کی تصویر بھی دکھائی گئی ہے۔ اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع سے اس ناچیز مرتب پر رنج و غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، اور ایک زبردشت شاک لگا، إنا لله وإنا اليه راجعون پڑھا اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

یہ ناچیز مرتب لکھنئو سے دور، بہت دور، بنگال کے ایک شہر "سیوری" (SURI) میں سفر کی حالت میں مقیم تھا، چونکہ حضرت کی تدفین اسی شب میں ہونی تھی، اس لئے کسی بھی طرح تجہیز و تکفین میں شرکت ممکن نہ تھا، اس مجبوری کے تحت حضرت کے لئے صرف دعا، استغفار اور ایصال ثواب پر اکتفا کرنا پڑا، رات جیسے تیسے گذری، وہاں کی مرکزی مسجد میں فجر کی نماز ادا کی، اور تمام نمازیوں کو اس حادثۂ فاجعہ کی اطلاع دی۔ حضرت کے حالات زندگی سے متعلق کچھ باتیں عرض کرنے کے بعد اجتماعی طور پر ایصال ثواب کیا، لوگ اس ناچیز کی دعاؤں پر آمین، آمین کہتے رہے۔ دعاؤں سے فراغت کے بعد کچھ احباب تفصیلات پوچھتے رہے۔ مگر اس ناچیز مرتب کو خود ہی اسوقت تک وفات حسرت آیات سے قبل کی کچھ

www.abulhasanalinadwi.org

تفصیلات کا علم نہیں تھا، اس لئے اس موضوع پر کچھ زیادہ باتیں نہ کر سکا۔ تفصیلات کا علم تو سفر سے واپسی پر ہوا۔

پھر خیال ہوا کہ اگر میں کل یا آج کاکوری، لکھنؤ میں موجود ہوتا تو حضرت کے یہاں رائے بریلی میں یہ دن گذرتا، مگر وطن سے دوری اس سے مانع تھا، اس لئے مناسب سمجھا کہ آج یعنی شنبہ کا دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے وقف کیا جائے۔ اسوقت میری نو تالیف کتاب "**خطباتِ مفکرِ اسلام**" میرے ساتھ تھی، اس کی اور کچھ اپنے حافظہ کی مدد سے حضرت کی زندگی سے متعلق

مفکرِ اسلام

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ

حالات، مشاہدات، تاثرات

کے جلی عنوان سے ایک خوبصورت ترین مضمون تیار کیا، اور یکشنبہ یعنی اتوار کی صبح کو کلکتہ کے لئے روانہ ہو گیا، وہاں پہنچ کر یہ مضمون کلکتہ سے شائع ہونے والے کثیر الاشاعت اخبارات روزنامہ "آزاد ہند" اور روزنامہ "اخبار مشرق" کے دفتر تک پہنچادیا۔ "آزاد ہند" کے ایڈیٹر جناب احمد سعید صاحب ملیح آبادی ہیں، ان سے دفتر میں ملاقات ہو گئی، بڑے تپاک سے ملے، جب میں نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا، اور ان سے متعلق اپنے مضمون کا بھی، توانہوں نے فرمایا، آپ کا مضمون میرے سامنے ہے، ابھی ایک نظر ڈال کر اشاعت کے لئے دے دیتا ہوں، پھر فرمایا کل کے اخبار کے لئے میں نے حضرت مولانا سے متعلق ہی "**داعیِ پیامِ انسانیت**" کے عنوان سے اداریہ بھی لکھا ہے پھر بہت دیر تک حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور انکی خدمات جلیلہ اور انکی تحریک "**پیامِ انسانیت**" سے

www.abulhasanalinadwi.org

متعلق گفتگو کرتے رہے، اور حضرت سے متعلق اپنی ملاقاتوں اور مختلف جلسوں، سفروں اور متعدد تقریبات میں شرکت کی تفصیلات بتاتے رہے، تقریباً ایک گھنٹہ تک یہی باتیں ہوتی رہیں، عصر کی اذان ہو چکی تھی، دفتر کے قریب ہی ایک عالیشان مسجد تھی، جس میں عصر کی نماز ادا کی، اور پھر اپنی قیام گاہ پر واپس آ گیا۔

مفکر اسلام حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق میرا یہ مضمون "آزاد ہند" کے دو شماروں میں دو شنبہ اور سہ شنبہ کو دو قسطوں میں بڑے آب و تاب کے ساتھ شائع ہوا، اور روزنامہ "اخبارِ مشرق" کے ایڈیٹر صاحب نے چہار شنبہ کے ایک ہی شمارہ میں میرا یہ خوبصورت ترین مضمون شائع کر کے اپنی عالی ظرفی، فراخدلی، وسعت قلبی اور حضرت مولانا سے اپنی عقیدت، محبت اور وابستگی کا ثبوت فراہم کیا، اس کے لئے میں آج بھی دونوں اخبارات کے دونوں ایڈیٹر صاحبان کا صمیم قلب سے شکر گذار ہوں۔ میرے اس مضمون کی اشاعت کے بعد کلکتہ ہی میں بہت سے احباب سے ملاقاتیں ہوئیں، اور انہوں نے میرے اس مضمون کو سراہا، اور اپنی پسندیدگی کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا۔ "مولانا! آپ نے اپنا حق ادا کر دیا۔"

میں نے اپنے مضمون کے تمہیدی پیراگراف میں لکھا تھا کہ

"انشاء اللہ لکھنؤ دو چار روز بعد واپسی ہو گی، اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے عزیزوں اور احباب کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو گی، اس سے پہلے بحالتِ سفر حضرت سے متعلق جو باتیں یاد تھیں، اور اپنی نو تالیف کتاب "خطباتِ مفکرِؒ اسلام جلد

www.abulhasanalinadwi.org

اولؔ" سے کچھ باتیں اخذ کر کے قارئین کی خدمت میں اس
توقع اور امید پر پیش کر رہا ہوں، کہ حالتِ سفر میں یہی نذرانۂ
عقیدت ہے۔ جو یقیناً قابل قبول ہوگا۔"

چنانچہ سفر سے واپسی پر بروز شنبہ عید الفطر کی نماز کاکوری لکھنؤ میں ادا کی، اس سے ایک روز قبل جمعہ کی نماز کے بعد یہاں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے متعلق کچھ حالات بیان کرنے کے بعد نمازیوں سے حضرتؒ کے لئے ایصال ثواب کی درخواست کی، اور ان کے ساتھ دیر تک دعائیں مانگتا رہا، پھر حسب پروگرام عید کے تیسرے روز حضرت کے عزیزوں اور احباب کی خدمت میں تعزیتِ مسنونہ پیش کرنے کے لئے "رائے بریلی" گیا، حضرت کے مزار پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھا۔ اور حضرت کے جانشین خاص استاد گرامی حضرت مولانا محمد رابع صاحب ندوی مدظلہ العالی ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء، استاذ گرامی حضرت مولانا واضح رشید صاحب ندوی دام مجدہ، جناب مولانا حمزہ صاحب ندوی، جناب مولانا عبداللہ صاحب ندوی، جناب مولانا بلال صاحب حسنی ندوی، جناب مولانا محمود صاحب ندوی نیز دیگر اعزاء واقرباء اور دیگر احباب ورفقاء کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کی "آزاد ہند" "اور" اخبار مشرق" کے وہ شمارے جن میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق میرا مضمون چھپا تھا، وہ شمارے استاذ محترم حضرت مولانا محمد رابع صاحب ندوی دام مجدہ کی خدمت میں پیش کئے۔ حضرت نے دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا، دعاؤں سے نوازا، اور فرمایا، بعد میں اطمینان سے دیکھوں گا، پھر وہاں کچھ وقت گزارنے کے بعد اپنی قیام گاہ کاکوری کے لئے واپسی کی حضرت سے اجازت لیکر واپس آگیا، اور اپنے روز وشب کے کاموں میں مصروف ہو گیا مگر

www.abulhasanalinadwi.org

دل ودماغ پر مفکر اسلام حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کا گہرا اثر برابر رہا، اور آج بھی ہے، ایسا لگتا ہے کہ حضرت مولاناؒ کہیں سفر پر گئے ہوئے ہیں، جلد ہی واپس آجائیں گے، اور خطبات کی دوسری جلد ان کی خدمت سامی میں پیش کر کے بہت سی دعاؤں کی سوغات حضرت سے حاصل کروں گا، حضرت بہت خوش ہوں گے، اور میری ہمت افزائی کریں گے، مگر واقعہ تو یہ ہے کہ حضرت اب "سفرِ آخرت" کے لئے روانہ ہو چکے ہیں، جہاں سے پھر واپسی کا کوئی سوال ہی نہیں ہے، یہ سوچ کر کچھ تسلی اور ڈھارس بندھ جاتی ہے، اور پھر اپنے کاموں میں لگ جاتا ہوں، گاہے گاہے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی باتیں یاد آتی رہتی ہیں، اور ان کا تذکرہ اپنے رفقاء، احباب، ساتھیوں اور ملنے جلنے والوں سے کرتا رہتا ہوں، یہ سب اس لئے ہے کہ تقریباً اکتیس برس سے حضرت کو دیکھتا اور ان کی باتیں سنتا چلا آرہا تھا، کبھی کبھار رائے بریلی بھی کسی نہ کسی عنوان سے حاضری کی توفیق اور حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہتا تھا، مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ جب میں اپنے مدرسہ کے جلسہ میں شرکت کے لئے حضرت سے درخواست کرنے رائے بریلی گیا تھا، اتفاق سے اسی روز جامعہ ہدایت جے پور کے بانی وسرپرست حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا تھا، میں نے جب حضرت سے مدرسہ کے جلسہ میں شرکت کی گفتگو کی تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرما کر معذرت کی کہ

"آج ایک بڑے بزرگ کا انتقال ہو گیا ہے، ان کے صاحبزادوں کا اصرار اور تقاضہ ہے کہ میں وہاں حاضر ہو کر نماز جنازہ پڑھاؤں"

www.abulhasanalinadwi.org

پھر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خاص لیٹر پیڈ پر دارالعلوم فاروقیہ کے ذمہ داروں حضرت مولانا عبدالحلیمؒ صاحب فاروقی مہتمم اور حضرت مولانا عبدالعلی صاحب فاروقی (صدر المدرسین) کے نام ایک خط لکھ کر جلسہ میں عدم شرکت کا اظہار فرمایا۔

آج حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہمارے درمیان موجود نہیں رہے، مگر حضرتؒ کے ارشادات، فرمودات، حضرت کی تحریریں اور تقریریں ہمارے سامنے ہیں، ہمیں ان سے استفادہ کرتے رہنا چاہئے، یہ چیزیں جب تک موجود رہیں گی، حضرت کا ذکر خیر ہوتا رہے گا، اور ان کی یاد تازہ ہوتی رہے گی، اللہ رب العزت کی بارگاہ عالی میں دست بدعاء ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ حضرت کی قبر کو نور سے منور کرے، اور کروٹ کروٹ آپ کو جنت نصیب کرے۔ آمین یارب العالمین ؎

ایں دعاء از مَن واز جملہ جہاں

کچھ اور باتیں

اللہ رب العزت کا کرمِ خاص اور احسان عظیم ہے کہ اس ناچیز خادم اور علم وادب کے اس ادنیٰ خوشہ چیں کو قدوۃ العلماء، زبدۃ الصلحاء، داعیِ پیام انسانیت، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات کو جمع کرنے، ترتیب دینے اور پھر حسبِ حیثیت شائع کرنے کی سعادت اور توفیق عطا کی، اس کے لئے خالقِ کائنات کا جتنا بھی شکر ادا کروں اور اسکی حمد وثنا کے جتنے بھی گن گاؤں وہ کم ہے۔

انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں **"خطباتِ مفکرِ اسلام"** جلد اول کی کتابت، طباعت اور اشاعت کا کام شروع ہوا، اس کے باوجود یہ کتاب

www.abulhasanalinadwi.org

طباعت کے تمام سنگین مرحلوں سے گذر کر جلد ہی منظر عام پر آگئی، مفکر اسلام حضرت مولانا نے "رسمِ اجرا" کی خدمت اپنے مقدس ہاتھوں سے انجام دیکر مجھے دعاؤں سے نوازا، اور کتاب کی پسندیدگی کا اظہار فرمایا، علم دوست احباب، رفقاء اور عام قارئین وناظرین نے جلد اول کی جمع وترتیب، کتابت وطباعت کے معیار، اسکی نفاست، خوبی، اور تزئین کاری کی تعریف وتوصیف کرکے میری ہمت افزائی کی، اور بہت سے احباب نے اپنے خطوط کے ذریعہ اپنی مسرت وخوشی کا اظہار کیا۔ آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے، اور انشاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔ اس کے لئے ان سبھی حضرات کا شکر گذار ہوں، اور آئندہ بھی شکر گذار رہوں گا۔

اس وقت حسبِ وعدہ "خطباتِ مفکرِ اسلام" جلد دوم، علم دوست ساتھیوں کی خدمت میں اس توقع اور امید پر پیش کر رہا ہوں، کہ رفقاء اور علم دوست احباب جلد اول کی طرح اسے بھی پسندیدگی کی نظروں سے دیکھیں گے، اور علم وادب کے اس ادنیٰ خادم کو اپنی خصوصی دعاؤں سے سرفراز فرمائیں گے۔

خوشی اور مسرت اس پر ہے کہ "خطبات" کی جلد اول حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں منظر عام پر آگئی تھی، اور حضرت نے نہ صرف معائنہ ہی فرمایا، بلکہ اس کی رسم اجراء کی خدمت بھی انجام دی تھی، مگر حسرت وافسوس تو اس پر ہے کہ "خطبات" کی دیگر جلدیں حضرتؒ نہ دیکھ سکے، اور ہم سے ہمیشہ ہمیش کے لئے رخصت ہو گئے، آج اگر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ موجود ہوتے اور خطبات کی جلد دوم دیکھتے تو کس قدر خوش ہوتے، اور کتنی دعائیں دیتے، اس کا اندازہ تو ان ہی حضرات کو ہو سکتا ہے، جن کو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے اس قسم کا سابقہ پڑا ہو۔ اور جن کو دعاؤں کے حصول کے مواقع ملے ہوں۔

www.abulhasanalinadwi.org

بہر حال "خطباتِ مفکرِ اسلام" جلد دوم آپ سب کی خدمت میں حاضر ہے۔ مضامین تو "نقش کالحجر" ہیں ہی، لیکن اسکی جمع و ترتیب اور تزئین سے متعلق قارئین اور علم و ادب کے شائقین حضرات کے آراء کا شدت سے انتظار رہے گا، امید کہ ناظرین اپنے گراں قدر آراء اور مفید و کار آمد مشوروں سے اس ناچیز مرتب و مؤلف کو مطلع کر کے ہمت افزائی فرمائیں گے۔

والسلام

خادم علم وادب

محمد کاظم ندوی

استاذ دار العلوم فاروقیہ کاکوری، لکھنؤ

ناظم دار القلم ڈھاکہ، کاکوری، لکھنؤ

۲۲/۳/۲۰۰۰ء

مطابق

۱۵/۱۲/۲۰ ۱۴ھ

صاحبِ خطبات

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسنؒ علی ندوی

پر ایک اجمالی نظر

ولادت:

☆ ۶/ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۴ء) بمقام تکیہ کلاں رائے بریلی۔

تعلیم:

☆ تعلیم کا آغاز والدہ محترمہ سے قرآن مجید سے ہوا، پھر اردو اور عربی کی باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔

۱۳۴۱ھ (۱۹۲۳ء) میں والد صاحب حکیم سید عبد الحیؒ صاحب کا انتقال ہوا، اس وقت آپ کی عمر نو سال سے کچھ اوپر تھی تو تعلیم وتربیت کی ذمہ داری آپ کی والدہ محترمہ اور برادر بزرگ مولانا حکیم سید عبد العلی حسنیؒ پر آپڑی جو خود بھی اس وقت دار العلوم ندوۃ العلماء اور دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد میڈیکل کالج میں زیر تعلیم تھے۔

☆ ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۴ء) میں علامہ خلیل عرب سے باقاعدہ عربی تعلیم کا

www.abulhasanalinadwi.org

آغاز کیا اور اصلاً انہیں کی تربیت میں عربی تعلیم مکمل کی۔

☆ ندوۃ العلماء کے اجلاس ۱۹۲۶ء منعقدہ کانپور میں شرکت کی اور اپنی عربی بول چال سے شرکاء کو محظوظ کیا، جس کی وجہ سے بعض عرب مہمانوں نے اپنے گھومنے پھرنے میں بطور رہبر مولانا کو ساتھ رکھا۔

☆ ۱۹۲۷ء میں لکھنؤ یونیورسٹی میں داخلہ لیا، اس وقت مولانا یونیورسٹی کے سب سے کم سن طالب علم تھے۔ یونیورسٹی سے فاضل ادب کی سَنَد حاصل کی۔

☆ عربی زبان کی تعلیم کے دنوں میں اردو کے ادب عالی کی چوٹی کی کتابوں کا مطالعہ کیا جس سے مولانا کو دعوت کے کام کی انجام دہی اور عصری زبان و تعبیر میں صحیح اسلامی فکر و عقیدہ کی تشریح میں مدد ملی۔

☆ ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۰ء کے درمیان انگریزی زبان کے سیکھنے کی بھی مشغولیت رہی، جس کی وجہ سے اسلامی موضوعات اور عربی تہذیب و تاریخ وغیرہ پر انگریزی کی کتب سے مولانا کے لئے براہِ راست استفادہ ممکن و آسان ہوا۔

☆ ۱۹۲۹ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا اور علامہ محدث حیدر حسنؒ خاں صاحب کے درسِ حدیث میں شریک ہوئے اور ان سے "صحیحین" اور "سنن ابی داؤد" اور "سنن ترمذی" حرفاً حرفاً پڑھی۔

☆ اپنے شیخ خلیلؒ انصاری سے منتخب سورتوں کی تفسیر کا درس لیا اور مولانا احمد علیؒ صاحب لاہوری سے ان کے ترتیب دادہ نظام کے مطابق ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء میں لاہور میں مقیم رہ کر پورے قرآن کریم کی

www.abulhasanalinadwi.org

تفسیر پڑھی۔

☆ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کے لئے ۱۹۳۲ء میں چند ماہ دارالعلوم دیوبند میں قیام کیا اور صحیح بخاری و سنن ترمذی کے اسباق میں شریک ہوئے اور ان سے تفسیر و علوم قرآن میں بھی استفادہ کیا، نیز شیخ مولانا اعزاز علیؒ صاحب سے فقہ کا اور قاری اصغر علیؒ صاحب سے روایت حفص کے مطابق تجوید کا درس لیا۔

علمی ودعوتی زندگی

☆ ۱۹۳۴ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مدرس بنائے گئے اور تفسیر وحدیث اور ادب عربی و تاریخ و منطق کا درس دیا۔

☆ ۱۹۳۹ء میں دینی مراکز سے واقفیت کیلئے ایک سفر کیا جس میں شیخ عبدالقادرؒ رائے پوری اور مصلح کبیر مولانا محمد الیاسؒ صاحب کاندھلوی سے واقفیت حاصل ہوئی اور پھر ان سے مستقل ربط و تعلق رہا، چنانچہ اول سے روحانی تربیت حاصل تھی اور دوسرے کی اتباع واقتداء میں فریضۂ دعوت اور معاشرہ کی اصلاح کی انجام دہی کا کام کیا، چنانچہ دعوت وتربیت اور اصلاح کے لئے مسلسل سفر کئے اور ان اسفار کا سلسلہ ایک زمانہ تک جاری رہا۔

☆ انجمن تعلیمات دین کے نام سے ۱۹۴۳ء میں ایک انجمن قائم کی اور اس میں قرآن کریم اور سنت نبویہ کے درس کا سلسلہ جاری کیا جو بے حد مقبول ہوا۔ خاص طور سے تعلیم یافتہ اور ملازمت پیشہ طبقہ بڑی تعداد میں متوجہ ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

☆ ندوۃ العلماء مجلس انتظامی کے رکن کی حیثیت سے ۱۹۴۵ء میں منتخب کئے گئے اور علامہ سید سلیمان ندویؒ کی تجویز پر ۱۹۵۱ء میں نائب معتمد تعلیم کی حیثیت سے متعین کئے گئے اور ۱۹۵۴ء میں علامہ کی وفات کے بعد بحیثیت معتمد قرار پائے اور ۱۹۶۱ء میں برادر بزرگ ڈاکٹر عبد العلیؒ حسنی صاحب کی وفات کے بعد ندوۃ العلماء کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔

☆ ۱۹۵۱ء میں تحریکِ پیامِ انسانیت کی بنیاد ڈالی۔

☆ ۱۹۵۹ء میں مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام قائم کی۔

☆ عربی میں سب سے پہلا مقالہ سید رشید رضاؒ مصری کے مجلّہ "المنار" میں ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا جو سید احمدؒ شہید کی تحریک کے موضوع پر تھا۔

☆ اردو میں اولین کتاب و تالیف ۱۹۳۸ء میں بعنوان سیرت سید احمد شہید شائع ہوئی جو دینی و دعوتی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی۔

☆ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے اسلامیات کے نام سے بی۔ اے۔ کے طلباء کے لیے نصاب و کورس مرتب کرنے کے لئے متعین کیا۔

☆ اور جامعہ ملیہ دہلی کی دعوت پر ۱۹۴۲ء میں جامعہ کے اندر ایک لکچر دیا جو بعد میں "دین و مذہب" کے نام سے طبع ہوا۔

☆ ۱۹۶۳ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں کئی لکچرس دیئے جو "النبوۃ والأنبياء فی ضوء القرآن" کے نام سے شائع ہوئے۔

☆ ۱۹۶۸ء میں سعودی وزیر تعلیم کی دعوت پر ریاض تشریف لے گئے تاکہ کلیۃ الشریعۃ کے نصاب و نظام کے جائزہ کے کام میں شریک ہوں اور اس موقع سے وہاں "جامعة الرياض" اور "كلية المعلمين"

www.abulhasanalinadwi.org

میں کئی لکچرس ہوئے۔

☆ ندوۃ العلماء سے عربی میں نکلنے والے پرچے "الضیاء" کی ادارت میں ۱۹۳۲ء میں اور اُردو پرچے "الندوۃ" کی ادارت میں ۱۹۴۰ء میں شریک رہے اور ۱۹۴۸ء میں "تعمیر" کے نام سے بزبان اردو ایک پرچہ نکالنا شروع کیا۔ اور دمشق سے نکلنے والے پرچے "المسلمون" کے اداریے کی ذمہ داری ۵۸۔۱۹۵۹ء میں متعلق رہی، پہلا اداریہ بعد میں "ردۃ ولا ابا بکر لہا" کے نام سے شائع ہوا، استاذ محب الدین خطیب کے پرچے "الفتح" میں بہت سے مقالات شائع ہوئے۔

۱۹۶۳ء سے لکھنو سے "ندائے ملت" اردو میں نکلنا شروع ہوا تو اس کے شعبۂ ادارت کی نگرانی متعلق رہی اور ندوہ سے ۱۹۵۵ء سے نکلنے والے عربی پرچے "البعث الاسلامی" اور ۱۹۵۹ء سے نکلنے والے عربی پرچے "الرائد" نیز ۱۹۶۳ء سے نکلنے والے اردو پرچے "تعمیرِ حیات" ان تینوں کے نگرانِ عام رہے۔

اسفار

☆ ۱۹۲۹ء میں لاہور کا سفر کیا جو دور دراز کے مقام کا سب سے پہلا سفر تھا وہاں شہر کے علماء و خواص سے ملاقاتیں کیں اور شاعر اسلام ڈاکٹر محمد اقبالؒ سے بھی ملے، اس سے پہلے مولانا ان کی بعض نظموں کا عربی نثر میں ترجمہ کر چکے تھے۔

☆ ۱۹۳۵ء میں بمبئی کا سفر اس غرض سے کیا کہ دلتوں کے لیڈر ڈاکٹر امبیڈکر کو اسلام کی دعوت دی جاسکے۔

www.abulhasanalinadwi.org

☆ ۱۹۳۹ء میں ہندوستان کے دینی مراکز سے واقفیت کے لئے ایک سفر کیا۔

☆ ۱۹۴۷ء میں حج کا سفر کیا اور چند ماہ حجاز میں قیام رہا۔ یہ بیرون ملک سب سے پہلا سفر تھا۔

☆ مصر کا پہلا سفر ۱۹۵۱ء میں کیا جبکہ مولانا کی کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" مولانا سے پہلے ہی وہاں کے تمام علمی حلقوں میں پہونچ کر متعارف ہو چکی تھی، اس لئے وہ خود مولانا کے لئے تعارف کا بہترین ذریعہ بنی۔

☆ فلسطین کا بھی سفر کیا تو بیت المقدس کی زیارت کی اور مسجد اقصیٰ کی بھی اور رمضان کے آخری دن وہیں گذارے۔ اور "مدینۃ الخلیل وبیت اللحم" کی زیارت کی، واپسی میں اردن کے شاہ عبداللہ سے ملاقات کی۔

☆ ۱۹۵۶ء میں ترکی کا سفر کیا اس موقع سے دو ہفتے کا قیام رہا اس کے بعد کئی سفر ہوئے۔

☆ کویت اور دولِ خلیج کا بار بار سفر ہوا۔

☆ رابطۃ العالم الاسلامی کے وفد کی سربراہی میں افغانستان وایران ولبنان وعراق کا سفر کیا۔

☆ ۱۹۷۶ء میں مغرب اقصیٰ کا سفر ہوا اور برما کا ۱۹۶۰ء میں، جبکہ پاکستان کے اسفار بار بار ہوئے۔

☆ یورپ کا پہلا سفر ۱۹۶۳ء میں ہوا جس میں جنیوا، لندن، پیرس، کیمبرج وآکسفورڈ وغیرہ جانا ہوا اور اسپین کے اہم شہروں میں بھی اس سفر میں

بہت سے عرب اور مغربی فضلاء سے ملاقاتیں رہیں اور کئی لکچرس ہوئے۔ اس سفر کے علاوہ بھی یوروپ کے سفر ہوئے بالخصوص ادھر آکسفورڈ کے اسلامک سنٹر کی وجہ سے باربار سفر ہوتا رہا۔

☆ ۱۹۷۷ء میں امریکا کا پہلا سفر کیا، اور دوسرا سفر ۱۹۹۳ء میں۔

☆ ۱۹۸۵ء میں بلجیم کا اور ۱۹۸۷ء میں ملیشیا کا سفر ہوا اور ۱۹۹۳ء میں تاشقند و سمرقند وغیرہ کا سفر ہوا۔

اعزازات

☆ دمشق کی "مجمع اللغۃ العربیۃ" کے مراسلاتی ممبر ۱۹۵۶ء میں قرار پائے۔

☆ رابطۃ العالم الاسلامی کی تاسیس وقیام کا پہلا اجلاس جو ۱۹۶۲ء میں مکہ مکرمہ میں ہوا جس پر جلالۃ الملک سعودؒ بن عبد العزیز اور لیبیا کے حاکم ادریسؒ سنوسی بھی شریک تھے، اس اجلاس میں نظامت کے فرائض مولانا نے انجام دیئے۔

☆ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی تاسیس وقیام کے وقت ۱۹۶۳ء سے اس کی مجلس شوریٰ کے ممبر طے پائے اور اس کا نظام بدلنے تک برابر یہ منصب برقرار رہا۔

☆ رابطۃ الجامعات الاسلامیہ کے ممبر ابتداء سے رہے۔

☆ اردن کی مجمع اللغۃ العربیہ کے ۱۹۸۰ء میں رُکن بنائے گئے۔

☆ ۱۹۸۰ء میں اسلام کی خدمات پر فیصل ایوارڈ سے نوازے گئے۔

☆ کشمیر یونیورسٹی کی طرف سے ۱۹۸۱ء میں ادب میں پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری سے نوازے گئے۔

☆ آکسفورڈ کے مرکز دراسات اسلامیہ کے ۱۹۸۳ء میں صدر بنائے گئے۔

☆ ۱۹۸۴ء میں رابطۃ الادب الاسلامی العالمیۃ کے قیام کے ساتھ اس کے صدر قرار پائے۔

☆ رمضان ۱۴۱۹ھ (جنوری ۱۹۹۹ء) میں دبئی عالمی حسن قرأت کے مقابلہ کے موقع پر سال کی عظیم اسلامی شخصیت کے وقیع ایوارڈ سے سرفراز کئے گئے جس کی قیمت سوا کروڑ ہندوستانی روپے کے قریب تھی۔

☆ ۱۴۲۰ھ (۱۹۹۹ء) میں آکسفورڈ اسلامک سنٹر کی طرف سے تاریخ دعوت و عزیمت کے سلسلے میں سلطان برونائی ایوارڈ سے نوازے گئے۔

☆ ۲۲ر رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱ر دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعہ بوقت پونے بارہ بجے مفکر اسلام نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

ع رب کرے اُن پر نچھاور ہر گھڑی رحمت کے پھول

(ماخوذ از تعمیر حیات ۱۰ر جنوری ۲۰۰۰ء)

www.abulhasanalinadwi.org

نزولِ قرآن کا مقصد
اور
حاملینِ قرآن کی ذمّہ داریاں

یہ تقریر دورۂ برما ۱۹۶۰ء میں جمعیۃ الحفاظ
کے ایک جلسہ میں کی گئی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نزولِ قرآن کا مقصد
اور
حاملینِ قرآن کی ذمہ داریاں

حضرات!

جمعیۃ الحفاظ کے اس جلسہ میں شریک ہونا میرے لئے سعادت بھی ہے اور ایک طرح کی عبادت بھی، اللہ تعالیٰ کے کلام سے تعلق رکھنے والی ہر چیز خواہ وہ حفظ ہو یا تجوید، تفسیر ہو یا قرآن مجید کی تلاوت، بڑی معزز اور مکرم چیز ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور ساتھ ہی آپ کے منصبِ نبوت کے فرائض، اور اس کی ذمہ داری کے سلسلہ میں فرمایا ہے، هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيِّيْنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ. (الجمعة) وہ پاک ذات ہے جس نے کہ ان پڑھوں میں

www.abulhasanalinadwi.org

ایک ایسا پیغمبر مبعوث فرمایا جو انکو قرآن مجید کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انکی تربیت فرماتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں تھے،

منصبِ نبوت اور اس کا کام

رسول اللہ ﷺ کے منصب نبوت کے چار شعبے ہیں، جو گویا فرائض چہار گانہ ہیں۔

تلاوتِ آیات

تلاوت آیات پہلا فریضہ اور پہلا شعبہ ہے، یہ بھی اتنی اہم چیز اور ایسا بلند فریضہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کے شعبوں میں سب سے پہلے اسی کو ذکر فرمایا ہے۔

تزکیۂ نفس

دوسرا شعبہ ہے یُزَکِّیْھِم، نفوس کی تربیت کرنا، مہذب بنانا۔ اخلاقِ رذیلہ نکالنا اور اخلاق فاضلہ پیدا کرنا۔ اور وہ صفت پیدا کرنا جس کا قرآن مجید میں دوسری جگہ ذکر ہے۔

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰئِکَ ھُمُ الرَّاشِدُوْنَ. اور لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا۔ اور کفر اور فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دیدی ایسے لوگ راہ راست پر ہیں۔

نزول قرآن کا اہم ترین مقصد

قرآن مجید کے نزول کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ الفاظ اور حروف کی شکل

www.abulhasanalinadwi.org

میں کتابوں میں اور اس کے بعد سینوں میں محفوظ ہو جائے کہ لوگ اس کو پڑھ سکیں اور اس کو سنا سکیں، اس کو یاد کریں اور پڑھتے رہیں، بلکہ نزولِ قرآن کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ عقائد کی اصلاح ہو، قلوب اور نفوس کی اصلاح ہو، رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں فریضوں کی تکمیل فرمائی، صحابہؓ کرام آپ کی اس محنت کا زندہ ثبوت تھے ان کے نفوس کیسے مصفیٰ تھے، ان کی کیسی تربیت ہو چکی تھی، کہ کفر و شرک کی نفرت ان کے دلوں میں بیٹھ چکی تھی، اور ایمان کی محبت اور ایثار کا مادہ انکے اندر پیوست ہو چکا تھا۔ عبادت کا ذوق ان پر غالب آچکا تھا، خدمت خلق کا جذبہ انکے اندر نمایاں تھا، ان کے اندر سے نفسیات کا کانٹا نکل چکا تھا، جب دنیا ان کے اندر سے بالکل ناپید ہو چکی تھی، حُبّ جاہ کا خاتمہ ہو چکا تھا، صحابہؓ کرام میں سے ایک ایک رسول اللہ ﷺ کے منصب تزکیہ کا زندہ ثبوت ہے۔

حضرت ضرار بن عمرو رضی اللہ عنہ ایک صحابیؓ ہیں کہتے ہیں کہ میں شرک کی حالت میں اس نیت سے نکلا کہ میں وہ کام کروں جو قریش نہیں کر سکے یعنی معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کے وجود گرامی پر دست درازی کروں، موقع اچھا تھا، آپ تنہا طواف کر رہے تھے۔ میں نے بھی طواف کرنا شروع کر دیا اور اس فکر میں رہا کہ ذرا کچھ موقع ہو کہ آپ کا اور میرا سامنا ہو جائے، تو میں اپنا کام کروں۔ آپ نے مجھ کو دیکھ کر بلایا۔ میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا، ضرار تمہارا کیا ارادہ تھا؟ میں نے کہا کچھ نہیں طواف کر رہا تھا۔ آپ ہنسے، اور آپ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا۔ خدا کی قسم آپ نے ہاتھ نہیں اٹھایا تھا کہ گویا سینے کے اندر کی ساری آلائش نکل گئی، اس کے بعد میں وہاں سے گھر چلا آیا، ایک عورت جس کے یہاں جلسہ ہوا کرتا تھا اور محفل گرم ہوا کرتی تھی اور اس میں داستان آرائی و قصہ گوئی ہوتی تھی، میں رند

www.abulhasanalinadwi.org

مشرب تھا، اس عورت نے مجھے دیکھا تو آواز دی، میں نے کہا اب کچھ نہیں ہو سکتا، اب میں مسلمان ہو گیا ہوں، ایسی فوری تبدیلی کے واقعات بھی بہت ہیں، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ پر تین دور گزرے ہیں، ایک دور مجھ پر ایسا گذرا ہے کہ روئے زمین پر کوئی ہستی آپ سے بڑھ کر مبغوض نہ تھی، معاذ اللہ! اگر اس وقت مجھے موقع مل جاتا تو میں اپنی عاقبت خراب کر لیتا، اللہ نے فضل فرمایا، موقعہ ہی نہیں ملا، اس کے بعد دوسرا دور مجھ پر ایسا گذرا کہ روئے زمین پر کوئی ہستی آپ سے بڑھ کر محبوب نہیں تھی۔ خدا کی قسم میں آپ کو آنکھ بھر کر دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اگر مجھ سے کوئی حضور اکرم ﷺ کا حلیہ پوچھے تو میں بیان نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ میری نظر آپ کے چہرۂ مبارک پر جمتی ہی نہیں تھی۔ اور مجھ میں آپ کو دیکھنے کی تاب ہی نہیں تھی۔ جب میں نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا، اور بیعت کی تو میں اپنا ہاتھ نکالتا ہی نہیں تھا، آپؐ نے فرمایا کہ میرا ہاتھ کیوں نہیں چھوڑتے ؟ میں نے کہا، یا رسول اللہ! فرمایئے کہ میرے گذشتہ گناہوں کا کیا ہو گا؟ میں تو بہت سیاہ کار انسان ہوں آپؐ نے فرمایا۔ کہ تم کو معلوم نہیں کہ اسلام اپنے ما قبل کو بالکل ختم کر دیتا ہے۔

ایسے بہت سے واقعات ہیں، وحشی جنھوں نے حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب اللہ کے شیر کو خود شہید کیا تھا، اور انکے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ آپ کو معلوم ہے، حضور ﷺ کے سامنے جب وہ آئے اور انھوں نے بیعت کا ارادہ کیا تو آپؐ نے انکی بیعت قبول کی، انہوں نے کلمہ پڑھا اور ایمان لائے، آپؐ نے فرمایا وحشی! اگر تم میرے سامنے بار بار نہ آؤ تو اچھا ہو گا۔ اس لئے کہ مجھے اپنے چچا یاد آجاتے ہیں، یہ قدرتی بات بھی ہے، اور بہت لطیف جذبہ، احساس اور اعلیٰ درجہ کی

انسانیت، لیکن انہوں نے جو کلمہ پڑھا اور آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ اس نے انکے اندر ایسا انقلاب پیدا کر دیا، ایسی روحانیت پیدا کر دی، اور ایسی ایمانی طاقت پیدا کر دی جس پر آج بڑے بڑے اولیاء اللہ رشک کر رہے ہیں، یہی وحشی ہیں جنہوں نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا، میں جب اس واقعہ کو پڑھتا ہوں تو کہتا ہوں کہ حضرت وحشیؓ کی بھی نگاہِ انتخاب کو داد دینی چاہئے کہ انہوں نے ایک ایسی ہستی سے اسلام اور مسلمانوں کو محروم کیا تھا جو اسلام کے لئے تقویت کا باعث تھی اور رسول اللہ کو بہت محبوب تھی تو اسکی تلافی اور کفارہ کے لئے انہوں نے ایسی ہستی کا انتخاب کیا جو سب سے بڑھ کر حضور ﷺ کے نزدیک مبغوض تھی، ایک وہ شخص تھا جو نبوت کا بہت بڑا حامی اور مددگار تھا، پھر ایک وہ شخص تھا جو اس نبوت کے مقابلہ میں سینہ تان کر آیا تھا اور منصبِ نبوت کا گویا حریف اور رقیب تھا۔ انہوں نے گناہ کے کفارہ کے لئے جو بہترین انتخاب ہو سکتا تھا انتخاب کیا، یقیناً حضور ﷺ کی روح مبارک ان سے خوش ہوئی ہو گی، یہ سب انکی ایمانی قوت کا نتیجہ ہے یہ تو فوری انقلاب کی چند مثالیں ہیں، باقی صحابہ کرامؓ کے اندر جو تبدیلی تربیت اور صحبت سے پیدا ہوئی اس سے وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچ گئے اخلاقی پستی سے، اعمال کی پستی سے، عقائد کی تاریکی سے اور جاہلیت سے روحانیت اور ایمان واخلاق اور تربیت وعلم کے بلند مقام تک پہنچ گئے۔

تعلیم کتاب

تیسرا شعبہ تعلیم کتاب وحکمت، یعنی کتاب کی تعلیم دینا ہے، پہلے قاری تلاوت کرتا ہے پھر اس کے تزکیہ کا عمل کرتا ہے اس میں قرآن مجید کی تفسیر، اس کے حقائق کا بیان، اسکے علوم کا اظہار اور مقاصد قرآن کی تشریح وتفصیل سب

شامل ہے۔ یہ ہے یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ انکو سکھاتے ہیں کتاب اور حکمت۔

پھر اسکی بھی ضرورت ہے کہ قرآن مجید کے طالب علموں، اس کے حاملین اور سامعین میں تفقہ پیدا کیا جائے، یہ وہ چیز ہے جس کی طرف اشارہ ہے۔ مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْراً یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ. اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

یہ درحقیقت حامل قرآن کے فرائض چہارگانہ اور حامل قرآن کی ذمہ داریاں اور اسکے کمالات اور اسکی سیرت ہے اس کے بعد صحابہ کرامؓ جو علماء تھے، اور جن کے علم کی خود رسول اللہ ﷺ نے تعریف کی اور جن حضرات کی طرف آپؐ نے اشارے فرمائے، امت کو ان کی طرف رجوع ہونیکا مشورہ دیا، مثلاً حضرت ابی بن کعبؓ آپؐ نے ان کی بہت تعریف کی ہے اور انکی خصوصیت بیان کی ہے کہ قرآن مجید سے ان کو خاص مناسبت تھی۔ حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی تھے، قرآن مجید کا بہت بڑا علم رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قرآن مجید پڑھنے کی تعریف آپ نے خود فرمائی تھی۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے متعلق آپؐ نے دعاء فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْکِتَابَ وَفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ. اے اللہ ان کو کتاب کا علم عطا فرما۔ اور دین کی سمجھ دے۔

یہ حضرات بھی ان چاروں صفات کے جامع تھے، یعنی قرآن مجید کے "تالی" بھی تھے اور "معلم الکتاب" بھی تھے اور "معلم حکمت" بھی اور "مزکّی" بھی تھے، یہ چاروں شانیں ان حضرات میں جمع تھے، پھر تابعین کا دور آیا، اس دور میں بھی کثرت

سے ایسے لوگ تھے جو ان چاروں چیزوں کے جامع تھے مثال کے طور پر حضرت حسن بصریؒ کا نام لے سکتا ہوں کہ وہ ان چاروں شعبوں کے جامع تھے۔ اسی طرح حضرت سعید بن جبیر اور محمد بن سیرین اور حضرت سعید بن مسیّب، یہ وہ فضلائے تابعین تھے جو ان چاروں کمالات کے مظہر اور ان چاروں شعبوں کے جامع تھے۔ تبع تابعین میں بھی اسی طرح کی بے شمار ہستیاں پیدا ہوئیں جو ان چاروں چیزوں کی جامع تھیں۔ جیسے ائمہ اربعہ، محدثین، فقہاء اور صوفیاء تابعین جیسے حضرت فضیل بن عیاضؒ، حضرت معروف کرخیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ اسی طرح سے جنید بغدادی، یہ سب حضرات ان چاروں چیزوں کے جامع تھے، پھر انحطاط کا دوسرا دور شروع ہوا، اور شعبوں کی تقسیم ہونے لگی، نتیجہ یہ نکلا کہ امت میں مختلف گروہ بن گئے اور ایک ایک شعبہ سنبھال لیا۔ بعض نے تلاوتِ آیات کو اپنا شعار بنالیا۔ انہوں نے قرآن مجید کو حفظ کیا اور اس کی تجوید اور مخارج کی تصحیح کی، اور اتقان کے ساتھ پڑھنا انہوں نے اپنا فرض سمجھا۔ اللہ تعالیٰ امت کی طرف سے ان کو جزائے خیر دے کہ بہت بڑا فرض کفایہ ادا کیا اور قرآن مجید کے لطف اور طریقۂ ادا کو محفوظ کر دیا۔ جس طرح اس کے حروف کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جمع کیا تھا اور حضرت عثمان غنیؓ نے اس کی نقلیں کرا کے عالم اسلام میں بھیجی تھیں۔

بعض حضرات نے تعلیم کتاب وحکمت کو اپنا شعار بنایا۔ وہ علماء ظاہر کی جماعت ہے جنہوں نے قرآن وحدیث کے رموز کو بیان کیا، ان کے مضامین کی اشاعت کی، اور ان کے مشکلات کی تشریح کی۔

تربیت وتزکیہ

بعض حضرات نے تزکیہ اپنے ذمہ لیا، وہ حضرات صوفیاء کرام ہیں، جنہوں نے اپنے مریدین کی اور جو لوگ ان کی طرف رجوع کرتے تھے ان کے نفوس کی اصلاح وتربیت کا کام اپنے ذمہ لیا اور اسکو تہذیب واخلاق اور اصلاح باطن کا ایک فن بنادیا، ان حضرات کی تعداد خدا کے فضل سے اتنی بڑی ہے کہ انکا ذکر کرنا مشکل ہے، مثال کے طور پر سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ بہاؤالدین نقشبندی اور خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہم اللہ.

تجدید سلوک

پھر ان کے بعد جنھوں نے فن سلوک کا کام کیا اپنے زمانہ کی پھیلی ہوئی بدعتوں کو اور تحریفات کو انھوں نے دور کیا اور اپنے زمانہ کی طبیعتوں کا لحاظ کر کے انھوں نے طب نبویؐ کی تجدید کی، ان میں سے خاص طور پر حضرت شیخ امام ربانی مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی ان کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ، حضرت سید احمد شہید، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا اشرف علی تھانوی وہ حضرات ہیں جنھوں نے فن سلوک کی تجدید کا کام انجام دیا، اور اپنے زمانہ کے مطابق ان کو بنایا، اور ان کے فائدہ کو عام کیا۔

حامل قرآن کی ذمہ داریاں

اصل میں حامل قرآن کا کام صرف تلاوت اسکو پڑھ کر سنا دینا، صحیح طور پر یاد کر لینا اور اس کو صحت کے ساتھ ادا کر دینا، اور کسی مجلس میں، کسی جلسہ میں قرآن مجید پڑھ دینا نہیں ہے بلکہ حامل قرآن کی بہت بڑی ذمہ داری ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس شخص کو عذاب دیا جائے گا، جس کو اللہ نے قرآن مجید کا علم دیا، وہ

www.abulhasanalinadwi.org

رات کو سویا اور سوتا رہا، یہاں تک کہ صبح کی نماز قضا ہو گئی۔ قرآن مجید کی ذمہ داری بہت بڑی ذمہ داری ہے، اس کو یاد کرنے کی اور اسکو یاد رکھنے کی، اس پر عمل کرنے کی، یہی وجہ تھی کہ جب جنگ یمامہ پیش آئی جو اسلام کی شدید ترین جنگوں میں ایک جنگ ہے جس میں زور کا رن پڑا، اور زور کی لڑائی ہوئی، اور کشتوں کے پشتے لگ گئے بس ایک موت کا بازار گرم تھا اور کسی طرح فیصلہ نہیں ہوتا تھا کہ میدان جنگ میں ایک صحابیؓ نے للکارا، اور کہا اے حاملین قرآن، اور وہ لوگ جن کے سینوں میں قرآن ہے، آج قرآن پر عمل کر کے دکھاؤ، اور قرآن پر قربان ہو جاؤ، اس لئے کہ اگر یہ ارتداد کا فتنہ نہ ختم ہوا، تو قرآن مجید کا باقی رہنا مشکل ہے، چنانچہ جو حفاظ تھے وہ آگے بڑھے اور فیصلہ کر لیا، بے جگری کے ساتھ لڑے، اور پروانوں کی طرح نثار ہوئے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ کِرَامٍ بَرَرَةٍ. قرآن مجید بڑی عزت والے صحیفوں میں سے ہے اونچے اور پاک کئے ہوئے ایسے سفیروں کے ہاتھوں میں جو بڑے شریف اور پاکباز ہیں۔

معلوم ہوا کہ حاملین قرآن کی یہ تصویر ”کرام بررة“ ہونا چاہئے، حاملینِ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرشتوں کی صف ہے، بلکہ معلوم ہوا کہ جو قرآن مجید کو اٹھانے اور سینے میں رکھنے کا حوصلہ کرے اس کو ایسا بننا چاہئے۔ لا یمسّہ الاّ المُطهّرون، اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ اس قرآن مجید کو مطہر ہی چھوئیں، صحابہ کرامؓ میں سے جو لوگ قرآن مجید کے حافظ ہوتے تھے اور جن میں قرآن مجید کا علم خاص ہوتا تھا، وہ ممتاز اور اپنے اخلاق و تقویٰ اور عبادت میں دوسروں سے بڑھے ہوئے ہوتے تھے، اس لئے حضور ﷺ جب میدان احد میں شہداء کی لاشوں کو دفن

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے لگے تو قرآن مجید جس کو زیادہ یاد ہوتا اس کو پہلی صف میں رکھتے جاتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے :۔

یَؤُمکُم مَن اَقرأکُم امامت وہ کرے جو زیادہ پڑھا ہوا ہو،

تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ خالی حافظ ہو، جس کو قرآن مجید کا علم زیادہ ہو، میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حفاظ کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔

عبرت آموز واقعہ

دیکھئے! جس شخص کو کوئی بڑی چیز ملتی ہے وہ چھوٹی چیزوں سے بلند ہو جاتا ہے، پھر چھوٹی چیزوں کی طرف اس کی نگاہ نہیں جاتی، میں نے ایک مرتبہ اپنے مدرسہ میں ایک قصہ سنایا، وہ قصہ آپ کو بھی سناتا ہوں۔ بڑا عبرتناک قصہ ہے، بڑے کام کی بات ہے۔

ایک شخص نے کہیں سفر پر جاتے ہوئے شہر کے کسی معزز آدمی کے یہاں اپنی امانت رکھوادی، اچھی خاصی رقم تھی، کئی ہزار روپیہ کی، اور کہا کہ میں سفر پر جارہا ہوں، وہاں سے آکر لے لونگا، انہوں نے کہا اچھا رکھ دو، اللہ مالک ہے، آنا تو پھر لے لینا۔ وہ بے چارہ سفر کر کے آیا، عرصہ کے بعد اس نے ان سے جاکر کہا کہ ہماری امانت دیجئے تو وہ بالکل انجان بن گئے، کہنے لگے کہ میں تم کو پہچانتا نہیں کہ تم کون ہو اور کب آئے تھے اور کب رکھوایا تھا؟ بے چارہ حیران ہو گیا، شریف سمجھ کر نہ اسنے کوئی لکھا پڑھی کی تھی، نہ دستاویز لکھوائی تھی۔ اب وہ جتنا یاد دلاتا، وہ بھولتے جاتے یہاں تک کہ ناراض ہو گئے، اور کہنے لگے کہ ایک شریف آدمی کو بدنام کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی۔ تم مجھے چور بناتے ہو، اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا، اس نے جاکر قاضی سے شکایت کی۔ قاضی صاحب بہت ہی سمجھ دار اور ماہر

www.abulhasanalinadwi.org

نفسیات تھے، انہوں نے کہا کہ اس کا علاج میں کرونگا۔ تم کسی سے ذکر نہ کرنا، تھوڑے دنوں کے بعد ایک شخص کو بھیجا اور کہلوایا کہ آپ قاضی بننے والے ہیں، وہ سن کر بہت خوش ہوئے، بڑا اعزاز تھا، چند دن کے بعد اس شخص سے کہا کہ جاکر اپنی امانت مانگو، وہ گیا اور اس نے کہا کہ شاید آپ کو یاد آجائے کہ میں فلاں وقت آیا تھا۔ کہا۔ ہاں مجھے یاد آگیا اور تمہارے جانے کے بعد ہی مجھے یاد آگیا تھا اور میں تمہارا منتظر تھا، تمہارے گھر کا پتہ مجھے معلوم نہیں تھا بہت اچھا کیا کہ تم آگئے، تمہاری امانت وہاں رکھی ہوئی ہے جاکر لے لو، جیسے تم رکھ کر گئے تھے ویسے ہی رکھی ہوئی ہے وہ گیا اور لے آیا اسکو بڑا تعجب ہوا، اور ان دو باتوں میں تعلق سمجھ میں نہیں آیا، اس نے قاضی سے کہا جو قاضی القضاۃ تھے، خیر میری امانت مجھے مل گئی۔ مگر یہ انتظام آپ نے کیسے کیا؟ اور انہوں نے اقرار کیسے کیا؟ اور وہ انکار کے بعد اقرار! قاضی صاحب نے کہا۔ کہ بھائی بات یہ ہے کہ ان کو اس سے بڑی چیز ملنے والی تھی۔

اصل میں اس اعلیٰ چیز سے اس گراوٹ کا کوئی جوڑ نہ تھا، جس کو قضاۃ مل رہی ہو یا وزارت مل رہی ہو، تو وہ کسی کے پانچ سو یا دو سو روپے کیا مارے گا، اب ان کے ذہن کی سطح ایک دم سے بلند ہوگئی، تو وہ سوچنے لگے کہ میں قاضی ہوں، اب قاضی کی حیثیت سے معاملہ کو سوچنے لگے، تو یہ حرکت ان کو بہت گری ہوئی معلوم ہونے لگی، اور انہوں نے سوچا کہ پانچ سو کی کیا حقیقت ہے۔

تو میں نے اپنے طلبہ سے کہا کہ تم یہ سمجھو کہ تم عالم ہونے والے ہو، اس وقت یہ چھوٹی چھوٹی باتیں تم کو اتنی گری ہوئی معلوم ہوں گی، کہ تمہیں ان کے تصور کرنے سے تکلیف ہوگی، کہ ہم عالم ہو کر ایسی بات کر سکتے ہیں، ہمارے سینے میں جو اللہ کا کلام ہے، حدیث ہے اور حضور ﷺ کا کلام ہے تو ہم ایسی اوچھی اور

گری ہوئی بازاری باتیں کر سکتے ہیں۔

قرآن کی دولت سب سے بڑی دولت ہے

یہی میں آپ سے کہتا ہوں کہ جب آپ یہ سوچ لیں کہ آپ کے سینہ میں اللہ کا کلام ہے تو پھر آپ میں جو کم درجہ کی باتیں ہیں، کوئی بھی گناہ، کوئی بھی گراوٹ کی بات، کوئی بھی سوقیانہ اور اوچھی حرکت، جیسے مال کی محبت، عہدہ کی محبت اور تراویح کا تھوڑا تھوڑا معاوضہ لینا یہ ساری چیزیں آپ کی نظر سے ایسی گر جائیں کہ اگر آپ اپنی حیثیت پہچان لیں، جس طرح سے وہ شخص جس نے صاف کہہ دیا کہ میں تمہیں نہیں جانتا کہ تم نے کب امانت رکھوائی؟ پھر اقرار کر لیا۔ کہ ہاں! ہاں! تم نے امانت رکھوائی تھی اور پھر دیدیا، اسی طرح سے آپ یہ سمجھ لیں کہ آپ کے پاس کیا دولت ہے، تو پھر کبھی کسی گناہ کی طرف، کبھی کسی اونیٰ کام کی طرف، کبھی کسی پست خیالی کیطرف آپ کا ذہن نہیں جاسکتا، بس آپ یہ سمجھ لیں کہ آپ کے سینہ میں کیا ہے۔

بر خود نظر کشا ز تہی دامنی مرنج   در سینہ تو ماہ تمامے نہادہ اند

شاعر نے تو چاند کو خطاب کر کے کہا، کہ ہلال جب باریک ہوتا ہے، تو بے چارہ حقیر معلوم ہوتا ہے، تب اپنے اوپر، اپنے مستقبل پر نظر ڈالو، اپنی تہی دامنی پر رنج نہ کرو کہ تو خالی ہے بالکل بال کی طرح۔

در سینہ تو ماہ تمامے نہادہ اند

تیرے سینہ میں چودھویں کا چاند سو رہا ہے، اور چودھویں کے چاند کی کیا حقیقت ہے، آپ کے سینہ میں اللہ کا کلام ہے، سرّ الٰہی ہے، علم الٰہی ہے، علم اعظم ہے، لوگ اسم اعظم کے پیچھے پڑتے ہیں، آپ کے سینہ میں علم اعظم ہے، اسی علم اعظم میں اسم اعظم بھی ہے، آپ تو حامل علم اعظم، حامل اسم اعظم ہیں، رسول

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ نے قرآن کریم کی فضیلت میں فرمایا، ہر حرف کے بدلہ دس نیکیاں ملیں گی اور میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے، میم ایک حرف ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرآنَ وَعَلَّمَہٗ دیکھ لیجئے قرآن مجید کے کیسے کیسے فضائل ہیں، اگر حافظ تیس پارے پڑھے اور رمضان المبارک جیسے مقدس مہینے میں پڑھے، اور مسجد میں رمضان کی راتوں میں پڑھے، اور اس کے بعد سو دوسو پانچ سو روپیہ معاوضہ لے، حیرت کی بات یہ ہے کہ کیسے ایک انسان اس پر تیار ہو سکتا ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ ہے ایک روز بہت جوش میں آکر کہنے لگے، خدا کی قسم اگر کوئی پورا ایک ملک پیش کرے اور کہے کہ پوری سلطنت لے لو اور ایک مرتبہ اللہ کہنے کا ثواب مجھے دیدو، واللہ میں راضی نہ ہونگا۔ اور قرآن تو اللہ کے ذکر سے بھرا ہوا ہے، ایک ایک حرف اللہ کا کلام ہے، اور اس عالم میں سب سے بڑی قیمتی چیز، جس کا براہ راست اللہ سے تعلق ہے وہ قرآن مجید ہے اور جو سب سے بڑی دولت اس آسمان کے نیچے ہے، وہ قرآن مجید ہے، اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نسبت ہے، اللہ کا کلام ہے، اس کو کلام قدیم کہتے ہیں، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ متکلم ہے اور یہ اس کا کلام ہے اس سے بڑھ کر تو کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی، اس لئے اپنی قدر خود کرنا چاہیئے، اور سمجھنا چاہیئے کہ آپ کے پاس کیا دولت ہے؟ اگر آپ کو پتہ چل جائے کہ آپ کے پاس کیا دولت ہے تو آپ کے قدم زمین پر نہ پڑیں، کسی امیر کی کسی دولت کی وقعت آپ کے دل میں نہیں ہو سکتی، اگر ہوتی تو ہزار بار استغفار کرتے، ارے میرے دل میں، میرے سینہ میں اللہ کا پورا کلام ہے اور میں اس تاجر کو اس وزیر کو

www.abulhasanalinadwi.org

معزز سمجھتا ہوں۔

حضرت حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے تھے کہ میرے دشمن میرا کیا بگاڑیں گے، میری جنت تو میرے سینہ میں ہے، وہ مجھ سے کیا چھین لیں گے، میں تو اپنی جنت لئے پھر رہا ہوں اللہ کا کلام، اللہ کا علم میرے سینہ میں ہے، میرا باغ تو میرے ساتھ ہے، وہ مجھے کیا قید کریں گے، میں تو بالکل آزاد ہوں، جہاں بھی رہونگا آزاد رہوں گا۔

روحانیت پیدا کرنیکے لئے عظمت اور اکتساب ضروری ہے

کیوں ایک شخص کے اندر اتنی روحانیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اتنی ترقی کرتا ہے اور ایک شخص وہ ترقی نہیں کرتا، فرق صرف عظمت اور اکتساب کا ہے، کلام اپنی جگہ عظیم ہے، لیکن اس کی عظمت کا استحضار بھی ضروری ہے، شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی مثالوں کے بادشاہ تھے، عجیب عجیب مثالیں دیتے تھے، وہ اسکی مثال دینے لگے، کہنے لگے کسی چیز کا ہونا اور چیز ہے، اور اسکا علم حضوری اور چیز ہے، نواب محبوب علی خاں جو شاہ دکن تھے، موجودہ نظام کے والد، ان کی یہ عادت تھی کہ کبھی کبھی وہ بھیس بدل کر شہر میں گشت کیا کرتے تھے، تو ایک دن یونہی بھیس بدل کر شہر میں گشت کر رہے تھے، ایک تانگہ میں بیٹھ گئے انکے ساتھ دوسرے صاحب بھی تانگہ میں بیٹھے چلے جا رہے تھے، دونوں یہ بات کرنے لگے، کہو بھائی! آج کل کیا خبر ہے، دوسرے صاھب یہ جان نہ سکے کہ یہ کون صاحب ہیں انہوں نے کہا کہ آج کل گلی کوچہ میں محبوب علی خاں جو ہمارے نواب ہیں، کے منھ پر ہر شخص تھوک رہا ہے اور انکو برا بھلا کہہ رہا ہے اور ایک قصہ جو اس زمانہ میں مشہور

ہوا تھا وہ ذکر کر کے اس نے کہا کہ آجکل یہ مشہور ہو رہا ہے کہ وہ یہ کر رہے ہیں اور جو منھ میں آیا کہنا شروع کیا، محبوب علی خاں وہیں بیٹھے رہے، اس کے بعد انہوں نے بیڑی نکالی، اور کہا دیا سلائی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں، ہے، رات کا اندھیرا تھا اس نے جو ماچس جلائی تو پہچان لیا کہ یہی محبوب علی ہیں، بس اسکے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور رعشہ پیدا ہو گیا۔ انہوں نے کہا گھبراؤ نہیں۔

بزرگان دین چھوٹے چھوٹے واقعات سے بڑے بڑے نتائج نکالتے ہیں، انہوں نے کہا کہ محبوب علی خاں تو وہی تھے جو آکر بیٹھے، اس وقت محبوب علی خاں صاحب تھے، جب پوچھا تب بھی محبوب علی خاں تھے، جب اس نے کہا تب بھی محبوب علی خاں تھے، اور اس وقت جب ماچس جلائی اور منھ دیکھا تو محبوب علی خاں بدل گئے، تو اس پر ہیبت کیوں طاری ہوئی، وجود پہلے سے تھا، علم اب حاصل ہوا، حالت ہی بدل گئی، تو وجود قرآن تو وہی ہے جو آج سے تیرہ سو سال پہلے تھا، جو آپ نے بچپن میں پڑھا، آپ نے جوانی میں پڑھا، جو آپ بڑھاپے میں پڑھ رہے ہیں یا پڑھیں گے، جو آپ تہجد میں پڑھتے ہیں، جو آپ تلاوت کرتے ہیں وہی قرآن مجید ہے، اس میں ایک نقطہ کا اضافہ نہیں۔ لیکن جو آپ کے اندر یہ بات پیدا ہو گئی کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور کس اللہ کا کلام، جس کی صفت یہ ہے اور کون سا کلام جس کی یہ شان ہے، اب آپ کی کیفیت اور کیفیت ہو گئی۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهٗ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ.

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰباً مُّتَشَابِهاً مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ الْجُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ.

www.abulhasanalinadwi.org

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ اسکو دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے دب جاتا، پھٹ جاتا۔

اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے ایک کتاب باہم ملتی جلتی ہوئی، اور بار بار دہرائی ہوئی، اس سے ان لوگوں کی جلد جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں کانپ اٹھتی ہے پھر انکی جلد اور انکے قلب اللہ کے ذکر کے لئے نرم ہو جاتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ دو چیزیں پیدا کرنا ہیں۔ ایک کلام اور صاحب کلام کی عظمت، دوسرے ثواب کی نیت اور ثواب کا یقین کہ ثواب مل رہا ہے، بس یہ دو چیزیں ہیں جن کی وجہ سے ایک شخص اعلیٰ مقام ولایت تک پہونچ جاتا ہے۔

قربِ الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن کریم ہے

بعض حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ سلوک کا آخری درجہ قرآن ہے، اور نوافل میں قرآن مجید پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے، جب سالک تمام مقامات طے کرلیتا ہے جو ذکر سے طے ہوتے ہیں، اس کے بعد جو آخری درجہ ہے قرب الٰہی کا، وہ کلام الٰہی کی کثرت تلاوت سے حاصل ہوتا ہے، حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی فرماتے ہیں کہ جو قرب قرأت کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اس قرب کو کوئی نہیں پہونچ سکتا، اور یہ قرب استحضار سے، عظمت سے اور ثواب کے یقین سے حاصل ہوتا ہے، پڑھتے جایئے اور یقین کرتے جایئے کہ ثواب مل رہا ہے، ہر حرف پر دس نیکیاں مل رہی ہیں، اس کا شوق آپ کے دل میں زیادہ ہونا چاہیئے، جتنا زیادہ پڑھیں گے، اتنی زیادہ نیکیاں ملیں گی، بس بھائیو! اگر اپنے اندر یہ صفت پیدا کرلیں تو قرآن مجید کی تلاوت میں روح پیدا ہو جائے۔

قرآن کو بطور پیشہ پڑھنا گناہ ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اور اگر اس کو پیشہ بنائیں تو اس سے بہت اچھا ہے کہ دنیا کو آدمی ذریعہ بنائے کسب معاش کا، قیامت کے دن وہ لوگ جو حلال روزی حاصل کرتے تھے اور جائز طریقوں سے کاروبار کرتے تھے، ان دنیادار قاریوں، حافظوں اور عالموں سے بدرجہا آگے ہوں گے، جنہوں نے دین کو ذریعہ بنالیا تھا اپنا پیٹ بھرنے کا اور دنیا کمانے کا، تاجروں میں بکثرت اولیاء اللہ نکلیں گے جو سمجھتے تھے ہم دنیادار ہیں، صرف بچوں کے پالنے اور اپنا پیٹ پالنے کے لئے ایک دھندہ کیا ہے، اور اس میں ذکر کرتے تھے، نماز پڑھتے تھے، ڈرتے رہتے تھے، استغفار کرتے رہتے تھے، وہ کئی عالموں اور حافظوں سے بڑھ کر نکلیں گے، جنہوں نے قرآن مجید اور علم حدیث کو صرف دنیا کمانے کا ذریعہ بنایا۔

قرآن سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے صحبت اور محنت ضروری ہے

اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو یہ دولت عطا فرمائی ہے، تو اس میں روح بھی، خشیت بھی اور تقویٰ بھی پیدا کرنے کی کوشش کریں، اور یہ بات بغیر صحبت کے اور بغیر محنت کے حاصل نہیں ہوتی، قرآن مجید کے یاد کرنے میں آپ نے جتنی محنت کی ہے، اب اس یاد میں جان ڈالنے اور موزونیت پیدا کرنے کے لئے بھی آپ کو محنت کرنی چاہیئے، اگر آپ نے قرآن مجید کے یاد کرنے میں دو برس لگائے تو سچی بات یہ ہے کہ اس میں چار برس لگائیے، اس لئے کہ وہ تو الفاظ ہیں جس کو کافر و مومن سب پڑھ سکتے ہیں، اور بے شک کافر کو یاد ہونا مشکل ہے، لیکن یاد ہوتا ہے، اب بھی مصر و شام میں کتنے غیر مسلم ایسے ہیں، جن کو قرآن مجید یاد ہے، المنجد کا مصنف جو عیسائی تھا وہ حافظ تھا، تو معانی قرآن، علوم قرآن اور قرآن مجید کو

www.abulhasanalinadwi.org

دل میں راسخ کرنے کے لئے ،اپنے اخلاق کو صحیح کرنے کے لئے، آپ کو وقت لگانے اور محنت کرنے کی ضرورت ہے،

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھا ہوا جارہا تھا، میں نے عرض کیا کہ حضرت اس سفر میں قرآن مجید میں جوبات حاصل ہوتی ہے اور سمجھ میں آتی ہے وہ گھر پر نہیں آتی، تو حضرت بہت خوش ہوئے، اور دوسروں کو مخاطب کیا کہ دیکھو مولانا کیا کہہ رہے ہیں؟ یہی سچی بات ہے۔ میدان جہاد میں جن لوگوں نے قرآن مجید کو سمجھا تھا، اور خدمت کے میدانوں میں جنہوں نے قرآن مجید کو سمجھا تھا اور محنت کے میدانوں میں جنہوں نے قرآن مجید کو سمجھا تھا، ان کی سمجھ تو ہمارے یہاں قرآن مجید پڑھنے سے حاصل نہیں ہوسکتی۔

قرآن مجید سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو قرآن مجید کی تعظیم کرنے کی، اس پر عمل کرنیکی، اور اسکا لطف لینے کی، اور اس سے قرب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین

وماعلینا الا البلاغ.

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

نبی خاتم ودینِ کامل

ادیان وملل کی تاریخ میں اسکی اہمیت وخصوصیت

یہ تقریر ۲۹ر اکتوبر ۱۹۸۶ء کو دارالعلوم دیوبند کے زیر اہتمام "قادیانیت" کے موضوع پر ایک مذاکرہ اور سیمنار میں کی گئی۔ جس میں علماء کرام اور طالبان علوم نبوت کی ایک بڑی تعداد تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبیؐ خاتم و دِین کامل

ادیان و مِلل کی تاریخ میں اسکی اہمیت و خصوصیت

الحمدُ للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ سیّد المرسلین وخاتم النبیّین، محمد وآلہ وصحبہ أجمعین، ومن تبعھم باحسان ودعا بدعوتھم الی یوم الدین۔

أما بعد! فأعوذ باللّٰہ من الشیطن الرّجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُم نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الاِسْلَامَ دِیْنَاً۔ (سورۃ المائدہ۔۳) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کردیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

صدر محترم ! حضرات گرامی قدر اور برادران عزیز! قادیانیت کے موضوع پر دارالعلوم دیوبند جیسی عالمی مرکزی تاریخی درسگاہ اور مرکز فکر و عمل میں میرے علم میں یہ پہلی مجلس مذاکرہ ہے، جس میں تحقیقی، علمی مقالات پیش

www.abulhasanalinadwi.org

کیے جائیں گے، اور قادیانیت کا علمی، دینی اور کلامی طریقہ پر مفصل جائزہ لیا جائیگا، آپ حضرات قابل مبارکباد ہیں کہ آپ آخر تک یہاں تشریف رکھیں گے اور ان مقالات اور خطبات سے فائدہ اٹھائیں گے، میں اپنی محرومی پر متاسف ہوں کہ میں اس سے پورے طور پر استفادہ نہیں کر سکوں گا، بعض حالات اور بعض ضروریات کا تقاضہ ہے کہ میں جلسہ کے داعیوں اور اپنے رفقاء کار اور بزرگوں سے جلد اجازت لوں، میں اس وقت جو کچھ عرض کروں گا، وہ قرآن مجید، ادیان و ملل کی تاریخ، اور مذاہب کے تقابلی مطالعہ کے ایک حقیر طالب علم کی حیثیت سے کچھ اشارات ہوں گے، جن کا زیادہ تر تعلق اہل علم اور ان طلبہ سے ہوگا جو دین کی خدمت کے لئے اپنے کو تیار کر رہے ہیں۔

حضرات!

قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین کے تعلق سے دو چیزیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکا وعدہ اور مذاہب و ادیان کو بنیادی طور پر انکی ضرورت ہے ایک اشاعتِ دین دوسرے حفاظتِ دین۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، قرآن مجید میں دونوں کے بارہ میں واضح اشارات موجود ہیں، مثلاً اشاعتِ دین کے لئے صاف کہا گیا ہے :۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ. (سورة التوبة.۳۳) وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک ناخوش ہی ہوں۔

اور کہیں فرمایا گیا :۔

www.abulhasanalinadwi.org

وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (سورۃ التوبۃ ۳۲) اگرچہ کافروں کو بُرا ہی لگے۔

" لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ" سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دین تمام ادیان پر غالب ہو کر رہے گا اور محض سیاسی، انتظامی طور پر اور اقتدار اعلیٰ کی حیثیت سے نہیں، بلکہ دلائل کے لحاظ سے بھی اور تسخیر ذہنی و تسخیر عقلی کے میدان میں بھی۔

دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کو بشارت دی گئی اور پیشن گوئی کی گئی ہے :۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ. وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا، فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا. (سورۃ النصر) جب اللہ کی مدد آپہونچی اور فتح (حاصل ہو گئی) اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ غول کے غول، خدا کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو وہ معاف کرنے والا ہے۔

" يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا." کا دل کش منظر آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں دکھا دیا گیا، لیکن یہ منظر بار ہا سامنے آتا رہا ہے۔

تیسری طرف سورۂ نور میں کہا گیا ہے :۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا. (سورۃ النور. ۵۵) جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا، جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا، اور ان کے دین کو جسے اس نے ان

www.abulhasanalinadwi.org

کے لئے پسند کیا ہے مستحکم وپائدار کردے گا اور خوف کے بعد انکو امن بخشے گا۔

"تمکین فی الارض" کا نتیجہ اشاعتِ دین بھی ہے اسی لئے فرمایا گیا:۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ. (سورۃ الحج) یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انکو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں۔

یہ الفاظ بڑے جامع، وسیع، معنی خیز اور فکر انگیز ہیں، اور تاریخ ان کی حرف بحرف تصدیق کرتی ہے۔

جہاں تک صیانت و حفاظتِ دین کا تعلق ہے جو دوسرا رکن ہے، اور بہت اہم رکن ہے، قرآن میں اس کی ضمانت دی گئی ہے، اور اسکے لئے ایک عظیم اور چونکا دینے والا اعلان کیا گیا ہے، اور تاریخ کو اسکا شاہد بنایا گیا ہے، وہ خدا کا یہ فرمان اور قرآن مجید کا یہ اعلان ہے:۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ. (سورۃ الحجر. ۹) بیشک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

صاف صاف کہا گیا ہے کہ ہم نے "الذکر" یعنی قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے براہ راست اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔

حضرات!

میں تاریخ کو قرآن مجید کی تفسیر تو نہیں کہوں گا کہ یہ بڑی جرأت کی بات ہوگی، لیکن میں تاریخ کو قرآن مجید کی تصدیق ضرور کہوں گا، تاریخ بتاتی ہے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

جہاں تک دوسرے ادیان کا تعلق ہے، اشاعتِ دین کے میدان میں ان متعدد ادیان کے کامیاب ہونے میں کوئی شک نہیں، اپنے اپنے دور میں کسی نے آدھی دنیا فتح کرلی، کسی نے چوتھائی دنیا پر اپنا اثر قائم کیا، کوئی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گیا، ان مذاہب میں جنہوں نے عالمی طور پر دنیا کے وسیع ترین رقبہ معاشرۂ انسانی اور فکرِ انسانی پر گہرا اثر ڈالا ہے، تاریخ ادیان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں دو مذاہب خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ایک بُدھ مذہب جس نے تقریباً وسط ایشیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، اور جس کے اثرات افغانستان و ترکستان ہی تک نہیں (جن میں سمر قند و بخارا بھی شامل ہیں) بلکہ شام تک پھیلے، ٹکسلا کے حفریات (کھودائیاں) اور انکشافات بتاتے ہیں کہ اس مذہب کے اثرات پاٹلی پُتر (مشرقی ہندوستان) سے لے کر پنجاب (مغربی ہندوستان) تک اور پنجاب کے اس علاقہ سے (جو اب راولپنڈی اور اسلام آباد کے قریب ہے) بحر روم (MEDI-TERRANEAN SEA) کے ساحل پر واقع ممالک اور شہروں تک پھیلے ہوئے تھے، یہاں تک کہ وہاں کی تہذیب اور فنِ تعمیر بھی اس سے متاثر ہوا تھا، اس مذہب نے دنیا کے بہت بڑے رقبہ کو متاثر کیا، اور چین و جاپان تک پھیلا، جہاں وہ ابھی تک موجود ہے۔

دوسرے نمبر پر عیسائیت آتی ہے، جو فلسطین کے حدود سے نکل کر (جہاں اس کا ظہور ہوا تھا) وسط یورپ تک پہونچی، بالآخر بازنطینی شہنشاہی کا سرکاری مذہب بن گئی، بحر روم کے ساحل پر واقع ممالک اور آبادیوں پر سایہ فگن ہوئی، قسطنطنیہ اس کا مذہبی و سیاسی دار السلطنت تھا، پھر یورپ اور امریکہ کے برّ اعظم کلیۃً اپنے اپنے وقت پر اس کے حلقہ بگوش بن گئے۔

لیکن تاریخ یہاں حیرت انگیز طریقہ پر یہ بات بھی بتاتی ہے کہ جس قدر دونوں عالمی مذہبوں نے اشاعت کے تعلق سے عظیم الشانِ وبے نظیر کامیابی حاصل کی، اسی قدر وہ حفاظت دین کے میدان میں اور اپنی اصلی روح کے ساتھ محفوظ رہنے میں ناکام رہے، وہ بہت جلد اندرونی سازشوں کا بھی شکار ہوئے، اور بیرونی اثرات کا بھی۔

بُدھ مذہب کی تاریخ بتاتی ہے کہ بہت جلد ہی وہ دین جو معاشرہ کی اصلاح، ذات پات کی تفریق کو ختم کرنے، اور بت پرستی کے بحران اور اسکی "سرسامی کیفیت" کے خلاف میدان میں آیا تھا، اور اس نے اس کے خلاف عَلَمِ بغاوت بلند کیا تھا، خود انسان پرستی، بُت سازی اور مُجسّمہ تراشی کا عَلَم بردار بن گیا، خود پنڈت جواہر لال نہرو نے DISCOVERY OF INDIA (انکشافِ ہند) میں فاضل ہندو مستند مورّخین کے حوالہ سے صاف لکھا ہے کہ بُدھ مذہب جس چیز کو مٹانے آیا تھا، خود اسی کا شکار ہو گیا۔

ایک ہندو فاضل C.V. VAIDYA اپنی کتاب "ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی تاریخ (HISTORY OF MEDIAEVAL HINDU IN DIA) میں راجہ ہرش (۶۰۶۔۶۴۸) کے بارے میں لکھتے ہیں :۔

> "اس زمانہ میں ہندو مذہب اور بدھ مذہب دونوں ہی یکساں طور پر بت پرست تھے، بلکہ شاید بدھ مت بت پرستی میں ہندو مذہب سے بھی آگے بڑھ گیا تھا، یہ مذہب حقیقتاً خدا کے انکار سے شروع ہوا لیکن آخر کار اسنے بدھ کو ہی سب سے بڑا خدا بنالیا، بعد میں اور دوسرے خداؤں مثلاً BODHISTA-

www.abulhasanalinadwi.org

VAS کا اضافہ ہوتا گیا، اور خصوصاً مہایانا مذہب (اسکول)
میں بت پرستی نے حتمی طور پر قدم جمالئے، ہندوستان میں
اسے اس قدر عروج حاصل ہوا کہ بعض مشرقی زبانوں میں
"بدھ" کا نام ہی "بت" کے ہم معنی ہو گیا۔

میں نے خود اپنی آنکھوں سے ٹکسلا (TAXILA) کی زیر زمین کھدائیوں میں جو شہر بر آمد ہوئے ہیں، ان کو دیکھا ہے کہ گوتم بدھ جی کے مجسموں کی وہ بھر مار ہے کہ ایک انسان کو متلی ہونے لگتی ہے (میں یہ لفظ قصداً استعمال کر رہا ہوں کہ مجھ پر یہ امتلائی کیفیت گذر چکی ہے) چھوٹے، بڑے، چوڑے، چپکے، لمبے، بھدّے، خوبصورت ہر طرح کے مجسمے سیکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں، تو جو مذہب بت پرستی مٹانے آیا تھا وہ بہت جلدی بت پرستی نہیں بلکہ بدھ پرستی کا شکار ہو گیا، خدا کی شان نظر آتی ہے کہ بت پرستی کے خلاف جو تحریک پیدا ہوئی تھی، وہ بت پرستی کا اتنا بڑا شعار بن گئی؟ اس نے زبان کے ذخیرہ اور فکرِ انسانی کو ایک نیا لفظ دیا ہے، جو سکۂ رائج الوقت کی طرح تمام دنیا میں رائج ہو گیا، اس طریقہ سے شخصیت پرستی، انسانی تقدیس اور اپنی فکر، اور مراقبہ کی طاقتوں کو ایک انسان پر مرکوز کرنے کا رجحان یہ بدھ مذہب سے پیدا ہوا۔

جہاں تک عیسائیت کا تعلق ہے، اس کے متعلق خود عیسائی مؤرخین کا یہ اعتراف ہے کہ عیسائی مذہب جتنی جلدی تحریف کا شکار ہوا، اس کی نظیر مذاہب کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے، پہلی صدی ہی میں وہ ایک بڑی سازش کا جس کا قائد سینٹ پال (SAINT PAUL) (۱۰ء۔۶۶ء) تھا شکار ہو گیا، اور ایک نئی عیسائیت، ایک متبادل عیسائی نظامِ عقائد، نظام عبادات اور نظام معاشرت وجود میں

آ گیا، جس کا تعلق اپنے حقیقی داعی (سیدنا مسیح علیہ الصلاۃ والسلام) سے برائے نام ہے، وہ حقیقت میں سینٹ پال (SAINT PAUL) کی تخلیق ہے، چوتھی صدی کے آخر ہی میں عیسائی سوسائٹی میں تثلیث کا عقیدہ کس طرح سرایت کر گیا تھا، اس کے متعلق ایک عیسائی فاضل لکھتا ہے :۔

> "یہ عقیدہ کہ خدائے واحد تین اقانیم سے مرکب ہے عیسائی دنیا کی پوری زندگی اور افکار میں چوتھی صدی کے آخر ہی میں سرایت کر چکا تھا اور طویل عرصہ تک سرکاری اور تسلیم شدہ عقیدہ کی حیثیت سے جس کو پوری مسیحی دنیا مانتی تھی باقی رہا، یہاں تک کہ انیسوی صدی عیسوی کے نصف ثانی میں اس عقیدہ کے تغیر اور اس شکل تک پہونچنے کا راز فاش ہوا"۔

اس سے زیادہ صراحت وجرأت کے ساتھ زمانۂ حال کا ایک مسیحی فاضل ERNEST DE BUNSEN اس تغیر وانقلاب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے :۔

> "جس عقیدہ اور نظام کا ذکر ہمیں انجیل میں ملتا ہے، اس کی دعوت مسیح نے اپنے قول و عمل سے کبھی نہیں دی تھی، اس وقت عیسائیوں یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان جو نزاع قائم ہے، اسکی ذمہ داری حضرت مسیح کے سر نہیں ہے، بلکہ یہ سب اس یہودی عیسائی بے دین پال کا کرشمہ ہے، نیز صحف مقدسہ کی تمثیل و تجسیم کے طریقہ پر تشریح اور ان صحیفوں کو پیشن گوئیوں اور مثالوں سے بھر دینے کا نتیجہ ہے،

پال نے اسٹیفن (STEPHEN) کی تقلید میں جو مذہب ایسانی (ESSENE) کا داعی ہے، حضرت مسیح کے ساتھ بہت سی بدھ رسوم وابستہ کردیں، آج انجیل میں جو متضاد کہانیاں اور واقعات ملتے ہیں، اور جو حضرت مسیحؑ کو ان کے مرتبہ سے بہت فروتر شکل میں پیش کرتے ہیں، وہ سب پال کے وضع کئے ہوئے ہیں، حضرت مسیحؑ نے نہیں بلکہ پال اور ان کے بعد آنے والے پادریوں اور راہبوں نے اس سارے عقیدہ ونظام کو مرتب کیا ہے، جس کو آرتھوڈکس مسیحی دنیا نے اٹھارہ صدیوں سے اپنے عقیدہ کی اساس قرار دے رکھا ہے"۔

یہاں پر قرآن مجید کا کھلا اعجاز معلوم ہوتا ہے، تاریخ مذاہب وادیان کا ایک انصاف پسند طالب علم اگر صرف اس جملہ پر ایمان لے آئے کہ صحراء میں پیدا ہونے والے اور صحراء میں زندگی گزارنے والے ایک امّی پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے کتنی بڑی تاریخی حقیقت ادا کی گئی ہے کہ مسیحیت کے پیرووں کو "ضالّین" کے وصف ولقب سے مخصوص کیا گیا ہے، یہ ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے، جس پر خود تاریخ ادب سے اپنا سر خم کرتی اور پورا تاریخی ذخیرہ سرافگندہ ہوکر اسکی تصدیق کرتا ہے، اور مؤرخین حیران ہوکر رہ جاتے ہیں۔

میں آپ کی توجہ اس لسانی تجربہ پر مبذول کرتا ہوں کہ جو الفاظ دوسری زبانوں میں منتقل ہوئے ہیں بعض اوقات ان کی طاقت اور ان کے اپنے مفہوم کے ادا کرنے میں فرق واقع ہوگیا ہے، الفاظ کا بھی تاریخی سفر ہوتا ہے، جیسے انسانی قافلوں، تہذیبوں اور افکار انسانی کا تاریخی سفر ہے، جب وہ سفر طے کرتے ہیں تو

www.abulhasanalinadwi.org

اپنی بہت سی تازگی کھودیتے اور بہت سے خارجی ومقامی اثرات قبول کر لیتے ہیں، اردو میں بھی عربی کے بہت سے الفاظ ہیں، جن کو اپنے صحیح مفہوم ومعنی میں سمجھنا مشکل ہو گیا ہے، اور ان میں وہ زور وقوت باقی نہیں رہی جو اصل زبان میں تھی، ان میں ایک لفظ "ضلالت" بھی ہے "ضلالت" کو ہر طرح کے فسادِ عقیدہ، ہر درجہ کے فسادِ عمل، معمولی انحراف، اور چھوٹی بڑی غلط فہمی کے معنی میں لیا جاتا ہے، لیکن لسانیات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ جیسے اشیاء اور خارجی موجودات کا درجہ حرارت (TEMPERATURE) ہوتا ہے، ویسے ہی الفاظ کا بھی ایک ٹمپریچر ہوتا ہے، اور جیسے اجسام کا ایک سائز ہوتا ہے، الفاظ کا بھی ایک سائز ہوتا ہے، حیرت انگیز بات ہے کہ جس برگزیدہ ہستی نے مسیحیت کی تاریخ نہیں پڑھی تھی، اس کے لئے کوئی ذرائع معلومات نہیں تھے، اور جس کا ایک مسیحی ملک میں جانا صرف چند دن کے لئے اور کسی مسیحی سے ملنا چند منٹوں کے لئے ثابت ہے، اس کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت ادا کی ہے، کہ یہودیوں کے لئے " اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ " کا لفظ استعمال کیا ہے اور عیسائیوں کے لئے "الضآلین " کا لفظ آیا ہے۔

تنہا یہ لفظ قرآن مجید کے مُنزّل من اللہ اور وحی الٰہی ہونے کے لئے کافی ہے، مسیحیوں کے لئے دس لفظ استعمال کئے جا سکتے تھے، عربی جیسی وسیع زبان میں پچاس لفظ ہو سکتے تھے، اور سب منطبق ہوتے، لیکن اس میں ایک کھلا ہوا فرق رکھا گیا ہے، یہود کے لئے "اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ" کا لفظ آیا ہے، یہود کی پوری تاریخ بتلاتی ہے، کہ وہ "اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِم"(غضب الٰہی کے مورد و مستحق) ہیں، انہوں نے انسانی اخلاقیات ورجحانات، انسانی کردار وعمل، اور معاشرۂ انسانی پر جو سلبی وانتشار انگیز اثرات ڈالے ہیں، اور صدیوں تک تاریخ انسانی میں تخریبی

www.abulhasanalinadwi.org

وسازشی کردار ادا کیا ہے، انکے ساتھ خدا کا جو معاملہ رہا ہے اور ان میں ہر دور میں جس طرح کی بغاوت اور جس طرح کی سرکشی پیدا ہوئی ہے، انہوں نے جس طرح اپنے آپ کو خدا کی برکتوں اور نصرتوں سے محروم کیا ہے، ان کے لئے المغضوب علیھم، سے زیادہ کوئی اور لفظ موزوں نہیں۔

جو شخص بھی کتاب "تعلیم حکمائے صیہون" (البروتوکولات) کا مطالعہ کرے گا کم سے کم مشہور امریکی صنعت کار اور ملک التجار سر ہنری فورڈ (HEN-RY FORD) کی کتاب "بین الاقوامی یہودی" پر نظر ڈالے گا جس میں سابق الذکر کتاب کے بکثرت اقتباسات اور عبارتیں آئیں ہیں اسکے یہودیوں کے نسل انسانی کو خراب کرنے، اخلاق اور معاشرہ کو بگاڑنے اور آنے والی نسلوں کو معنوی اور اخلاقی طور پر دیوالیہ بنانے کے بارے میں بین الاقوامی سطح پر لرزا خیز اور ہولناک منصوبوں کو دیکھ کر اسکے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے اور یہودیوں کے مورد غضب الٰہی اور دشمن انسانیت ہونے کا یقین ہو جائیگا، یہاں پر بہت اختصار کے ساتھ چند منصوبوں کے عنوانات لکھے جاتے ہیں:۔

۱۔ ہر مذہب کے حاملین مذہب اور دینداروں کی مخالفت اور ان سے جنگ، اور انکے پیغام اور مقام کے اثرات کو زائل کرنا اور انکو نظر سے گرانا۔

۲۔ مخرب اخلاق اور ہیجان انگیز لٹریچر کی تیاری اور اشاعت جس میں عقل و منطق اور اخلاقیات کا کوئی گزر نہ ہو۔

۳۔ عالمگیر جنگوں کا سلسلہ شروع کرنا اور انکے لئے فضاء تیار کرنا۔

www.abulhasanalinadwi.org

۴۔ سربراہانِ حکومت اور اہل اقتدار کے ساتھ شطرنج کے مہروں کی طرح کھیلنا (تاکہ وہ یہودیوں کے سیاسی مقاصد کی تکمیل کر سکیں)

۵۔ نوجوانوں کو تعلیم، لٹریچر، ناولوں اور فلموں کے ذریعہ خراب کرنا، انکے ذہن کو بگاڑنا اور ان میں جنسی آوارگی پیدا کرنا۔

یہاں پر "تعلیم حکمائے صیہون" (بر توکولات) کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے، جس سے اس سازش کی گہرائی اور اس میں یہودیوں کی کامیابی کا کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے، جس کا انہوں نے خود اعلان واقرار کیا ہے وہ لکھتے ہیں :۔

"صحیح صورت حال کو سمجھنے اور حقائق کی مدد سے ہمیں کامیابی حاصل کرنے میں بڑی سہولت ہوئی اور وہ یہ حقیقت ہے کہ ہم جن لوگوں کے ساتھ اپنے روابط قائم کرنا چاہتے ہیں، ہم انکی ان دکھتی ہوئی رگوں کو پکڑتے ہیں، اور اس لے میں گاتے ہیں، جو انسانی عقل میں سب سے زیادہ ہیجان پیدا کرنے والی ہے، جیسے رقوم کے بڑے بڑے میزانئے، عشق ومحبت کے جذبات، انسان کی مادّی ضرورتوں میں اطمینان وسکون، ان کمزور انسانی پہلوؤں میں سے ہر پہلو انسان ومعاشرہ کے محرکات وجذبات کو مفلوج ومعطل بنانے کے لئے کافی ہے، اس لئے کہ اس سے لوگ ان لوگوں کے رجحانات کے غلام بن جاتے ہیں، جو انکی عملی قوتوں اور سرگرمیوں کو اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

قبضہ میں کر لیتے ہیں"۔

لیکن جنہوں نے عیسائیوں کی تاریخ وسعت و دقتِ نظر سے پڑھی ہے، ان کا قلب سلیم، ان کا تاریخی مطالعہ اور ان کی حقیقت پسندی اور انصاف پروری شہادت دے گی کہ ان کا معاملہ صرف محدود و جزئی گمراہی، نری بے عملی اور غلط فہمی کا نہیں ہے، ان کی صورتِ حال ایک ایسے راہ رو اور مسافر کی ہے جو منزل مقصود کی طرف لے جانے والے راستہ سے بھٹک کر ٹھیک الٹی طرف لے جانے والے راستے پر پڑ جاتا ہے، اور معکوس سفر شروع کر دیتا ہے، وہ جتنا قدم آگے بڑھاتا ہے، اور تیز روی سے کام لیتا ہے اپنی منزل مقصود سے دور اور دور سے دور تر ہوتا چلا جاتا ہے، اور اسکے متعلق (مقامات کے ناموں کی تبدیلی کے ساتھ) فارسی کا یہ پرانا شعر پڑھنا حسب حال ہوتا ہے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ میروی بترکستان است

یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے ان ادیانِ سابقہ کے ساتھ اشاعت دین کا معاملہ فرمایا، اور آخری دین کے آنے سے پہلے اور نبوت کے ختم ہونے سے پیشتر ان کے ذریعہ لاکھوں انسانوں کو ہدایت اور ان کو نجات حاصل ہوئی، لیکن چونکہ ان ادیان کو قیامت تک باقی رہنا نہیں تھا، اس لئے حفاظتِ دین کا ان کے لئے نہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا اور نہ قرآن مجید میں اس کی کوئی تصریح ہے، اس کے برخلاف قرآن مجید میں ان ادیان کے متعلق ہے۔

بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ. (سورة المائدہ. ٤٤) کیوں کہ وہ (علمائے یہود و نصاریٰ) کتابِ خدا کے نگہبان مقرر

www.abulhasanalinadwi.org

کئے گئے تھے، اور اس پر گواہ تھے (یعنی حکم الٰہی کا یقین رکھتے تھے)۔

ایک طرف اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے متعلق فرماتا ہے " اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ " دوسری طرف صحف سابقہ کے بارہ میں فرماتا ہے "بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ" (وہ لوگ (علمائے یہود و نصاریٰ) کتاب اللہ کی حفاظت کے ذمہ دار بنائے گئے) اور ایک جگہ بھی یہ نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے قدیم آسمانی کتابوں کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے۔

اس میں بہت بڑا دخل ان ادیان میں ختم نبوت کے عقیدہ اور اعلان کے نہ ہونے کو ہے، مدعیان نبوت کے سلسلہ کو روکنے کے لئے ان ادیان میں کوئی دیوار نہیں بنائی گئی، کوئی پشتہ تعمیر نہیں کیا گیا، کوئی اعلان نہیں کیا گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں مدّعیان نبوت یکے بعد دیگرے پیدا ہوتے رہے، لوگ ان کی دعوتوں سے متاثر ہوتے رہے، اور یہودی و مسیحی دنیا کو ایک شدید ذہنی اور مذہبی انتشار سے واسطہ پڑتا رہا۔

یہودی اور مسیحی تاریخ کو پڑھنے والا اس بات کو صاف طریقہ پر دیکھتا ہے، کہ مدّعیان نبوت کا کثرت سے پیدا ہونا یہودی دنیا کے لئے اپنے حلقہ اثر میں، اور مسیحی دنیا کے لئے اپنے حلقہ اثر میں، ایک عظیم الشان آزمائش اور فتنہ بنا ہوا تھا، یہ ان کے لئے ایک زبردست بحران (CRISIS) اور ایک اہم مسئلہ (PROBLEM) کی حیثیت رکھتا تھا، مجھے سب سے پہلے اس کی طرف توجہ علامہ اقبالؒ (اللہ تعالیٰ ان کے درجے بلند فرمائے) کی تحریر سے منعطف ہوئی کہ انھوں نے (میرے مطالعہ میں) پہلی مرتبہ یہ لکھا ہے کہ ختم نبوت اس اُمت کا طرۂ امتیاز اور اس کے حق میں نعمتِ عظمیٰ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ عظیم الشان

www.abulhasanalinadwi.org

نعمت عطا فرمائی ہے کہ ختم نبوت کا مختتم اعلان کردیا گویا انسانوں کو یہ بتایا کہ اب تمہیں باربار وحی کے انتظار میں آسمان کی طرف دیکھنا نہیں ہے، اب زمین کی طرف دیکھو، اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں زمین کو (جس میں تم خلیفۃ اللہ فی الارض بنائے گئے ہو) آباد کرنے اور اپنی صلاحیتوں سے انسانوں کی قسمت بدلنے، سہولت بہم پہنچانے، اور انکے لئے وہ ماحول مہیا کرنے میں صرف کرو جو انکو نجات اُخروی اور سعادت دُنیوی کے حصول میں معاون ہو، اب تم اپنی توانائی اس میں ضائع نہ کرو کہ ہر تھوڑے وقفہ کے بعد آسمان کی طرف دیکھا کرو کہ کوئی نیا نبی تو نہیں آرہا ہے، کوئی نیا الہام تو نہیں ہورہا ہے؟ آسمان سے براہ راست کوئی نئی راہنمائی ہونے والی ہے؟ انہوں نے یہ لکھا ہے کہ ختم نبوت ایک ایسی نعمت ہے جس نے اس اُمت کو انتشار، ذہنی کشمکش، اور جعل سازوں کی سازشوں کا شکار ہونے سے بچالیا۔

میں نے اس روشنی میں یہودیت اور مسیحیت کی تاریخ براہِ راست پڑھنی شروع کی تو میں نے دیکھا کہ یہودی اور مسیحی علماء سر پکڑ کر (اور اس کو "مبالغہ" نہیں کہہ رہا ہوں) رو رہے ہیں، اور اس پریشانی کا اظہار کر رہے ہیں کہ ہم کیا کریں؟ عجیب مصیبت ہے، روز ایک نیا مدّعی نبوّت پیدا ہوتا ہے، اس کو صادق وکاذب ثابت کرنے کے لئے کوئی پیمانہ چاہئے اور وہ بھی ایسا ہونا چاہئے جو سب کی سمجھ میں آئے، ہماری طاقت اور ذہانت اسی میں صرف ہورہی ہے کہ ہم یہ ثابت کریں کہ فلاں جعلی مدّعی نبوّت ہے، فلاں دجّال، کذّاب، ہے صدیوں تک یہودی اور مسیحی دنیا اس آزمائش میں مبتلا رہی ہے۔

میں یہاں معتبر یہودی و مسیحی ماخذ کے صرف دو اقتباس پیش کرتا ہوں، امریکی برطانی جیوش ہسٹاریکل سوسائٹی کا ایک فاضل رکن ALBERT M.

TAYMSON (البرٹ ایم ٹامسن) " انسائیکلو پیڈیا مذاہب واخلاق میں لکھتا ہے :۔

"یہودی حکومت کی آزادی سلب ہو جانے کے بعد پچھلی چند نسلوں تک بہت سے خود ساختہ مسیحاؤں کا ذکر یہود کی تاریخ میں ملتا ہے، جلا وطنی کے تاریک ترین زمانوں میں امید اور خوشخبری کے یہ پیغامبر، خود ساختہ قائدین کی حیثیت سے یہود کو ان کے وطن (جہاں سے ان کے آباء واجداد نکال باہر کئے گئے تھے) واپس لے جانے کی امیدیں دلاتے رہتے تھے، اکثر اوقات اور خصوصاً قدیم زمانہ میں ایسے "مسیح" ان مقامات پر اور ایسے زمانہ میں پیدا ہوتے تھے، جہاں یہود پر ظلم وستم انتہا کو پہنچ جاتا تھا، اور اس کے خلاف بغاوت کے آثار پیدا ہو جاتے تھے، اس قسم کی تحریکیں عموماً سیاسی نوعیت کی حامل ہوا کرتی تھیں، خصوصاً بعد کے زمانہ میں تقریباً ہر تحریک کا یہی رنگ تھا، اگرچہ یہ تحریکیں مذہبی عنصر سے کم عاری ہوا کرتی تھیں، لیکن اکثر ان کے بانی بدعات کو فروغ دے کر اپنی سیادت کا دائرہ اور اثر ورسوخ بڑھانے کی کوشش کرتے تھے، جس کے نتیجہ میں یہودیت کی اصل تعلیمات کو بہت نقصان پہنچتا تھا، نئے نئے فرقے جنم لیتے اور پھر بالآخر عیسائیت یا اسلام میں ضم ہو جاتے تھے"۔

EDWIN KNOX MITCHELL ہارٹ فورڈ (HART-

(FORD کے مدرسہ دینیات میں یونانی، رومی اور مشرقی کلیسا کی تاریخ کے پروفیسر مسیحیت کو پیش آنے والے اس ابتلاء کے بارہ میں میں لکھتے ہیں :۔

"ان جھوٹے نبیوں کے ظہور نے جو ماورائی حکمت (SUPERIOR WISDOM) کے مدعی ہوتے تھے، بہت جلد بے اعتمادی پیدا کر دی اور کلیساؤں اور ان کے رہنماؤں کو اس خطرہ کا احساس دلایا جو ان کی فلاح و بہبود کے گرد منڈلا رہا تھا، تاہم ابھی کوئی ایسا تادیبی طریقہ وجود میں نہیں آیا تھا، جو جانا پہچانا بھی ہوتا، اور ان مکّاروں کا زور بھی ختم کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو، جنہیں یہ دعویٰ تھا کہ خدا ان سے کلام کرتا ہے، اور ان پر بذریعہ وحی اپنے رازہائے سربستہ منکشف کرتا ہے، ابھی تک کوئی ایسا معیار نہیں دریافت ہو پایا تھا، جس کے ذریعہ ان مدّعیانِ روحانیت کی صداقت کا امتحان لیا جا سکتا، ایسے معیار کا دریافت ہونا قطعاً ضروری تھا، اور اگر یہ دریافت نہ بھی ہوتا تو بھی کلیسا اس کی تخلیق کر کے رہتا تاکہ اس کے ذریعہ مذہب کو بنیادی اصولوں میں انتشار اور زندگی کو الحاد کے راستہ پر جا پڑنے سے بچا سکے، اور اس طرح خود اپنی حفاظت کا انتظام کر سکے"۔

آپ خیال کیجئے کہ جب یہ صورت حال ہو تو پھر دوسرے کام کیسے ہو سکتے ہیں ؟

یہاں پر ہمیں اس حدیث کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے جس کو ہم پڑھتے پڑھاتے رہتے ہیں، میں بھی انہی لوگوں میں ہوں جنہوں نے الحمد للہ حدیث کا

www.abulhasanalinadwi.org

درس لیا، اور دیا بھی، لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس وقت ہم اس حدیث کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکے، لیکن جب ختم نبوت کا مسئلہ آیا اور ان یہودیوں اور عیسائیوں کی ذہنی پریشانی اور بحرانی کیفیت کا علم ہوا تو اس حدیث کو ہمیں سمجھنے میں مدد ملی، بخاری کی حدیث ہے۔

"جاء رجل من اليهود إلى عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال : ياأميرَ المؤمنين إنكم تقرأون آية في كتابكم ، لو علينا معشر اليهود نزلت لا تخذناذلك اليوم عيداً ، قال: وأي آية ؟ فقال قوله: " اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ " فقال عمر رضی اللہ عنہ والله إني لأعلم اليوم الذي نزلت على رسول الله ﷺ والساعة التي نزلت فيها على رسول الله ﷺ عشية عرفة يوم جمعة"

اس میں ہر چیز قابلِ توجہ ہے، معمولی یہودی نہیں، ایک یہودی عالم نے سیدنا عمرؓ کے سامنے آکر کہا کہ امیر المؤمنین! آپ اپنی مقدس کتاب میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں کہ اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس روز کو روز جشن بنا لیتے، لیکن آپ لوگ آسانی سے پڑھ جاتے ہیں، (آپ کو اندازہ نہیں کہ وہ آیت کتنی عظیم الشان وہ ایک حدّ فاصل، اور امت کے حق میں ایک نعمت ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ کون سی آیت ہے، یہودی نے کہا کہ " اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ الخ" حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم اس روز بلکہ اس وقت کو بھی خوب جانتے ہیں، جب آنحضرت ﷺ پر وہ نازل ہوئی تھی، وہ جمعہ کا دن اور عرفہ کی شام تھی۔

اس جواب میں فاروقی ذہن اور فاروقی راہنمائی کام کرتی نظر آتی ہے، آپ نے فرمایا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وقوف عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی، یہ تو

www.abulhasanalinadwi.org

رکھی رکھائی عید ہے، اس طرح حضرت عمرؓ نے اس کی طرف بھی اشارہ کردیا کہ ہمیں کسی نئے تہوار اور جشن کی ضرورت نہیں (اور اسلام حقیقتاً تہواروں اور جشنوں کا مذہب بھی نہیں ہے)۔

میں اس یہودی کے فہم کی اور اس کے نظر کی داد دیتا ہوں، اس کا بیان ایک تاریخی شہادت کا درجہ رکھتا ہے، یہ شہادت روایتی اور تاریخی طور پر بھی معتبر ہے، اور قرائن وآثار کے اعتبار سے بھی قابلِ فہم ہے، اس حدیث نے ثابت کردیا کہ ایک یہودی عالم کی شہادت کے مطابق (جو اپنے مذہب کا واقف کار اور مستند نمائندہ ہے) یہودی مذہب میں کوئی ایسا اعلان نہیں کہ نبوت ختم ہوگئی، اور ہمارے یہاں اس کا صاف اعلان موجود ہے، اگر ہمارے سامنے وہ یہودی عالم ہوتا تو آپ دیکھتے کہ اس کے چہرے پر کیا اُتار چڑھاؤ ہے اور حسرت وافسوس کے کیا آثار ہیں؟ اگر کوئی شخص اس کے الفاظ کی طاقت اور اس تعبیر کی گیرائی وگہرائی پر غور کرے تو اس کو کچھ اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس نے کس طرح اور کس حسرت سے اپنے اس مفہوم کو ادا کیا ہوگا، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طرح کا کوئی اعلان نہیں کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ہمارے دین اسلام کو یہ خصوصیت عطا فرمائی اور دین کے مختتم محکم وکامل ہونے کا آخری طور پر اعلان فرمادیا۔

میں یہاں پر یہ عرض کردوں کہ اسلامی تاریخ میں یہ دونوں فرض (اشاعتِ دین اور حفاظتِ دین) دوش بدوش اور ساتھ ساتھ چلتے رہے ہیں، لیکن اشاعتِ دین کے لئے ان دقیق وعمیق بلند ونازک صفات کی اتنی ضرورت نہیں جتنی حفاظتِ دین کے لئے ضرورت ہے، اشاعت دین کا جہاں تک تعلق ہے، وہ

www.abulhasanalinadwi.org

بادشاہوں کے ذریعہ سے بھی ہوئی، فاتحین ممالک اور بانیانِ سلطنت کے ذریعہ سے بھی ہوئی، تنہا ولید بن عبدالملک کی خلافت کے دور میں (جس کو ہم معیاری نہیں سمجھتے) لاکھوں اور ممکن ہے کروڑوں آدمی مسلمان ہوئے ہوں اسلئے کہ جس وسعت کے ساتھ ولید کے زمانہ میں دنیا فتح ہوئی اس کی نظیر دوسرے خلفاء وسلاطین کے عہد میں مشکل سے ملے گی، عقبہ بن نافع دمشق سے چلتے ہیں، اور مصر سے لے کر لیبیا طرابلس، الجزائر، تونس اور مراکش ورباط تک پہنچ جاتے ہیں، شمالی افریقہ کی پوری پٹی مسلمان ہو جاتی ہے، وہ بحر ظلمات میں گھوڑے ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ! یہ سمندر حائل نہ ہوتا تو میں تیری زمین کے آخری سرے تک تیرا دین پھیلاتا چلا جاتا، میں نے اپنے سفر مغرب کے دوران وہ جگہ دیکھی ہے جس کا نام آج تک ''اسفی'' ہی ہے، معلوم ہوا کہ انہوں نے اس حسرت اور خلوص کے ساتھ وہ لفظ کہے تھے کہ آج تک اس جگہ کا نام اسفی ہے۔

جہاں تک اشاعت دین کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ فاتحین، وقائدین عساکر اسلامیہ کو جزائے خیر دے، ہمیں ان کا احسان ماننا چاہئے، انکے لئے کلمۂ خیر کہنا چاہئے، میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو فاتحین وقائدین کے سارے کارناموں پر یکسر پانی پھیر دیتے ہیں، اور ان کو خالص دنیادار اور دنیا طلب سلاطین وملوک کی طرح پیش کرتے ہیں، اللہ نے ان سے بڑا کام لیا، خلفائے بنی امیہ کے ذریعہ اور دوسرے مسلمان سلاطین کے ذریعہ بڑے پیمانہ پر اشاعت اسلام ہوئی۔

لیکن اشاعت اسلام کے لئے ان نازک صفات، اندرونی روحانی طاقت اس دین پر اعتماد کلی اور اس کے بارے میں مکمل شرح صدر اور اس غیرت دینی کی اتنی ضرورت نہیں جتنی حفاظت دین کے لئے ضرورت ہے۔ اس لئے حفاظت دین کا

فریضہ علماء کے سپرد کیا گیا ہے،نائبین رسول کے سپرد کیا گیا ہے،اشاعت دین میں دونوں شریک ہیں،اس میں کوئی شبہ نہیں، سیدنا عبدلقادر جیلانی اوران کے متبعین کے ذریعہ افریقہ میں اسلام جس طرح پھیلا، حضرمی سادات وشیوخ وتجار کے ذریعہ ملیشیااور انڈونیشیا جس طرح مسلمان ہوئے،نائب رسول اللہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور انکے جانشینوں کے ذریعہ اسلام جس طرح پھیلا ہے،افسوس ہے کہ اس کا مفصل ریکارڈ موجود نہیں ہے، مگر تاریخ سے متواتر یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے یہاں تک کہ ابو الفضل جیساSECULARمورخ بھی بلند الفاظ میں اس کااعتراف کرتا ہے۔

ہندوستان کی اشاعت اسلام کی تاریخ میں تین نام اور بہت نمایاں نظر آتے ہیں، امیر کبیر سید علی ہمدانی جن کے ہاتھ پر کشمیر کابڑا حصہ مسلمان ہوا، شیخ اسماعیل لاہوری۔۔اور خواجہ فریدالدین گنج شکر، تیرھویں صدی ہجری کے ایک باخبر عالم ومورخ مولانا عبد الأحد کہتے ہیں کہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے ہاتھ پر چالیس ہزار آدمی مسلمان ہوئے۔

لیکن حفاظتِ دین کا اب سارا انحصار ہمارے علماء پر ہے، ہمارے مدارس کے فضلاء پر ہے، اور میں اس سلسلہ میں عرض کرتا ہوں کہ اس کی پیشن گوئی موجود ہے،مشکاۃ شریف میں حدیث موجود ہے:۔

یحمل هذا العلم من كل خلف عدله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتأويل الجاهلين. اس علم کے حامل ہر نسل میں سے وہ لوگ ہوں گے جو دیانت وتقویٰ سے متصف ہوں گے وہ اس دین کی غلو پسندوں کی تحریف، اہل باطل کی غلط نسبت وانتساب اور جاہلوں کی تاویلات سے حفاظت

www.abulhasanalinadwi.org

کریں گے۔

میں پھر آپ سے کہتا ہوں کہ :۔

وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی. اِنْ ھُوَ اِلاَّ وَحْیٌ یُّوحٰی. (سورۃ النجم. ۳. ۴) (اللہ کے نبی) نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں، یہ (قرآن) تو حکم خدا ہے جو (انکی طرف) بھیجا جاتا ہے۔

ایک نبی مُرسَل اور صادق و مصدوق کی زبان ہی سے یہ الفاظ نکل سکتے ہیں، اسلام کی پوری تاریخ اصلاح و تجدید آپ پڑھیں، حفاظتِ دین کے جتنے کام ہوئے ہیں، صیانتِ دین کے جتنے کام ہوئے ہیں، ان میں سے ہر کام ان عنوانوں میں سے کسی نہ کسی عنوان کے تحت آتا ہے، افسوس ہے کہ ہم نے ان الفاظ کے اعماق اور آفاق کا جائزہ نہیں لیا اور ان کا صحیح اندازہ نہیں کیا، الفاظ کے لئے اعماق بھی ہوتے ہیں آفاق بھی، الفاظِ نبوی کے آفاق بھی وسیع سے وسیع تر اور اعماق بھی عمیق سے عمیق تر ہیں، اللہ کے برگزیدہ رسول کے سوا چودہ سو برس پہلے کوئی نہیں کہہ سکتا تھا، ،"ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتأویل الجاھلین" ساری تاریخِ اصلاح و تجدید اس کی تشریح ہے۔

اب میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ان فتنوں میں جو اُمّت کی تاریخ میں رونما ہوئے فتنۂ قادیانیت سرِفہرست ہے، مجھے تاریخ کے اس حصہ سے خصوصی دلچسپی رہی ہے، جس کا تعلق ملّتِ اسلامیہ کے دین و عقائد، فکر و رُجحان اور تحریکوں سے رہا ہے، اس لئے میں اپنے محدود مطالعہ کی روشنی میں کہہ سکتا ہوں کہ ظہورِ اسلام سے لے کر اس وقت تک کوئی فتنہ اسلام کی تاریخ میں اتنا نازک اور ابتلا کا نہیں تھا، جتنا قادیانیت، اس کا خطرناک پہلو یہ ہے کہ وہ ایک مستقل دین اور متوازی اُمّت کی

www.abulhasanalinadwi.org

تشکیل کی دعوت ہے، اس لئے ہمارے بہت سے اُن علماء حضرات کو جنہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا (اللہ تعالیٰ ان کے درجے بلند فرمائے) اس پہلو کے تفصیلی و تنقیدی مطالعہ کا موقع نہیں ملا، بہت سی چیزیں زمان و مکان سے متعلق ہوتی ہیں، ذہانت، وفور علم، اس کے ادراک کے لئے کافی نہیں، جو واقعہ ابھی پیش نہیں آیا، جو دعوے ہمارے سامنے نہیں آئے، ان دعوؤں کا ہم پہلے سے نوٹس کیسے لے سکتے ہیں، حقیقتاً قادیانی لٹریچر اس طرح کھلے طریقہ سے سامنے نہیں آیا تھا کہ یہ حضرات یہ اندازہ کرتے، ہمارے بہت سے مناظرین اور مدافعین نے (جو ہمارے اعتراف واحترام کے مستحق ہیں) بیشتر ایک اسلامی فرقہ کی حیثیت سے قادیانیت پر نظر ڈالی، اور اسی دائرہ کے اندر اس کا احتساب کیا، لیکن معاملہ یہ نہیں ہے، معاملہ یہ ہے کہ وہ ایک متوازی امت اور ایک مستقل دین کی داعی ہے، یہاں پورا دینی نظام ترتیب دیا گیا ہے، شعائر کے مقابلہ میں شعائر، مقدسات کے مقابلہ میں مقدسات، مرکز کے مقابلہ میں مرکز، قبلہ کے مقابلہ میں قبلہ، محبت کی جگہ پر محبت، عظمت کی جگہ پر عظمت، ایک طریق فکر و استدلال کی جگہ پر دوسرا طریق فکر و استدلال، کتابوں کی جگہ پر کتابیں، ہر چیز کا انھوں نے بدل مہیا کیا ہے، اور ہر چیز انھوں نے متبادل دی ہے، یہاں تک کہ اسلامی تقویم کے قمری و ہجری مہینوں کے مقابلہ میں انھوں نے مہینوں کے نئے نام رکھے ہیں، اتنا وقت نہیں ہے کہ اسکو تفصیل سے بیان کیا جاسکے، متعدد کتابوں میں اس کی تفصیلات اور نمونے ملیں گے، خود میری کتاب ''قادیانیت'' میں ایک مستقل باب ''ایک مستقل دین اور ایک متوازی امت'' کے عنوان سے ہے۔

ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ ''قادیانیت'' ایک مستقل دین اور

www.abulhasanalinadwi.org

متوازی اُمت بنانے کی کوشش ہے، بلکہ مرزا صاحب کو انبیاء علیہم السلام پر بھی فضیلت دی گئی ہے، مجھے پھر کہنا پڑتا ہے کہ علامہ اقبال نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھا، میرے علم میں انہوں نے اپنے ان انگریزی مضامین میں جو جواہر لال نہرو صاحب کے اٹھائے ہوئے اس سوال کے جواب میں کہ قادیانیت کے خلاف مسلمانوں میں آخر اتنا جوش وخروش کیوں پایا جاتا ہے، وہ بھی ایک مسلمان فرقہ ہے، کمال اتاترک نے بھی دین میں اصلاحات کیں، وہ بھی بعض نئی چیزیں پیش کرتے ہیں، لیکن ان کے خلاف تکفیر وتنقید کی یہ ہنگامہ آرائی نہیں ہوئی، علامہ اقبال نے اس بات کو واضح کیا کہ اس اُمت کی اجتماعیت مربوط ہے ختم نبوت کے عقیدہ سے، یہ خاص توفیق الٰہی تھی، میں اس کو اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد اور ـــ وللہ جنود السمٰوات والأرض ـــ کی تفسیر سمجھتا ہوں، اگر خدانخواستہ علامہ اقبال کو اس بارے میں ذرا سا تردد پیدا ہو جاتا، یا وہ تذبذب کا شکار ہوتے تو اس نئی تعلیم یافتہ نسل کو بچانا کسی کے بس میں نہیں تھا، لیکن ان مخلصین کی دعاؤں کا نتیجہ ہے، کہ اللہ کی توفیق سے علامہ اقبال کا ذہن اس بارہ میں بالکل صاف تھا، انہوں نے اس سلسلہ میں علمی وفکری انداز پر بڑا اہم کردار ادا کیا، انہوں نے اپنے اس انگریزی مضمون میں جو جواہر لال صاحب کے جواب میں شائع ہوا، یہ لکھا ہے کہ ''اسلام بحیثیت دین ومذہب اپنے عقائد اور اپنی شریعت پر قائم ہے، لیکن بحیثیت ایک معاشرہ وجماعت یہ اُمت ختم نبوت کے عقیدہ پر قائم ہے، اسلام کے قیام کے لئے اس کی شریعت کافی ہے، لیکن جہاں تک امت کا تعلق ہے اس امت کی شیرازہ بندی، اس امت کا باہمی ربط، اس امت کا دوام اس کا تسلسل ختم نبوت کے عقیدہ سے وابستہ ہے''۔

اور دوسری بات ان کی گرفت میں یہ آئی کہ یہ فتنہ برطانوی حکومت اور

www.abulhasanalinadwi.org

مغربی اقتدار کی سازش اور ایک گہری اور دوررس منصوبہ بندی کا جزہے، اور یہ ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے جس کا دستاویزی ثبوت موجود ہے، خود مرزا صاحب اپنی کتاب "تریاق القلوب" میں لکھتے ہیں :۔

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اسقدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں، میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب، مصر اور شام اور کابل وروم تک پہنچادیا ہے، میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہوجائیں اور مہدی خونی و مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہوجائیں"۔

انہوں نے لفٹنٹ گورنر پنجاب کو ۲۴ر فروری ۱۸۹۸ء میں جو درخواست پیش کی تھی، اس میں اپنے خاندان کو اور اپنی ذات کو گورنمنٹ برطانیہ کا وفادار اور جاں نثار اور سرکار انگریزی کا "خود کاشتہ پودا" کے نام سے موسوم کیا ہے، علامہ اقبال نے بڑے لطیف اور حکیمانہ انداز میں اس ربط و تعلق کو ظاہر کیا ہے جو "قادیانیت کی تحریک اور برطانوی سیاست کے مصالح ومفادات کے درمیان پایا جاتا ہے، "امامت" کے عنوان سے وہ فرماتے ہیں ؂

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے

www.abulhasanalinadwi.org

حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانہ کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینہ میں، تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست
زندگی اور بھی تیرے لئے دشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
فتنۂ ملّتِ بیضا ہے امامت اسکی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

"نبوت" کے عنوان سے فرماتے ہیں ؎

میں نہ عارف نہ مجدّد نہ محدّث نہ فقیہہ
مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوّت کا مقام
ہاں! مگر عالم اسلام پہ رکھتا ہوں نظر
فاش ہے مجھ پہ ضمیر فلک نیلی فام
عصرِ حاضر کی شب تار میں دیکھی میں نے
وہ حقیقت کہ ہے روشن صفتِ ماہِ تمام
وہ نبوّت ہے مسلماں کے لئے برگِ حشیش
جس نبوّت میں نہیں شوکت و قوت کا پیام

یہ وہ شخص کہہ رہا ہے جس نے کیمبرج کی یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم پائی،
اللہ تعالیٰ نے دو آدمیوں کو پنجاب میں پیدا کیا (میں مولانا سید محمد علی

www.abulhasanalinadwi.org

مونگیریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا محمد حسین بٹالویؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے رفقاء و تلامذہ نیز پروفیسر الیاس برنی، مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی وغیرہم کا ذکر نہیں کروں گا کہ وہ سب ایک مستقل مضمون بلکہ رسالہ و کتاب کے مستحق ہیں) آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ ان کو دعاؤں میں یاد رکھیں، ایک علامہ اقبال دوسرے مولانا ظفر علی خاں، ایڈیٹر زمیندار، اگر یہ دونوں وقت پر میدان میں نہ آتے تو نئی نسل کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا، جو ہماری زبان نہیں سمجھتی، ہمارے طرزِ استدلال کو نہیں سمجھ سکتی، ان کو علامہ اقبالؔ کی اِس عمیق و مؤثر اور سحر انگیز شاعری اور ظفر علی خاں کے زورِ کلام نے قادیانیت کے آغوش میں جانے سے روکا۔

حضرات فضلاء، طلبائے عزیز، مہمانانِ کرام! میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ حفاظتِ دین کا فرض آج بھی اسی طریقہ سے علماء اور طالبانِ علومِ دینیہ اور ہماری درس گاہوں میں پرورش پانے والوں اور نائبانِ رسول کے ذمہ ہے، جیسے کہ پہلی صدی سے لے کر اس وقت تک رہا ہے، اس لئے ہر موقع اور صحیح جگہ پر یہ مجلس مذاکرہ، یہ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے، میں نے عرض کیا کہ حفاظتِ دین کے شرائط و صفات، اشاعتِ دین کے شرائط و صفات سے زیادہ دقیق و عمیق، زیادہ نازک اور زیادہ اہم ہیں، اس کے لئے دین کا عمیق فہم ہونا چاہیئے، اس کے لئے اسرار و حقائقِ دین سے واقفیت ہونی چاہیئے، اس کے لئے صاحبِ فن اور ماہرینِ علومِ دینیہ اور اساتذہ سے استفادہ و تلمذ اور براہ راست دین کے سمجھنے اور عربی زبان پر عبور حاصل کرنے کی ضرورت ہے، اس کے لئے تفسیر و حدیث اور تاریخ اصلاح و تجدید کے وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے۔ پھر ایک بیدار ضمیر اور اس سے بھی بڑھ کر

www.abulhasanalinadwi.org

حمیتِ دینی و غیرتِ اسلامی کی ضرورت ہے۔ ؎

میرے دیکھے ہوئے ہیں مشرق و مغرب کے میخانے

آپ کے اسلاف کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

میں اپنے مطالعہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ دسویں صدی ہجری سے لے کر اس وقت تک حفاظت دین کا فریضہ اس گروہ قدسی نے ادا کیا جس کے سر خیل اور سر گروہ سیدنا مجدد الف ثانیؒ ہیں (۹۷۱ھ-۱۰۳۲ھ) شیخ الاسلام ابن تیمیہ (برد اللہ مضجعہ) کے بعد ہمیں اس پایہ کے مجدد دین، اور اس پایہ کے محافظین دین کم نظر آتے ہیں، لیکن مجدد الف ثانیؒ کے عہد سے لے کر (جن کی ولادت ۹۷۱ھ میں ہوئی اور ۱۰۳۲ھ میں وفات ہے) ہمارے اس عہد تک کم سے کم بر صغیر ہند میں یہ فریضہ ان درس گاہوں اور علمی و دینی مرکزوں کے فضلاء نے انجام دیا جو حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فکر و مسلک اور ان کے بنائے ہوئے نقشہ پر قائم ہوئے، اور آج بھی یہ ان کے کرنے کا سب سے بڑا کام ہے۔

گماں مبر کہ بپایاں رسد کار مغاں

ہزار بادۂ نا خوردہ در رگ تاکست

اس وقت آپ کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ ہندوستان میں دین کا فہم، دین کی صحیح تعبیر، دین کا صحیح تصوّر، اور دین کی اصلی بنیادیں متاثر نہ ہونے پائیں، یہ سب سے بڑا فریضہ ہے مدارس عربیہ کے فضلاء اور ان سے انتساب رکھنے والے علماء واہل فکر کا، صیانت دین و حفاظت دین کا میدان علماء ہی کا میدان ہے اور علماء ہی اس میدان کا حق ادا کر سکتے ہیں اس لئے میں نے یہ عرض کیا کہ اس کے لئے ان محاذوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے، جن کا ذکر حدیث بالا "ینفون عنه

www.abulhasanalinadwi.org

تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین" میں آیا ہے، ہمیں حضور ﷺ نے فصول والواب دے دیئے ہیں، ہم کو اہم ناکوں اور فیصلہ کن محاذوں پر کھڑا کر دیا ہے، فتنے کے دروازے کیا ہیں "تحریف الغالین... وانتحال المبطلین... تاویل الجاھلین" اور میں اپنے قابلِ احترام فاضل دوستوں سے کہتا ہوں کہ اس وقت نہیں، ایک دن دو دن سوچ کر کوئی چوتھا عنوان تجویز کریں جو اِس حدیث میں نہیں آیا ہے وہ دیکھیں گے کہ وہ عنوان ان میں سے کسی نہ کسی عنوان کے تحت آجاتا ہے، اس میں دعویداران نبوت بھی آتے ہیں، دین میں تحریف کرنے والے بھی آتے ہیں، اہل الحاد بھی آتے ہیں، بر خود غلط تجدد و ترقی پسند بھی آتے ہیں، بدعات کے داعی بھی آتے ہیں، باطنیہ بھی آتے ہیں، فرق ضالہ کے ترجمان بھی آتے ہیں، شہرستانی کی "تاریخ الملل والنحل" آج بھی موجود ہے، اس کے بعد بھی اس موضوع پر کتابیں ملتی ہیں، آپ ان میں سے وقت کا کوئی فتنہ اور کوئی ضلالت لے آئیں، ان میں سے کسی نہ کسی عنوان کے تحت آجائے گی "تحریف الغالین" کی حقیقت واضح کرنا "انتحال المبطلین "کی نقاب کشائی کرنا، اور "تاویل الجاھلین" کی قلعی کھولنا اور اس سب سے اُمت کی حفاظت کرنا آج بھی علماء کے ذمہ ہے۔

قادیانیت کا پس منظر کیا ہے؟ قادیانیت کو مسلمان معاشرہ اور اس وقت کی بے چین طبیعتوں کو متوجہ کرنے کا موقع کیسے ملا؟ آپ دیکھیں گے کہ ذہنی انتشار اور روحانیت کے غلط دعوے اور الہامات و بشرات کی ارزانی و گرم بازاری اس کا سبب بنی جس نے اس کے لئے میدان مہیا کیا، ذہنوں سے یہ نکل گیا تھا کہ اُمت میں عمیق فہم دین، صحیح طور پر دینی حقائق پیش کرنے، وقت کے فتنوں کا مقابلہ کرنے اور دین

www.abulhasanalinadwi.org

کے خلاف سازشوں کو ناکام بنانے کا سلسلہ بلا انقطاع قرن اول سے اس وقت تک رہا ہے، میں آپ کو آگاہی دیتا ہوں (اپنے مطالعہ کی روشنی میں) کہ نئی نسل اور ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ کا اعتماد اسلام کی مردم خیزی، شجر اسلام کی بار آوری، قرآن مجید کی تاثیر وہدایت کے تسلسل اور اس اُمت کی طاقتِ تولید وانتاج (طاقتِ تخلیق نہیں کہتا) کی قابلیت پر اعتماد نئی نسل کے ذہنوں میں آپ کو بحال کرنا پڑے گا، قادیانیت سے کم درجہ کے فتنے جن کے نام لینے کی ضرورت نہیں، وہ بھی اسی راستہ سے آرہے ہیں کہ ہمارے اچھے خاصے پڑھے لکھے نہیں جانتے کہ شجرِ اسلام ہر زمانہ میں سر سبز وشاداب رہا اور دین کا درخت نئے شگوفے کھلاتا رہا اور ہر زمانہ میں نئے برگ وبار لاتا رہا، محافظینِ اسلام مجددینِ دین، قائدینِ ملت اور مجاہدینِ اسلام سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہا، اور قرآنی ودینی حقائق کبھی یکسر وکلیۃً پردۂ خفا میں نہیں گئے اور دین عمومی تحریف اور اُمت اجتماعی انحراف کا کبھی شکار نہیں ہوئی، اور یہ دعویٰ کروں تو بجا ہے کہ پوری تاریخ اسلام میں ایک سال کی مدّت اور کم از کم چھ مہینے کی مدّت اور کہوں کہ وسیع عالم اسلام کے کسی محدود سے محدود رقبہ میں بھی کوئی ایسا زمانہ نہیں گذرا کہ حق بات کہنے والا ناپید ہو گیا ہو، اور دین کے بنیادی حقائق بالکل مجہول ہو گئے ہوں، اسی کی طرف اشارہ ہے اس حدیث میں "لا تجتمع أمتي على ضلالة" (میری اُمت پورے طور پر کبھی کسی گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی)

آپ کو یہ کام کرنا ہوگا، اور یہ ایک مثبت اور ایجابی کام ہے، آپ کو اس نئی نسل کا اعتماد قرآن مجید کی ابدیت پر، قرآن مجید کی قوّتِ تاثیر پر، اور اس کی قوتِ تولید پر، اور شریعتِ اسلامی کے زمانہ کا ساتھ دینے پر اور اسکے نئے مسائل

www.abulhasanalinadwi.org

ومشکلات کو حل کرنے اور علوم اسلامیہ کی حیات ونمو کی صلاحیت پر، بحال کرنا پڑے گا، یہ خیال سخت خطرناک ہے کہ اُمّت معاذاللہ عقیم ہوگئی ہے، یہ علومِ اسلامیہ اپنی طاقت وافادیت کھوچکے ہیں، ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے، اور یہ اندھیرا صدیوں سے چلا آرہا ہے، اس کے نتیجہ میں پھر کوئی مدّعی پیدا ہو سکتا ہے، اس لئے آپکو جہاں ایک طرف دفاعی کام کرنے پڑیں گے جو بسا اوقات ضروری ہو جاتے ہیں، وہیں آپ کو جرأتمندانہ ودانشمندانہ اقدام بھی کرنا ہوگا، آپ کو دین کی ایسی تشریح کرنی ہوگی، جس سے اُمّت کو اس دین کی ابدیت اور ہر زمانہ کا نہ صرف ساتھ دینے، (میں دین کو اس سے بالاتر سمجھتا ہوں کہ صرف زمانے کا ساتھ دے سکنے کا ذکر کروں) بلکہ نئی نسل کی قیادت کی اور زمانہ کی رہنمائی کی صلاحیت کو ثابت کرنا ہوگا، زمانہ کا ساتھ دینا کیا ہوتا ہے، زمانہ کا ساتھ تو سارے مذاہب دے رہے ہیں، لیکن اپنے وقت پر صحیح قیادت، مسائل ومشکلات کا حل، اُمّت اور نئی نسل کو نئے نئے فتنوں سے بچانے کی صلاحیت اس اُمت کے علماء اور قائدین کی خصوصیت ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

ترے ضمیر پہ جبتک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کُشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشّاف

(اقبالؔ مرحوم)

www.abulhasanalinadwi.org

کاروانِ ملت کا جلیل القدر مسافر

رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی طرف سے پہلی ایشیائی کانفرنس منعقدہ کراچی کے اختتام پر ۹ر جولائی ۱۹۷۸ء کو ایک استقبالیہ جلسہ میں یہ تقریر کی گئی۔ اس جلسہ میں سیاسی جماعتوں کے رہنماء، دینی ، تعلیمی، سماجی حلقوں کی نمائندہ شخصیتیں، ممتاز ادیب وصحافی، نیز اسلامی ایشیائی کانفرنس میں آئے ہوئے مختلف ممالک کے مندوبین معتدبہ تعداد میں شریک تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کاروانِ ملت کا جلیل القدر مسافر

بعد خطبۂ مسنونہ۔

دل کہے اور دل سنے

حضرات! میں سب سے پہلے تو آپ کی اس محبت اور اعتماد کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جس کا آپنے مجھے اہل سمجھا اور اس لگاتار بارش کے موسم میں یہاں تک تشریف لانے کی زحمت گوارا کی، بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ انسان الفاظ اور زبان کو جو جذبات اور خیالات کے اظہار کا عام ذریعہ ہے، ناقص سمجھنے لگتا ہے، آپ سب کو معلوم ہے کہ میں اپنے خیالات کا اظہار زبان و قلم سے مختلف موقعوں پر کرتا رہتا ہوں، لیکن میں بے تکلف آپ کے سامنے اس احساس کا اظہار کر رہا ہوں کہ مجھے الفاظ کا بڑے سے بڑا ذخیرہ اور زبان کی بڑی سے بڑی روانی اس وقت ناکافی معلوم ہوتی ہے، جب سامعین کا خلاصہ، تعلیم یافتہ اور صاحب فکر طبقہ کا عطر، اور ملت کا دل و دماغ سامنے ہو تو پھر جی چاہتا ہے کہ دماغ کہے اور دماغ سنے، یا دل کہے اور دل سنے، لیکن ابھی تک سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی ہے کہ میری آواز کے ساتھ میرے دل کی دھڑکنیں بھی آپ تک منتقل ہو سکیں، یہ تو کچھ ان اہل

www.abulhasanalinadwi.org

دل کا معمول یا خدا کا انعام تھا کہ دل سے باتیں کرتے تھے۔

میں اس وقت ذہنی کشمکش میں مبتلا ہوں کہ بات کہاں سے شروع کروں اور اپنی بات کو کس طرح سمیٹوں، میں نے کل اسلامی ایشیائی کانفرنس کی اختتامی تقریر میں جو عربی میں تھی، تین اشعار انتخاب کئے تھے، میں تھوڑی دیر عالم تحیّر میں رہا کہ کس زبان کا انتخاب کروں، سب سے پہلے تو مجھے خیال آیا کہ اردو زبان میں خطاب کروں کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد اسکو سمجھتی اور بولتی ہے، لیکن پھر مجھے عربی زبان سے شرم آئی کہ میں اس کو کیا جواب دوں گا، وہ قرآن کی زبان ہے، ایمان کی زبان ہے، اور رابطۂ عالم اسلامی کی بھی سرکاری زبان ہے جس کے اسٹیج سے میں تقریر کر رہا تھا، اس لئے میں نے اس کا حل تلاش کیا کہ میں ان تین زبانوں سے جن میں شدبد رکھتا ہوں ایک ایک شعر منتخب کر لوں، چونکہ آپ حضرات اس وقت تشریف نہیں رکھتے تھے، اس لئے میں ان کو پھر دہراتا ہوں۔

میں نے عربی کا یہ شعر انتخاب کیا۔

حمامة جرعى حومة الجندل اسجعى فانت بمرأى من سعا دومسمع

(اے حومۃ الجندل کے ریگ زار کے کبوتر: اس سے بہتر چہکنے کا کوئی موقع نہیں اس لئے کہ سعاد (محبوبہ) قریب ہے، وہ دیکھ بھی رہی ہے) میں نے کہا آپ سب اس محفل کے سعاد ہی نہیں سعداء ہیں۔

فارسی میں عرفیؔ یا نظیریؔ، یا حافظؔ یا جامیؔ کا کوئی شعر انتخاب کرتا اور پڑھ سکتا تھا، لیکن مجھے اقبال سے شرم آئی کہ اس سرزمین کا سب سے بڑا فارسی گو شاعر ہے، میں اس کو چھوڑ کر عرفیؔ و نظیریؔ کی طرف کیوں جاؤں، میں نے ان کا شعر انتخاب کیا۔

تاتو بیدار شوی نالہ کشیدم ورنہ
عشق کاریست کہ بے آہ وفغاں نیز کنند

پھر میں نے کہا کہ میں اردو کا شعرا پنے ہی شہر لکھنؤ کے نامی گرامی شاعر امیرؔ مینائی کا انتخاب کرتا ہوں ۔

امیرؔ جمع ہیں احباب حال دل کہہ لے
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

میں نے یہ کہانی اس لئے دہرائی کہ یہ آخری شعر اس وقت بالکل حسب حال اور اس موقع کے لئے زیادہ موزوں ہے۔

حضرات! میں سمجھتا ہوں کہ ایک صاحب پیغام، صاحب امر و نہی اور سیاسی وزن رکھنے والی اور دنیا میں ظلم وزیادتی کو روکنے کی صلاحیت رکھنے والی، عدل ومساوات کا سبق سکھانے والی اور خدا کا پیغام بلند سطح سے پہچانے والی ملّت کی حیثیت سے فیصلہ کی دو گھڑیاں تھیں، میرے نزدیک ایک تو وہ دن تھا، جب سلطنت عثمانیہ کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا، یعنی یہ کہ سلطنت عثمانیہ نہ صرف باقی رہے گی، بلکہ اس طرح باقی رہے گی کہ دنیا کے سیاسی نقشہ پر وہ کوئی اثر ڈال سکے گی، بہ حیثیت امت کے پاسبان اور خادم کے اس کا وجود بر قرار رہے گا یا نہیں؟ حقیقت میں یہ عثمانی ملّت کی تقدیر کا فیصلہ نہیں تھا، بلکہ، ملّتِ اسلامیہ کی تقدیر کا فیصلہ تھا، اس لئے کہ بعض اوقات پیغاموں کی قسمت ملتوں سے وابستہ ہو جاتی ہے، اس لئے کہ پیغام کبھی خلا میں نہیں ہوتا، اور ملّت بھی خلا میں نہیں ہوتی، اسی زمین پر اس کا وجود قائم ہوتا ہے، امّت اسلامیہ اپنا سیاسی وزن قوموں پر، وقت کے اہم فیصلوں پر، تاریخ کے دھارے پر ڈال سکے گی یا نہیں؟ اس کا موقع یا تو اس دن تھا، جب

www.abulhasanalinadwi.org

سلطنت عثمانیہ کی قسمت کا فیصلہ ہونے جا رہا تھا یا دوسرا موقع وہ ہے جو آج در پیش ہے۔

یک لحظہ غافل گشتم وصد سالہ راہم دور شد

پاکستان آج ایک موڑ پر آکے کھڑا ہو گیا ہے، کاتب کی تقدیر قلم لئے کھڑا ہے کہ کیا لکھے، بہت سے ایسے مواقع ہوتے ہیں کہ اگر ہماری آنکھیں عالم غیب کی چیزوں کو دیکھ سکتی ہیں تو ہم دیکھیں گے کہ کاتب کی تقدیر فیصلۂ الٰہی کا منتظر ہے، یہ تو میں نہیں کہوں گا کہ وہ آپ کا منتظر ہے لیکن فیصلۂ الٰہی کا منتظر ہے، اور فیصلۂ الٰہی بہت سی چیزوں پر موقوف ہوتا ہے، اس لئے نہیں کہ خدا کسی کا محتاج ہے، بلکہ یہ سنت اللہ ہے، سنت اللہ یہ ہے کہ اللہ تعالی دیکھتا ہے کہ قوموں میں کہاں تک اخلاص ہے، کتنا عزم ہے، کس قدر صلاحیتیں ہیں، کچھ تقدیریں ہوتی ہیں، جو بدلتی رہتی ہیں، اور بدلی جا سکتی ہیں، جن کو ہماری قدیم زبان میں تقدیر معلق کہتے ہیں، تقدیر معلق کا جہاں تک تعلق ہے بعض مرتبہ اگر دیکھنے والی آنکھیں ہوں، اور قرآن کا گہرا مطالعہ ہو تو معلوم ہوتا ہے، جیسے کاتب تقدیر منتظر ہے، فیصلۂ خداوندی کا، بعض اوقات کسی جماعت کے حق میں اور بعض اوقات کسی فرد کے حق میں کہ کیا فیصلہ لکھے؟ وہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ اس کا ایک لمحہ صدیوں کے برابر ہوتا ہے، اس کی ایک لغزش پوری پوری قوم کے سفینہ کو غرق کر دینے کے لئے کافی ہوتی ہے، فارسی کے ایک شاعر نے کبھی کہا تھا ؂

رفتم کہ خار از پا کشم، محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم، وصد سالہ راہم دور شد

شاعر اپنی ذہانت اور قوت متخیلہ سے بہت سے ایسے مضامین بیان کر دیتے

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں جن کا اصل مصداق ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوا، وہ اپنی طباعی اور مضمون آفرینی سے بعض باتیں کہہ جاتے ہیں، بعض مرتبہ برسوں کے بعد، بعض مرتبہ صدیوں کے بعد وہ وقت آتا ہے، جب اس شعر کی صحیح تشریح ہوتی ہے، اور اس میں جان پڑتی ہے، مجھے اس میں بڑا شک ہے کہ شاعر نے جس وقت یہ لافانی شعر کہا تھا، اس وقت اس کے سامنے کوئی ایسا واقعہ تھا کہ کسی مسافر، کسی شریک کارواں کو اپنے تلوے کے کانٹے نکالنے کے لئے بیٹھنا پڑا ہو اور کارواں گذر گیا ہو، وہ کارواں کیا تھا، وہ مسافر کیا تھا؟ کہنے والے نے کیا سوچ کر کہا تھا، اور کس واقعہ کی طرف اس کا اشارہ ہے؟ میرے خیال میں وہ واقعہ اس لازوال شعر کا ہرگز مستحق نہیں ہوگا، شاعر کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ ایک ملک ابھرے گا، ایک طاقت ابھرے گی، ایک کارواں، ملّت اسلامی کا ایک کارواں رواں دواں ہوگا، اور اس ملّت کے کاروان حیات کا ایک مسافر جس کا نام پاکستان ہے، اپنے پاؤں کی کوئی پھانس نکالنے کے لئے کارواں سے بچھڑ جائے گا (میں ان پھانسوں کی طرف اشارہ نہیں کروں گا، ان کا تعیّن نہیں کروں گا، اس لئے کہ یہ اس شعر کی عظمت اور اس کی منزل کی اہمیت کے خلاف ہوگا، اس شعر کو یہ بات مجروح کرے گی کہ میں کسی پھانس کا نام لوں، اس لئے یہ تو میں آپ پر چھوڑتا ہوں کہ آپ کے دل کن کن پھانسوں کا تصور کریں گے) لیکن یہ واقعہ ہے کہ اگر یہ شعر صحیح طور پر منطبق ہوتا ہے تو ہماری اور آپکی موجودہ صورت حال پر۔

کاروانِ ملّت کا جلیل القدر مسافر

پاکستان اس کاروان حیات کا ایک جلیل القدر مسافر ہے، ملّت کا کارواں سفر کی منزل میں ہے، اس کی صف اوّل کا ایک مسافر جس کے پاؤں میں کچھ

www.abulhasanalinadwi.org

کانٹے چبھ گئے ہیں یا کچھ پھانسیں لگ گئی ہیں، ان پھانسوں کو دور کرنے میں اگر اس نے تاخیر سے کام لیا، اگر اس حالت میں اس کو نیند آگئی، اگر اس حالت میں وہ کسی اور مسافر سے دست وگریباں ہو گیا تو اندیشہ ہے کہ ملّت کا کارواں بچھڑ کر رہ جائے، اس وقت آپ کی ذرا سی لغزش ملت کی قسمت پر مہر لگا سکتی ہے، ملت اسلامیہ پر آپ کا صحیح یا غلط فیصلہ اس طرح اثر انداز ہو سکتا ہے کہ، ایک صدی دو صدی تک اس ملّت کی قسمت پر پھر ایک اور ایک قفل پڑ جائے اور اس کی چابی خدانخواستہ گم ہو جائے، اس لئے کہ آپ بڑے نازک مقام پر کھڑے ہیں۔

اس مقام پر بڑی قربانی کی ضرورت ہے، مجھے افسوس ہے کہ قربانی کا لفظ اتنی کثرت سے استعمال ہوا ہے، اور ہماری سیاسی تحریکوں نے (لکھنؤ کی زبان میں کہوں گا کہ) اسکی مٹی ایسی پلید کی ہے اور علمی زبان میں کہوں گا کہ ایسا غلط استعمال کیا ہے کہ وہ اپنی طاقت کھو چکا ہے، قربانی تو وہ چیز ہے کہ اس کو سنتے ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں، لیکن ہم قربانی کا لفظ جب استعمال کرتے ہیں تو ملازمت کی قربانی کو، تنخواہ کی معمولی سی قربانی کو اس کا مصداق سمجھتے ہیں، لیکن قربانی وہ باعظمت اور مقدّس چیز ہے، جس کی تاریخ ابراہیم علیہ السلام کی قربانی پر ختم ہوتی ہے، ہر چیز کا شجرۂ نسب ہوتا ہے، مسجد کا شجرۂ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنائی ہوئی مسجد کعبہ، بیت اللہ سے ملتا ہے، اور جس مسجد کا نسب مسجد ابراہیمیؑ پر جاکر ختم نہ ہو وہ مسجد خانۂ خدا کہلانے کی مستحق نہیں، وہ مسجد ضرار ہے، اور جس مدرسہ کا شجرۂ نسب صفّہ نبویؐ پر ختم نہ ہو وہ مدرسہ دانش کدہ نہیں، جہالت کدہ ہے، تو اس طرح میں کہوں گا کہ جس قربانی کا شجرۂ نسب ابراہیم خلیل اللہ کے جذبۂ ایثار و حبّ خدا اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کی بے نفسی و تسلیم و رضا پر ختم نہ ہو وہ صحیح النسب

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں ہے۔

تین قسم کی قربانیاں

آپ کو تین طرح کی قربانیاں دینی ہیں، ہماری ہر قربانی کے لئے ہماری تاریخ میں ایک امام موجود ہے، ایک قربانی وہ ہے جو سیدنا خالد بن ولید نے یرموک میں دی تھی، دوسری قربانی وہ ہے جو حضرت حسنؓ بن علی نے حضرت معاویہؓ کے مقابلہ میں امت کے انتشار کو ختم کرنے کے لئے دی تھی، تیسری قربانی وہ ہے جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے (اسلامی مملکت اور معاشرہ کو اسلامی زندگی اور اسلامی سیرت کی راہ پر لگانے کے لئے) اپنی زندگی کو بدل کر اور اپنے خاندان کے مفاد سے آنکھیں بند کر کے دی تھی، اب یہ تینوں قربانیاں پاکستان کی اس ملت اسلامیہ کو در پیش ہیں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی قربانی یہ پیغام دیتی ہے کہ عین میدان جنگ میں اگر معزول کر دیا جائے تو پیشانی پر شکن نہ آئے اور یہ الفاظ تاریخ کے رکارڈ نے اسی وقت محفوظ کر لئے کہ "اگر میں عمر کے لئے لڑتا تھا تو اب نہیں لڑوں گا، اور اگر اللہ تعالی کے لئے لڑتا تھا تو میرے جوش و سرگرمی میں کوئی فرق نہیں آئے گا" اور دنیا نے دیکھ لیا کہ اللہ کے سچے بندے نے اس کو سچا کر دکھایا کہ اس کے جوش جہاد اور شوق شہادت میں کوئی فرق نہیں آیا، دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے کہ جس شخص کا نام فتح کے ساتھ اس طرح گھل مل گیا تھا کہ ان میں فرق کرنا مشکل تھا وہ نام فتح کی علامت و اثر (Symbol) بن گیا تھا، لوگ پوچھتے تھے معرکہ میں خالدؓ ہیں یا نہیں؟ اگر جواب ملتا کہ وہ ہیں تو دل امیدوں سے بھر جاتے تھے، اصل بھروسہ خدا پر تھا، لیکن ان کی موجودگی کو فال نیک سمجھتے تھے، دنیا کی

www.abulhasanalinadwi.org

تاریخ اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی، فاروق اعظمؓ کی عظمت کے سامنے، خدا اعتمادی وخود اعتمادی کے جوہر کے سامنے مورّخ حیران ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے کہ اس خدا کے بندے نے اس ملّت کے لئے اور قیامت تک کے لئے ایک نظیر قائم کرنے کے لئے یہ قدم اٹھایا، اتنا خطرناک قدم کہ میں سمجھتا ہوں کہ جنگوں کی تاریخ میں اتنا خطرناک قدم نہیں اٹھایا گیا، اور اتنا بڑا خطرہ (Risk) مول نہیں لیا گیا کہ عین اس وقت جب سب سے بڑا فیصلہ کن معرکہ (یرموک کی جنگ) درپیش تھا، مدینہ سے ایک شخص آتا ہے اور حضرت خالدؓ کی معزولی اور حضرت ابو عبیدہؓ کے تقرر کا پروانہ ہاتھ میں دیتا ہے اور لوگوں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ خالد اب کمانڈر انچیف یا قائد افواج اسلامی نہیں رہے، انھوں نے سر جھکا دیا اور سب سپاہیوں نے دیکھا کہ خالدؓ معزول کر دیئے گئے، اور خالدؓ نے اس وقت کہا کہ "اگر جہاد سے میرا مقصد عمر بن خطاب کی خوشنودی ہوتی تو میں آئندہ جہاد سے رک جاتا، لیکن میں چونکہ اللہ کے راستے میں، اس کی رضاجوئی کے لئے اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید میں جہاد کرتا تھا، اس لئے میرے زور بازو میں کوئی فتور اور قتال کے لئے میرے جوش وسرگرمی میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔"

ملّت کا مفاد مقدّم رکھیں

ایک قربانی آپ کو اس ملک میں یہ دینی ہے کہ ملّت کے مفاد کو اپنے مفاد پر، جماعت کے مفاد پر، برادریوں کے مفاد پر اور یہاں تک میں عرض کرتا ہوں کہ ملّت کی ضرورت کا جو عنوان اور راستہ ہم نے تجویز کیا ہے، اس پر بھی ملّت کے مفاد کو مقدّم رکھیں، اس لئے کہ جماعتیں ملّت کے لئے ہیں، ملّت جماعتوں کے لئے نہیں، مولانا محمد یوسف صاحب امیر جماعت اسلامی ہند یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، میں

نے ہندوستان میں "مسلم مجلس مشاورت" کے پلیٹ فارم پر بھی یہ بات کہی تھی، اس وقت بھی اس پر ایمان رکھتا تھا، اور اب بھی ایمان رکھتا ہوں کہ اگر ملت کے مفاد کا تقاضا ہو کہ حرف غلط کی طرح جماعتوں کو مٹادیا جائے تو میرے اخلاص کا تقاضا ہوگا کہ سب سے پہلے میں اسے قبول کروں، یہ وہ قربانی ہے، جس کا سبق حضرت خالد بن ولیدؓ کی قربانی ہمیں دیتی ہے۔

حضرت حسنؓ کی قربانی کی عظمت کو ہمارے اچھے اچھے مورخ بعض مرتبہ سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ قربانی بھی کسی قربانی سے کم نہیں کہ وہ نواسۂ رسولؐ تھے، بڑے نواسے تھے، انصار علیؓ کی تلواریں نیام سے ابھی باہر تھیں، اس وقت جو شخص بھی صورت حال کا جائزہ لیتا وہ یہ پیش گوئی کر سکتا تھا کہ ابھی بڑی فوجی طاقت حضرت حسنؓ کے ساتھ ہے، اور مسلمانوں کی جذباتی وابستگی بھی ان کے ساتھ ہے، ان کے ساتھ شرعی دلائل تھے، وہ نواسۂ رسولؐ تھے، اور خلیفۂ راشد تھے، ان کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی تھی، انھوں نے دیکھا کہ یہ کشمکش بے نتیجہ ثابت ہوئی اور میرے جلیل المرتبت والد کی توانائیوں کا بڑا حصہ اس میں صرف ہو گیا، ان کا یہ ایک اجتہاد تھا کہ انھوں نے خلافت سے کنارہ کشی اختیار کی، ایک قربانی وہ ہے جو ان کے بعد ان کے عظیم المرتبت بھائی حضرت حسینؓ نے یزید کے مقابلہ میں دی، ایک اجتہاد ان کا تھا، میں ان دونوں اجتہادوں کو صحیح سمجھتا ہوں، ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں سمجھتا، یہ موقع نہیں کہ میں تاریخی اسباب بیان کروں، لیکن میرے نزدیک حالات کے بدلنے کے ساتھ احکام بدلتے ہیں، ان حالات کے مطابق حضرت حسنؓ کا فیصلہ صحیح تھا، ان حالات کے مطابق حضرت حسینؓ کا فیصلہ صحیح تھا، اور دونوں نے عالی ہمتی سے کام لیا اور کسی نے کمزوری نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

دکھائی، میں ایک منٹ کے لئے یہ ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ حضرت حسنؓ نے کسی کمزوری کی بنا پر یا کسی بیرونی دباؤ کی بنا پر یہ فیصلہ کیا بلکہ یہ تو وہ فیصلہ تھا کہ جس کی پیش گوئی زبان نبوت نے کی تھی :۔

ان ابنی هذا سید، ولعل الله ان یصلح به بین فئتین من المسلمین. میرا یہ بیٹا سردار ہے، کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرادے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی قربانی بھی کسی قربانی سے کم نہیں، وہ جب مدینہ کے گورنر تھے، اور حکمراں خاندان کے ایک فرد تو وہ اپنے اعلیٰ مذاق، ونفاست پسندی کے لئے ایک ضرب المثل کی حیثیت رکھتے تھے، ان کا فیشن نوجوانوں میں نہ صرف قابل تقلید بلکہ منتہائے کمال سمجھا جاتا تھا، انکی چال ڈھال کی نقل کی جاتی تھی اور "المشیة العمرية" کے نام سے اس زمانے کی سوسائٹی میں زبان زد خلائق تھی، بیش قیمت سے بیش قیمت کپڑا بازار سے خرید کر آتا، تو ان کی نظر میں نہ جچتا، لیکن جب خلافت کا بار ان کے کاندھوں پر پڑا تو ان کی زندگی یکسر تبدیل ہوگئی، انھوں نے اپنے اور اپنے قریب ترین اعزّہ کی جاگیریں بیت المال کو واپس کردیں، ایک مرتبہ سستے سے سستا کپڑا انکی پوشاک کے لئے آیا تو یہ کہہ کر انھوں نے واپس کردیا کہ یہ قیمتی ہیں، ان کے خادم کی آنکھوں میں پرانا زمانہ یاد کرکے آنسوں آگئے کہ بازار کے قیمتی کپڑوں کو انھوں نے یہ کہہ کر واپس کردیا تھا کہ بہت معمولی ہیں، کھانے پینے اور گھر کی چیزوں کا معیار انھوں نے اتنا گرادیا کہ بوریا نشین زاہد بھی اس سے نیچے شاید نہ اتر سکے، احتیاط کا یہ عالم تھا کہ سرکاری شمع جل رہی ہے، اور وہ حکومت کا کام کررہے ہیں کہ ایک دوست باہر سے آتے ہیں، وہ ان

سے ان کے علاقہ کے مسلمانوں کے حالات دریافت کرتے ہیں، جوں ہی وہ ان کے بچوں کی خیریت اور گھر والوں کی عافیت پوچھنے لگتے ہیں تو وہ پھونک مار کر شمع گل کر دیتے ہیں، اور ذاتی شمع منگواتے ہیں کہ سرکاری شمع اور تیل اس لئے نہیں ہے کہ ذاتی سوالات اور خانگی حالات میں وہ صرف ہوں، میں نے یہ چند مثالیں دی ہیں، ورنہ ان کی خلافت کے بعد کی پوری زندگی اس عظیم قربانی کی ایک مثال ہے جو کوئی خداترس اور صاحب ضمیر وصاحب ایمان انسان کسی ملّت کے لئے پیش کرتا ہے۔

معاملہ ملّت اسلامیہ کی تقدیر کا

یہ میری خوبی ہو یا میری آزمائش ہو، یہ خدا کی نعمت ہو یا میرا امتحان ہو، میں نہیں کہہ سکتا، لیکن شاید اس مجمع میں (ان کے پورے احترام کے ساتھ) کوئی صاحب ایسے موجود نہ ہوں گے، جن کو عالم اسلام کو اس طرح اور اتنے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہوگا، جتنا مجھے، کچھ تھوڑی سی بدقسمتی کچھ تھوڑی سی خوش قسمتی، بدقسمتی اس لئے کہ میں نے اس عالم اسلام کو جس طرح دیکھا وہ جگر پر داغ ہے، جگر پر زخم ڈالنے والا ہے، خوش قسمتی اس لئے کہ مجھے مسلمانوں کو قریب سے اچھی طرح دیکھنے کا موقع ملا، اپنے جسم کے ان ٹکڑوں کو دیکھنے کا موقع ملا، بہر حال میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ معاملہ اس وقت پارٹیوں کا نہیں، معاملہ جماعتوں کا نہیں، معاملہ وقتی مصالح کا نہیں، معاملہ ملّت اسلامی کی تقدیر کا ہے، ہوسکتا ہے کہ عبادات محفوظ ہوں، معاملات میں بہت سی شکلیں محفوظ ہوں، لیکن ملّت دنیا کے سیاسی ترازو میں اپنا وزن نہیں ڈال سکتی، بیت المقدس کا مسئلہ ہو، یا فلسطین کا مسئلہ ہو، لبنان کا مسئلہ ہو، یا قبرص کا مسئلہ ہو، آپ دیکھئے کہ پو

www.abulhasanalinadwi.org

ری ملّت اسلامی اس بارے میں کوئی اثر نہیں رکھتی، سلطنت عثمانیہ کے بعد عالم اسلام کا کوئی ملک اور ملّت اسلامیہ کا کوئی کنبہ، کوئی خاندن اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ عالم اسلامی کے کسی مسئلہ میں اپنا سیاسی وزن ڈال سکے، کچھ فیصل مرحوم نے تھوڑا سا وزن ڈالا تھا اور کچھ ہمّت دکھائی تھی، لیکن آخر "آں قدح بشکست وآں ساقی نہ ماند" آج کوئی اسلامی ملک ایسا نہیں ہے کہ جس کی ناپسندیدگی، جس کا عدم اتفاق اور جس کا احتجاج کسی بڑی طاقت کو ایک سکنڈ کے لئے بھی اس مسئلہ پر غور کرنے پر آما دہ کر سکے، آپ سب جماعتی مفاد سے بالاتر ہو کر صورت حال کا مقابلہ کریں، زمانہ کے چیلنج کو قبول کریں اور اسکا ہمّت وجرأت سے سامنا کریں، اور اگر خدا کی طرف سے کوئی موقع ملا ہو تو آپ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں، اگر کوئی فرد، کوئی جماعت دس فیصد بھی اپنے کو اس کا اہل قرار دے کہ وہ آپ کی کوئی خدمت کر سکے تو اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ اسے موقع دیں کہ وہ اپنی صلاحیت کا اظہار کرے، مسلمانوں کی تقدیر کی یہ جو لکیریں ہیں، ان کو سامنے رکھئے، یہ نوشتہ دیوار نہیں، نوشتہ تقدیر ہے، آپ کی ذرا سی غلطی، ذرا سی نفسانیت، ذرا سی صوبائی یا لسانی یا طبقہ واری عصبیت، آپس کا انتشار واختلاف مسلمانان عالم کے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے، آج یا کل جب بھی وہ موقع آئے تو آپ سارے مفادات پر ملّت کے مفاد کو مقدم رکھیں اور آپ ہر اس موقع سے، ہر اس موضوع سے، ہر اس مسئلہ سے کنارہ کشی اختیار کریں، جو کسی قسم کا ذہنی انتشار پھیلائے، اگر اس کے لئے آپ کو اختلافی مسائل کو کچھ دنوں کے لئے بالائے طاق رکھنا پڑے تو ضرور رکھیں، فرض اور واجب ہیکہ آپ غیر ضروری بحثوں کو نہ چھیڑیں، اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر بعض دینی دعوتوں نے شروع سے یہ احتیاط برتی ہوتی اور انھوں نے جانبی اور ذیلی بحثوں کو

www.abulhasanalinadwi.org

کچھ دنوں کے لئے اٹھار کھا ہوتا تو آج ان کے لئے راستہ اس سے زیادہ صاف تھا جتنا اس وقت آپ کو نظر آرہا ہے، لیکن بہر حال یہ انسانی کوششیں ہیں، انسان اپنے علم اور عقل کا مکلف ہے۔

موجودہ صدی کو کسی معتصم کی تلاش

میں سمجھتا ہوں کہ میری تقریر کے مضمرات کو آپ حضرات نے پورے طور پر سمجھ لیا ہوگا، اور اتنا کافی ہے، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ پورے عالم اسلام بلکہ دنیائے انسانیت کے لئے اور حق و انصاف اور عدل و مساوات کے لئے پشت پناہ بنیں اور آپ اس قابل ہوں کہ دنیا کے کسی گوشہ میں آپ کے اخلاقی اثر اور آپ کے احترام میں ظلم نہ ہونے پائے، جیسا کہ ایک بڑھیا عورت پر ظلم ہوا تھا، اس نے "وامعتصماہ!" کی صدا لگائی تھی اور عباسی خلیفہ معتصم اس کی داد رسی کو پہنچ گیا تھا، آج بھی کوئی ملک اس قابل ہو کہ کوئی مظلوم "وامعتصماہ" کہہ سکے، کوئی تو معتصم اس دنیا میں اس صدی میں پیدا ہونا چاہئے، جیسا ایک امام کعبہ کی ضرورت ہے، اور ہم، آپ سب ان کا احترام کرتے ہیں، جیسا کہ آج ایک بڑے عالم دین کی ضرورت ہے اور ہم آپ ان کا احترام کرتے ہیں، ویسے حق پسند، انصاف شعار، عدل گستر، درد مند، انسان دوست جماعت کی بھی ضرورت ہے، پس میں ان الفاظ پر اپنی بات ختم کرتا ہوں، آپ حضرات کا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ حضرات نے مجھے ایسا موقع عطا کیا کہ اگر میں کوشش کرتا اور یہاں میرے احباب بھی کوشش کرتے تو شاید اس آسانی سے یہ موقع فراہم نہیں ہو سکتا تھا، اللہ تعالیٰ آپ سب کو بہترین جزا عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

اسلام

ایک تغیر پذیر دنیا میں

مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں شعبۂ اسلامک اسٹڈیز کے زیر اہتمام ایک چار روزہ سیمینار منعقدہ ۲۲ تا ۲۵ جنوری ۱۹۷۰ء میں کی گئی ایک افتتاحی تقریر۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام

ایک تغیر پذیر دنیا میں

جناب وائس چانسلر صاحب، اساتذۂ جامعہ، فضلائے مجلس اور معزز حاضرین! میں سب سے پہلے اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں کہ اس سیمینار کے داعیوں کا شکریہ ادا کروں کہ انہوں نے مجھے ایسی مؤقر مجلس کے افتتاح کے لئے جس کا ایسا سنجیدہ اور فکر انگیز عنوان ہے، دعوت دی اور عزت بخشی۔

بڑی ذمہ داری

حضرات! یہ بڑی موزوں اور برمحل بات ہے کہ یہ سیمینار مسلم یونیورسٹی کے حلقے میں اور اس کے زیر سایہ منعقد ہو رہا ہے، جس نے ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے بدلتی ہوئی دنیا اور تغیر پذیر عہد کا سب سے زیادہ جرأت مندانہ اور واضح طور پر نوٹس لیا، لیکن تغیر کی حقیقت کو تسلیم کرنے والے اداروں

www.abulhasanalinadwi.org

اور تحریکوں پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، تغیر اور تبدیلی کی ضرورت کا تسلیم نہ کرنا آسان ہے، اس سے کوئی ذمہ داری اس ادارے اور اس تنظیم پر عائد نہیں ہوتی، جو تغیر سے انکار کر دیتا ہے، مگر تغیر کی ضرورت کو تسلیم کرنے کے بعد تو ادارہ ہمیشہ کے لئے اس کا ذمہ دار ہو جاتا ہے کہ حالات کا دیانت دارانہ اور حقیقت پسندانہ جائزہ لیتا رہے، اور دیکھے کہ نئے تغیر کی حقیقت کو تسلیم کرنے اور اس کا سامنا کرنے کے لیے وہ تیار ہے یا نہیں؟

اس حیثیت سے مسلم یونیورسٹی پر اور اس کے بعد ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں اور کارکنوں پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اور یہ حسن اتفاق ہے کہ ان دونوں اداروں کے ذمہ داروں کا یہاں ایک سنگم ہو رہا ہے، ان کو خود زمانے سے پہلے اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ ایک مرتبہ تغیر کو قبول کر لینے کے بعد پھر کیا وہ کسی جائز تغیر کو قبول کر لینے کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟

زمانہ ثبات و تغیر کا نام ہے

حضرات! آج کا عنوان ہے "اسلام ایک تغیر پذیر دنیا میں" اس کے دو جُز ہیں ایک تو "اسلام" اور ایک "تغیر پذیر دنیا" میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں کے بارے میں اپنے ناچیز خیالات پیش کروں اور ہم آپ ایک کھلی ہوئی فضا میں کھلے ہوئے دماغوں کے ساتھ اس پر غور کریں۔

زمانہ اپنی تغیر پذیری اور زیادہ صحیح الفاظ میں اپنی تغیر پرستی یا اقبالؔ کے الفاظ میں "تازہ پسندی" کے لئے بدنام زیادہ ہے اور بدکم ہے، بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زمانہ تغیر پذیری ہی کا نام ہے اس میں کوئی ٹھہراؤ نہیں، حالانکہ یہ صحیح

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں ہے، زمانہ ثبات اور تغیر کے متوازن، مرکب اور مجموعے کا نام ہے۔

جب کبھی اس کا تناسب بگڑ جائے گا، یعنی ٹھہراؤ تغیر پر غالب آجائے گا یا تغیر ٹھہراؤ پر غالب آجائے گا تو زمانے، سوسائٹی اور تہذیب کا قوام بگڑ جائے گا، ان دونوں کے تناسب کا معاملہ کیمیاوی اجزاء کے تناسب سے بھی کہیں زیادہ نازک ہے، زمانہ جہاں تغیر کی صلاحیت رکھتا ہے، اور اس کو بدلنا چاہئے اس لئے کہ بدلنا زندگی کی کوئی کمزوری، کمی یا عیب نہیں، وہ زندگی کا عین مزاج ہے، اور زندگی کی تعریف ہے

ہر دم رواں، ہر دم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی

وہ زندگی، زندگی کہلانے کی مستحق نہیں جس میں نمو کی صلاحیت مفقود ہو چکی ہو، وہ درخت شاداب اور پر ثمر نہیں کہلایا جاسکتا جو اپنی نمو کی صلاحیت کھودے۔

تغیر پذیری یا اس کے بجائے اگر آپ اس کو نمو یا ترقی کا نام دیں تو میرے خیال میں آپ اس کے ساتھ زیادہ انصاف کریں گے۔

زمانہ تغیر قبول کرنے کے ساتھ مقابلے کی بھی ایک طاقت رکھتا ہے، ہم یہ تو دیکھتے ہیں کہ زمانہ کتنا بدل گیا اور اس تبدیلی کے مظاہر بھی ہم کو صاف نظر آتے ہیں لیکن زمانے نے اپنی اندرونی صلاحیتوں کو باقی رکھنے اور اپنے صالح اجزاء و عناصر کو محفوظ رکھنے کے لیے کتنی کشمکش کی اور کس قوت مقابلہ سے کام لیا، عام حالات میں ہم اس کو نہیں دیکھ پاتے اس کے لئے ایک خاص طرح کی خوردبین کی ضرورت ہے۔

ایک دریا ہی کو آپ لیں جو روانی اور حرکت کے لئے سب سے بہتر مثال

www.abulhasanalinadwi.org

ہو سکتا ہے، دریا کی کوئی موج اپنی پہلی موج کی بالکل عین اور مماثل نہیں ہوتی، لیکن دریا اپنی گذرتی ہوئی موجوں کے باوجود، اپنے نام کے ساتھ، اپنے حدود کے ساتھ، اپنی بہت سی خصوصیات کے ساتھ ہزاروں برس سے قائم ہے، دجلہ و فرات آج بھی دجلہ و فرات کہلائیں گے، اور گنگ و جمن آج بھی گنگ و جمن کہلاتے ہیں۔

زمانے کے اندر ٹھہراؤ بھی ہے، اور بہاؤ بھی، اگر زمانہ ان دونوں خصوصیتوں اور صلاحیتوں میں سے کسی ایک سے محروم ہوجائے تو وہ اپنی افادیت کھودے گا۔

اسی طرح کائنات میں جتنے بھی وجود، شخصیتیں اور ہستیاں ہیں، سب کے اندر مثبت اور منفی لہریں برابر اپنا کام کرتی رہتی ہیں ان دونوں لہروں کے ملنے سے وہ فریضہ ادا ہوتا ہے، اور وہ منصب پورا ہوتا ہے جو ان کے سپرد کیا گیا ہے۔

مذہب زندگی کا نگراں ہے

جہاں تک مذہب کا تعلق ہے، مذہب کے ایک پیرو اور طالب علم کی حیثیت سے میں مذہب کے لئے یہ پوزیشن قبول نہیں کر سکتا اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات بھی مذہب کے لئے یہ پوزیشن نہیں پسند کریں گے کہ مذہب ہر تغیر کا ساتھ دے یہ کسی تھرما میٹر کی تعریف تو ہو سکتی ہے کہ وہ :-

درجۂ حرارت و برودت بتلائے یہ مرغ باد نما (WEATHER COCK) کی بھی تعریف ہو سکتی ہے جو کسی ہوائی اڈے یا اونچی عمارت پر لگایا گیا ہے صرف یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ہوا کس طرف کی چل رہی ہے، لیکن مذہب کی تعریف

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں ہو سکتی، میں سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا کہ مذہب کو اس کے بلند مقام سے اتار کر تھرما میٹر یا مرغ باد نما کا مقام دینا چاہتا ہو کہ مذہب کا کام یہ ہے کہ وہ صرف زمانے کی تبدیلیوں کی رسید دیتا رہے، اکناج (AC-KNOWLEDGE) کرتا رہے یا اس کی عکاسی کرتا رہے، صحیح آسمانی مذہب کے تو کیا کسی نام نہاد مذہب کے پیرو یا اس کے نمائندے بھی اس پوزیشن کو قبول کر لینے کیلئے تیار نہیں ہوں گے۔

مذہب تغیر کو ایک حقیقت مانتا ہے، اور اس کے لیے وہ ساری گنجائش رکھتا ہے، جو ایک صالح، صحیح، فطری اور جائز تغیر کے لیے ضروری ہوں، مذہب زندگی کا ساتھ دیتا ہے، لیکن یہ محض ساتھ دینا یا محض رفاقت اور پیروی نہیں ہے، بلکہ اسکے ساتھ ساتھ مذہب کا فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ اس کا فرق کرے کہ یہ صالح تغیر ہے، اور یہ غیر صالح تغیر ہے، یہ تخریبی رجحان ہے، اور یہ تعمیری رجحان ہے، اس کا نتیجہ انسانیت کے حق میں یا کم سے کم اس مذہب کے پیرووں کے حق میں کیا ہوگا؟ مذہب جہاں رواں دواں زندگی کا ساتھ دینے والا ہے، وہاں وہ زندگی کا محتسب، نگراں، گارجین (GUARDIAN) اور زندگی کا اتالیق بھی ہے۔

گارجین کا کام یہ نہیں ہے کہ جو ہستی اس کی اتالیقی میں ہے، اس کے ہر صحیح غلط رجحان کا ساتھ دے اور اس پر مہر تصدیق ثبت کرے، مذہب ایسا سسٹم نہیں ہے کہ جہاں ایک ہی قسم کی مہر رکھی ہوئی ہے، ایک ہی طرح کی روشنائی ہے، اور ایک ہی طرح کا ہاتھ ہے، جو دستاویز اور تحریر آئے مذہب کا کام یہ ہے کہ وہ اس پر مہر تصدیق ثبت کر دے۔

مذہب پہلے اس کا جائزہ لے گا، پھر اس پر اپنا فیصلہ صادر کرے گا، اور

www.abulhasanalinadwi.org

ترغیب کے اور بعض اوقات مجبوراً ترہیب کے ذریعہ اس سے اسے باز رکھنے کی کوشش کرے گا اور اگر کوئی ایسی غلط دستاویز اس کے سامنے آئی ہے، جس سے اس کو اتفاق نہیں یا جس کو وہ انسانیت کے حق میں مہلک اور تباہ کن سمجھتا ہے تو نہ صرف یہ کہ وہ اس پر مہر تصدیق ثبت کرنے سے انکار کرے گا، بلکہ اس کی بھی کوشش کرے گا کہ وہ اس کی راہ میں مزاحم ہو۔

یہاں اخلاقیات اور مذہب میں ایک فرق پیدا ہو جاتا ہے، مذہب اپنی ذمہ داری اور فرض سمجھتا ہے کہ غلط رجحان کو روکے، ماہر اخلاقیات و نفسیات کی ڈیوٹی صرف یہ ہے کہ وہ غلط رجحانات کی نشاندہی کر دے، یا اپنا نقطۂ نظر ظاہر کر دے، لیکن مذہب اس کی کوشش کرے گا کہ وہ اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو جائے۔

مذہب کی تاریخ کی بعض آزمائشیں

مذہب کی تاریخ میں ہمیں بعض وقفے نظر آتے ہیں، جہاں ہم دیکھتے ہیں کہ مذہب اور زندگی کا ساتھ چھوٹ گیا ہے، وہاں مذہب سے زیادہ پیروان مذہب اس کے ذمہ دار ہوتے ہیں، جو مذہب کے اعلیٰ اصول، عملی زندگی میں جاری اور ساری کرنے میں کوتاہی برتتے ہیں، یہ مذہب کی کوتاہی نہیں کہ وہ زندگی کا ساتھ نہیں دیتا، یہ پیروان مذہب کی کوتاہی ہے کہ وہ اپنی سستی اور کوتاہی سے زندگی کے قافلے سے بچھڑ جاتے ہیں، لیکن مذہب اور پیروان مذہب کا ایسا مستحکم رشتہ اور نازک تعلق ہے کہ ان دونوں کے درمیان بہت کم نگاہیں فرق کر سکتی ہیں کہ یہ کوتاہی مذہب کی ہے، یا پیروان مذہب کی، تاہم ایک عظیم ادارے اور ایک عظیم تحریک کے علمبردار حقیقت پسندانہ، ناقدانہ اور مذہبی، علمی اور گروہی عصبیتوں

www.abulhasanalinadwi.org

سے علحدہ ہو کر تاریخ کا بے لاگ اور غیر جانبدارانہ جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اسلام بحیثیت دینی اور آسمانی تعلیمات کے اس کا ذمہ دار نہیں تھا، اور اس کے اندر کوئی ایسا نقص موجود نہیں تھا، جو اس کو زندگی کا ساتھ دینے اور اس کے مسائل حل کرنے سے باز رکھے۔

ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب

انسانوں کی بڑی کمزوری ہے کہ اپنی ذمہ داری دوسروں پر ڈال دیتے ہیں، جب بہت سے مسلمانوں سے قرآن مجید کی روشنی میں مسائل حاضرہ کے حل کرنے اور اپنی محنت وذہانت سے قرآن مجید کے رہنما ابدی اصولوں اور بدلتی ہوئی زندگی کے درمیان مطابقت پیدا کرنے میں کوتاہی ہوتی ہے تو وہ اپنے قصور کا اقرار کرنے کے بجائے قرآن مجید پر زندگی کے ساتھ نہ دے سکنے کا الزام لگاتے ہیں، یا مخالفین کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ قرآن مجید معاذاللہ ناقص ہے، اس لئے کہ وہ ان کی ہر خواہش اور ہر ضرورت کے لئے سند جواز مہیا نہیں کرتا، علامہ اقبالؔ نے اسی حقیقت کو اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق

بعض لوگ اس سے ایک قدم آگے بڑھا کر خود قرآن مجید کو اپنی خواہشات اور اپنی کمزوریوں اور بے اصولیوں کا تابع بنانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ اس کی ایسی تفسیر کرنے لگتے ہیں جس سے ان کی غلط زندگیوں کا جواز نکلے، وہ اپنے کو قرآن مجید کے سانچہ میں ڈھالنے کے بجائے قرآن مجید کو اپنے فکر وعمل کے سانچہ میں ڈھالنے کی

کوشش شروع کردیتے ہیں۔

مولانا ابو الکلام آزاد نے اپنے مقدمۂ تفسیر میں اپنے مخصوص ادیبانہ اور بلیغ انداز میں اس صداقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے :۔

''انہوں نے جب دیکھا کہ وہ قرآن مجید کی بلندیوں کا ساتھ نہیں دے سکتے تو انہوں نے اس کو اس کی بلندیوں سے نیچے اتارنے کی کوشش کی تاکہ وہ ان کی پستیوں کا ساتھ دے سکے''۔

باصلاحیت افراد کی کمی

وہ سارے وقفے جس میں ہمیں مذہبی حلقے پر جمود طاری نظر آتا ہے یا پیروان مذہب کی زندگی میں الجھنیں پیدا ہوگئی ہیں، یہ ان باکمال شخصیتوں کے فقدان یا کمی کا دور ہے، جو زمانے کے چیلنج کو قبول کر کے مذہب کی موثر نمائندگی کرتے ہیں، اسلامی تاریخ کے جس دور میں بھی مذہب کی بہتر نمائندگی ہوئی اسلام اور شریعت اسلامی پر معاشرے میں کبھی بھی بے اعتمادی نہیں پیدا ہوئی، اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں ہمیں زمانے کی سطح سے بلند ایسی شخصیتیں نظر آتی ہیں، جنہوں نے اپنی اعلی صلاحیت اور عبقری (Genius) شخصیت سے اپنے دور کے فتنوں کا سدباب، اپنے زمانے کے پیدا شدہ نئے مسائل کے حل اور مذہب کی طاقتور نمائندگی کا فریضہ نہایت کامیابی سے انجام دیا، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اس دَور میں پیدا ہوئے، جب ان کی ضرورت دین اور زمانے کو تھی، انہوں نے اسلامی شریعت و قانون کو منقح شکل میں پیش کر کے اسلامی سلطنت کی وسعت اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل کو حل کیا، بعد کے

www.abulhasanalinadwi.org

دور میں امام ابوالحسن اشعریؒ اور امام غزالیؒ جیسے عالی دماغ افراد آئے اور انہوں نے ان خطرات اور فتنوں کا مقابلہ کیا جو ان کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے۔

آسان اور پر پیچ

حضرات! اگر آپ غور فرمائیں تو بات بہت آسان اور قابل فہم ہے، لیکن اگر صرف منطقی اور فلسفیانہ نقطۂ نظر سے مسئلہ سمجھنا چاہیں تو اچھا خاصہ معمہ بن سکتا ہے، بات بہت سادہ ہے، اور بہت آسان ہے اور بہت مشکل اور پر پیچ بھی ہے، سادہ اس طرح ہے کہ پہلے آپ زمانے کی حقیقت کو سمجھ لیں کہ زمانہ اس طرح تغیر پذیر نہیں کہ اس کی سرعت کا نہ نظام اخلاقیات ساتھ دے سکتا ہے، اور نہ کوئی نظام فکر، زمانہ کی حقیقت ہم سمجھیں اور زمانے کا جو اصل مقام ہے اس کے ادارک کی کوشش کریں اور اس کے ساتھ ہم اسلام کو سمجھیں اور اس کا گہرا مطالعہ کر کے دیکھیں کہ قرآن مجید میں رہنمائی کے کیسے ابدی اصول دیئے گئے ہیں، اس میں زندگی کے تغیر کا کتنا اعتراف کیا گیا ہے، اور عقل و فہم سے کام لینے کی کیسی دعوت دی گئی ہے؟ ہم دیکھیں کہ ابتدائی دور کے مسلمانوں نے جن کو پہلی مرتبہ نئی نئی تہذیبوں اور فلسفوں کا سامنا کرنا پڑا تھا کس خوبی سے اپنی ذمہ داری پوری کی۔

عہد جدید کا ساتھ دینا کیا معنی، میں اس کو اسلام کی پوزیشن سے فروتر بات سمجھتا ہوں، اسلام تو عہد جدید کی رہنمائی کر سکتا ہے، اور اس کو راہ راست پر بھی لگا سکتا ہے۔

عہد جدید خود کشی پر آمادہ

حضرات! مگر آپ یہ بھی دیکھیں کہ عہد جدید کس مہلک غار کی طرف

جارہا ہے؟ کس طرح خودکشی پر آمادہ ہے؟ اور انسانیت کے لئے پیام موت بن رہا ہے؟ نسل انسانی کی افادیت کے خلاف خدا کی عدالت میں ثبوت پیش کررہا ہے کہ انسان کو زندہ رہنے کا حق نہیں؟ کیسے کیسے تخریبی رجحانات اس میں کام کررہے ہیں؟ اسلام اپنے ان اصولوں کے ذریعہ جو قرآن مجید میں مذکور ہیں، خواہ وہ اخلاقی ہوں یا تمدنی، خواہ افراد کے باہمی رشتوں سے تعلق رکھتے ہوں یا ان کی خارجی زندگی سے، ان اصولوں کی ذریعے عہد جدید کے نہ صرف جائز تقاضوں کو پورا کرسکتا ہے، بلکہ عصر جدید کو اس تباہی سے بھی بچا سکتا ہے، جو تلوار کی طرح اس کے سر پر لٹک رہی ہے:-

اب مسئلہ عصر جدید کا ساتھ دینے اور نہ دینے کا نہیں رہا اب تو عصر جدید کے بچانے کا مسئلہ سامنے آیا ہے، اب تو عہد جدید کی بات کرنے والوں، عصر جدید کے قصیدہ خوانوں، عہد جدید کی دہائی دینے والوں اور عہد جدید کے نام پر ایسے سیمینار بلانے والوں کا ہے کہ وہ بھی رہیں گے یا نہیں رہیں گے؟ اس نقار خانے میں ان کی آواز بھی سنی جائے گی، جہاں صرف پیٹ اور نفس امّارہ کی پرستش ہورہی ہو؟ آج دنیا میں اور خود ہمارے ملک میں دو ہی حقیقتیں زندہ نظر آتی ہیں، ایک دولت، دوسری قوت، کیا ایسے زمانے میں کسی سنجیدہ علمی حقیقت پر غور کیا جاسکے گا؟ اور کیا انسان اس موڈ میں ہوں گے کہ کوئی سنجیدہ بات ان سے کہی جاسکے؟ یہاں تو صرف ایک نعرہ ہوگا کہ بہتی ہوئی گنگا ہے اپنا اپنا ہاتھ دھولو اور اپنی اپنی جھولی بھر لو، کوئی اخلاقی حدود، کوئی بلند معیار، کوئی انسانی خیر خواہی کی بات اور تہذیب کو بچانے کا مسئلہ قابل فہم نہیں رہے گا، لوگ اس موڈ ہی میں نہیں ہوں گے۔

اب تو اسلام کے بجائے عہد جدید کو بچانے کا مسئلہ زیادہ اہم ہے، آپ اس

www.abulhasanalinadwi.org

عہد جدید کی خبر لیجئے جو اتنا بدمست ہو چکا ہے کہ کوئی سنجیدہ بات سننا نہیں چاہتا، آپ اسلام کی طرف سے اطمینان رکھئے وہ ہر عہد اور تمام جائز تقاضوں کو تسلیم کرتا ہے، اس سے زیادہ انصاف پسند کوئی نظام نہیں، جب بھی کوئی مظلوم آواز یا انسانی فریاد بلند ہوئی تو اسلام نے اس کی طرف توجہ کی، اس نے ہمیشہ عقل انسانی کو سرگرم کار رہنے کی دعوت دی، علی گڑھ یونیورسٹی اور عربی مدارس کے لئے چھٹی ہے، جمعہ کی ہو یا اتوار کی چھٹی، لیکن عقل انسانی اور عقل ایمانی کو کبھی چھٹی نہیں، اس نے کہا کہ اہل علم کے لئے سب سے زیادہ قربانی کی ضرورت ہے، اور سخت سے سخت معیار زندگی گزارنے کیلئے اپنے کو تیار رکھنا چاہئے۔

غلط تشریح سے غلط فہمیاں

بہت سی غلط فہمیاں غلط تشریح سے پیدا ہوتی ہیں، حضرت علیؓ مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کا یہ کتنا حکیمانہ مقولہ ہے "کلموا الناس علی قدر عقولھم اتریدون ان یکذب اللہ ورسولہ"۔ لوگوں کی عقل کے مطابق بات کرو، دینی حقائق کو اس انداز میں پیش کرو کہ ذہن اس کو قبول کرے، یہ مسئلہ صرف الفاظ کا نہیں بلکہ اسلوب، طرز فکر اور طریقۂ بیان کا بھی ہے، اس کے بعد فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کی تکذیب کی جائے، خدا اور رسولؐ کی تکذیب اس لئے نہیں کی جارہی ہے کہ خدا اور رسول کی باتیں زمانے کے حقائق کے خلاف ہیں، بلکہ اس لئے کی جارہی ہیں کہ ان کو دل نشین اور قابل فہم طریقہ پر پیش نہیں کیا جاتا ہے۔

اسلام تغیر پذیر دنیا میں اپنا مقام رکھتا ہے، یہ مقام کوئی ایسا نہیں کہ وہ آپ

www.abulhasanalinadwi.org

سے رحم کی درخواست کرے کہ اس کو باقی رہنے دیا جائے، بلکہ زندگی اسی کی نگرانی و رہنمائی میں صحیح راستے پر چل سکتی ہے۔

مذہب اور تہذیب

اس موقع پر ذہن میں تہذیب کا تصور آتا ہے، یہ ایک مغربی تخیل ہے، بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ اسلام ایک گزشتہ تہذیب کا نام ہے، اسلام پر لکھنے والے مصنفین "LEGACY OF ISLAM" کا عنوان دیتے ہیں، اسلام ایک تہذیب ضرور رکھتا ہے، لیکن وہ محض ایک گذشتہ تہذیب کا نام نہیں ہے، تہذیب کے لئے ہم جانتے ہیں کہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہزار برس پہلے کی تہذیب یا پانچ سو برس پہلے کی تہذیب کا اس بدلی ہوئی دنیا میں کوئی جواز ہے، لیکن مذہب صرف اخلاقی قدروں، محض کسی معاشرت، رہن سہن کے طریقے، تہذیب اور فن تعمیر کا نام نہیں، وہ تو غیبی حقائق، ایمانی عقائد اور ایمانیات کا مسئلہ ہے، وہ عبد و معبود کے باہمی رشتے اور زندگی گزارنے کے ابدی آسمانی اصولوں کا نام ہے۔

اگر اسلام کا یہ دائرہ ہے تو اسلام کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے کہ سانچے بدل جائیں گے تو وہ ان سانچوں میں فِٹ ہو سکتا ہے یا نہیں، مغربی مصنفین خلط مبحث کرتے ہیں، زندگی چاہے کتنی ہی بدل جائے ان ابدی حقائق و عقائد کے لئے جگہ اور گنجائش ہے، اور پوری زندگی اس کے سائے کے نیچے آنی چاہئے اگر نہ آئے گی تو پھر اس زندگی اور سوسائٹی کے اندر ساری وہ خرابیاں پیدا ہوں گی جو ہم آج مغربی تمدن میں دیکھ رہے ہیں، اور اس کا کوئی حل وہاں کے بڑے سے بڑے مفکروں کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

www.abulhasanalinadwi.org

دو انسانی چہرے

قرآنی مرقع میں

ثبات واستقامت تردد وتذبذب

یہ تقریر ۲۴؍مارچ ۱۹۷۲ء بعد نماز جمعہ
جامع مسجد باندہ میں کی گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دُوانسانی چہرے
قرآنی مرقع میں

خطبہ مسنونہ کے بعد!

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَ مِن دُونِهِ إِلَٰهًا لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا هَٰؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً لَّوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِم بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا (اے پیغمبر!) ہم ان لوگوں کی خبر ٹھیک ٹھیک تیرے آگے بیان کر دیتے ہیں، وہ چند نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے، ہم نے انھیں ہدایت میں زیادہ مضبوط کر دیا اور انکے دلوں کی (صبر واستقامت میں) بندش کر دی، وہ جب راہ حق میں کھڑے ہوئے تو انھوں نے صاف صاف کہدیا ہمارا پروردگار تو وہی ہے، جو آسمان وزمین کا پروردگار ہے، ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو پکارنے والے نہیں، اگر ہم ایسا کریں تو یہ بڑی ہی بے جا بات ہوگی، یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں، جو اللہ کے

www.abulhasanalinadwi.org

سوا دوسرے معبودوں کو پکڑے بیٹھے ہیں ،وہ اگر معبود ہیں تو کیوں اسکے لئے کوئی دلیل پیش نہیں کرتے (ان کے پاس کوئی دلیل نہیں) پھر اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے ،جو اللہ پر جھوٹ کہہ کر بہتان باندھے۔

حضرات!

میں نے آپ کے سامنے سورہ کہف کے ابتداء کی تین آیتیں پڑھی ہیں، جمعہ کے دن سورہ کہف کے پڑھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے، صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف کی ابتدائی دس آیتیں (اور بعض حدیثوں میں آخری آیتوں کا ذکر آیا ہے ،اور بعض حدیثوں میں مطلق سورہ کہف کا تذکرہ ہے،) پڑھے گا وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہیگا، دجال قرب قیامت اور آخر زمانے کی وہ سب سے بڑی جادو گر اور فتنہ سامان شخصیت ہے، جس سے آنحضرت ﷺ نے سب سے زیادہ پناہ مانگی ہے ،اور اپنی امت کو اس سے ڈرایا اور ہوشیار کیا ہے ،آج بھی جمعہ کا دن ہے ،اس موقعہ پر ان آیات کا پڑھنا اور ان کے مضامین و مطالب پر غور کرنا اور ان کا مذاکرہ نہایت مناسب اور مفید ہوگا ،آیئے تھوڑی دیر ان آیات کے معانی و مطالب پر غور کریں اور دیکھیں کہ اس سورہ کے مضامین اور دجال کے فتنے میں کیا مناسبت ہے ؟اس میں اس فتنے حفاظت کا کیا راز پوشیدہ ہے ؟

دجال کی دو بڑی خصوصیتیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ اپنے زمانے میں قوت و دولت کی پرستش کا سب سے بڑا داعی ہوگا اور وہ اسکی علامت (Symbul) بن جائے گا، دوسرے یہ کہ وہ چیزوں کو اس طرح دکھائے گا کہ ان کی حقیقت کچھ ہوگی اور وہ نظر آئیں گی کچھ، ان کے ظاہر و باطن اور ان کی صورت و حقیقت میں زمین آسمان کا فرق ہوگا، عربی میں "دجل و تدجیل۔" کے معنی ملمع سازی اور نظر فریبی

www.abulhasanalinadwi.org

کے ہیں، رانگے پر ملمع کر دیا جائے اور وہ چاندی نظر آئے، تانبے پر سونے کا پانی چڑھا دیا جائے اور وہ کھرا سونا معلوم ہونے لگے یہی "تدجیل" ہے، سورہ کہف میں ایک واقعہ ان لوگوں کا بیان کیا گیا ہے، جنھوں نے وقت کے اقتدار، دولت وطاقت، شان وشوکت اور عزت وعظمت کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا اور اصول کو مفادات پر، ضمیر کو نفس پر، دل کی آواز کو ماحول کی دعوت وترغیبات پر اور ایمان کی حفاظت کو جان کی حفاظت پر ترجیح دی اور اپنے عقیدے ومسلک پر آخر دم تک ثابت قدم رہے، یہ اصحاب کہف کا واقعہ ہے، دوسرا واقعہ حضرت موسیٰ وخضر کا ہے، جس میں اشیاء کے ظاہر وباطن اور واقعات کے آغاز وانجام میں زمین آسمان کا فرق تھا، ظاہر کا فیصلہ کچھ تھا اور باطن کا فیصلہ کچھ، واقعات کا آغاز کسی طرح ہوتا تھا، اور ان کا انجام کسی اور طرح، اس طرح یہ سورہ اپنے اہم ترین مضامین وواقعات کے ذریعہ دجالیت کی روح اور اس کی بنیادوں پر ضرب کاری لگاتی ہے، آیئے اس وقت اصحاب کہف کے قصے پر غور کریں اور دیکھیں کہ ہمیں اس سے زمانے میں کیا پیغام ملتا ہے؟

رومیوں کی حکومت کا دور تھا اور انکی سلطنت رومۃ الکبریٰ قلب یورپ سے ایشیائے کوچک اور شام کے آخری حدود تک تھی، اس عظیم سلطنت میں جو آدھی دنیا پر حکومت کرتی تھی اور جس کا ڈنکا یورپ سے لیکر ایشیاء تک بجتا تھا، بت پرستی اور مشرکانہ عقیدہ اپنے نقطۂ عروج پر پہونچ گیا تھا، زندگی اور تمدن کا کوئی شعبہ اس کے اثر سے آزاد نہ تھا، ساری زندگی بت پرستی اور اصنام پرستی کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی، تمدن وتہذیب، حکمت وفلسفہ، ادب وشاعری، فن تعمیر اور فنون لطیفہ (Finearts) سب پر اس کی گہری چھاپ تھی، جن لوگوں کی تاریخ پر نظر ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

وہ جانتے ہیں کہ اس زمانے میں بت تراشی اور مجسمہ سازی کی صنعت بہت ترقی کر گئی تھی، اور رومیوں نے اس میں بڑا نام پیدا کیا تھا، رومی جیسے بت تراش اور مجسمہ ساز دنیا میں کم پیدا ہوئے ہوں گے انھوں نے ایسے ایسے مجسمے بنائے ہیں کہ ان پر زندہ افسانوں کا دھوکہ ہوتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اب بولے تب بولے، جنھوں نے روم (Rome) کی سیر کی ہے وہ ان مجسموں کے سامنے محو حیرت بن کر رہ جاتے ہیں، انکی اتنی کثرت ہے کہ ایک صحیح الفطرت انسان کو متلی آنے لگتی ہے بعینہ یہی حالت میری ٹکسلا کے ان تاریخی شہروں کی سیر میں ہوئی جو ایک ایک ہزار، دو دو ہزار سال قبل مسیح کے بتائے جاتے ہیں، اور ان کو کھدائی کر کے ملبے کے نیچے سے بر آمد کیا گیا ہے، وہاں بھی گوتم بدھ کے مجسمہ اسی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

اسی عظیم سلطنت کے مشرقی حصے میں اب جہاں ترکی کا ملک ہے، ایک شہر (Ephesus) نامی تھا، جو اپنے ڈیانا دیوی کی مندر کی وجہ سے ساری دنیا میں شہرت رکھتا تھا، اور مندر اب بھی دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہوتا ہے اس شہر میں بت پرستی اور نفس پرستی اپنے آخری حدود تک پہونچ گئی تھی، ایک طرف تو عریاں طور پر بت پرستی ہوتی تھی دوسری طرف کھلے طور پر نفس پرستی اور شہوانیت کا دور دورہ تھا، تاریخ بتاتی ہے، کہ ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے، اکثر نفس پرستی اور شہوانیت نے بت پرستی کے سائے میں ترقی کی ہے، اس کے لئے بت پرستی کا فلسفہ جو ایک محدود جگہ اور محدود وقت میں اپنے جذبۂ عبودیت اور فروتنی کے اظہار کے بعد ہر ضابطے اور قانون سے آزاد کر دیتا ہے، اور جس میں خدا کے حاضر وناظر ہونیکا کوئی عقیدہ نہیں پایا جاتا، آزاد نفس پرستی اور شتر بے مہار کی جیسی زندگی گزارنے کیلئے بہت سازگار ثابت ہوا ہے، یہی نقشہ ہم کو قدیم

ہندوستان میں نظر آتا ہے، اور یہی علم و حکمت کے مرکز یونان میں، اسی زمانے میں ملک شام میں جو رومی سلطنت کا ایک مشرقی صوبہ تھا، خدا کے پیغمبر حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے اور انھوں نے توحید خالص اور سچی خدا پرستی کی دعوت دی، ان کی دعوت نے جادو کا اثر کیا، یہ اثر ان کے حواریوں اور مبلغوں میں بھی آیا اور وہ شام سے نکل کر یورپ تک پہونچے، جو لوگ ان کی باتیں سنتے تھے، وہ انھیں کا کلمہ پڑھنے لگتے تھے، اور ان کے دل کی دنیا بدل جاتی تھی، افیس شہر کے سات نوجوانوں نے بھی انکی دعوت قبول کی، یہ امرائے دربار اور اراکین سلطنت کے بیٹے تھے، اور بڑے معزز اور دولت مند گھرانوں کے چشم و چراغ، انھوں نے بت پرستی اور نفس پرستی کی راہ چھوڑ کر خدا پرستی کا راستہ اختیار کیا اور ان کو کچھ اور ہی دھن لگ گئی، اب ان کو بت پرستی اور نفس پرستی ایسی مکروہ معلوم ہونے لگی کہ اس سے ان کو گھن آنے لگی، قرآن کہتا ہے "إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ "(وہ چند جواں مرد تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کیا اور ان کے دلوں کو مضبوط کردیا) اور یہی سنت اللہ ہے کہ آدمی پہلے جو عزم اور فیصلہ سے کام لے، پھر اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے پہلا قدم آدمی کو اٹھانا پڑتا ہے، اور یہ قدم اکثر جان پر کھیل کر اٹھایا جاتا ہے، یہیں عزم وہمت اور دل و جگر کا امتحان ہے، جو اس امتحان میں کامیاب ہوا آگے کے سب امتحانات اس کے لئے آسان کردیئے جاتے ہیں۔

اب ان کے سامنے وہ مرحلہ آیا جو ایمانی دعوت قبول کرنے والوں کو ہمیشہ پیش آتا رہا ہے، ان کے سرپرستوں اور ان کے ہمدردوں، ان کے بزرگوں اور ان

www.abulhasanalinadwi.org

کے دوستوں نے اور ان کے رفقاء اور ان کے احباب نے حق نصیحت ادا کر دیا اور ان کو زمانے کے نشیب و فراز سمجھائے اور سرد و گرم سے آگاہ کیا، انھوں نے ان کو بڑی دلسوزی اور دردمندی سے نصیحت کی اور دنیا کے تمام عقلاء اور دانشمندوں کی طرح نرمی و سختی، ترغیب و ترہیب سے کام لیا، انھوں نے کہا کہ تم نے بڑا خطرناک کھیل شروع کیا ہے، تم بڑے ہونہار نوجوان ہو، تم سے تمہارے خاندان کی، تمہارے بہی خواہوں کی بڑی امیدیں وابستہ ہیں کہ تم اپنے اپنے خاندان کا نام روشن کرو گے، سرکار دربار میں اونچی سے اونچی کرسی تم کو مل سکتی ہے، حکومت کا بڑے سے بڑا عہدہ اور شہر کا بڑے سے بڑا اعزاز تمہارا منتظر ہے، تم اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہو اور جس شاخ پر تمہارا نشیمن ہے، اس پر تیشہ چلا رہے ہو، عزیزو! تم اپنا مستقبل کیوں تاریک بنا رہے ہو؟ اور اپنی قسمت پر اپنے ہاتھوں سے کیوں مہر لگا رہے ہو؟

اس موقعہ پر بے اختیار حضرت صالحؑ اور انکی قوم (ثمود) کا مکالمہ یاد آ گیا ماضی و حال میں ہمیشہ مشابہت رہی ہے، اور انسان کی فطرت ہمیشہ سے ایک ہی ہے حضرت صالح علیہ السلام نے جب توحید اور ایمان و عمل صالح کی دعوت شروع کی تو انکی قوم کے بزرگوں اور فرزانوں نے ان کو اسی ہمدردی اور دلسوزی کے ساتھ سمجھایا، انھوں نے کیسی معصومیت اور کس درد کے ساتھ کہا۔

يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا (سورہ ھود۔ ۶۲) اے صالح! تم تو بڑے ہونہار تھے اور تم سے تو ہماری بڑی توقعات تھیں۔

ہمیں یقین تھا کہ تمہاری وجہ سے تمہارے خاندان کے دن پھریں گے، اور اسکو سربلندی اور عزت حاصل ہو گی۔ تم یہ کیا قصہ لے کر بیٹھ گئے، اور تم نے یہ

www.abulhasanalinadwi.org

کیا جھگڑا شروع کردیا، یہ توحید ہے اور یہ شرک، یہ کفر ہے اور یہ ایمان، یہ خبیث ہے اور یہ طیب، یہ حلال ہے اور یہ حرام، یہ جائز ہے اور یہ ناجائز، تمہیں ہمارے عقائد اور ہمارے اعمال سے کیا مطلب۔

أَتَنْهَانَا أَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَائُنَا وَإِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِمَّا تَدْعُوْنَا إِلَيْهِ مُرِيْب. کیا تم ہمیں ان معبودوں کی پرستش سے منع کرتے ہو جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کے وقت سے چلی آرہی ہے، اور ہم تو تمہاری دعوت کی طرف سے بڑے شکوک وشبہات میں مبتلا ہوگئے ہیں۔

جب ان موحّد نوجوانوں پر جن کی تعداد قرآن مجید کے طرز بیان سے سات معلوم ہوتی ہے اس ناصحانہ اور دانشمندانہ گفتگو کا کوئی اثر نہیں ہوا تو ان ناصحوں اور دانشمندوں نے دوسرا لہجہ اختیار کیا اور کہا کہ اب تمہارے سامنے وہ ہی راستے ہیں، اگر اپنا عقیدہ عزیز ہے تو زندگی سے ہاتھ دھولو اور اگر زندگی عزیز ہے تو اس عقیدے سے دستبردار ہوجاؤ، انھوں نے کہا کہ ہم زندگی سے سو بار ہاتھ دھولینے کے لئے تیار ہیں، لیکن اس عقیدے سے توبہ کرنے کے لئے ایک بار بھی تیار نہیں، انھوں نے اس موقعہ پر جو الفاظ استعمال کئے وہ بڑے معنی خیز، عمیق اور وسیع ہیں ان کے شہر اور زمانے کے فرزانوں نے ہر بات میں زندگی کی ضروریات، مستقبل کی توقعات، کامیابی کے امکانات، پرورش کے سامان، منصب وعہدہ اور روزی اور معاش کا حوالہ دیا تھا، یہ عقیدہ نہ چھوڑو گے، اور دھارے کے ساتھ نہ بہو گے تو نوکری نہ ملے گی، عہدہ نہیں ملے گا، نوکری نہ طے کی تو کھاؤ گے کیا؟ کھاؤ گے نہیں تو زندہ کیسے رہو گے؟ گویا سب پرورش اور پروردگار کا مسئلہ تھا پرورش کہاں سے ہوگی؟ پالنے والا، رزق دینے والا کون؟ انھوں نے اپنے اعلان میں اسکا

www.abulhasanalinadwi.org

فیصلہ کردیا "اِذْقَامُوْا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (جبکہ وہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے اعلان کیا کہ ہمارا پروردگار وہی ہے، جو آسمان اور زمین کا پروردگار ہے) گویا انھوں نے اعلان کیا کہ "ہم نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا" اب سامان پرورش اور پروردگار کی کوئی پریشانی نہیں، پھر ہم نے جس کو اپنا پروردگار مانا ہے وہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے، سامان پروردگار کے قبضہ قدرت میں یہ دونوں ہیں، اس کے یہاں سامان پرورش کی کیا کمی ؟ اور جو سات آسمانوں کو اور زمین کو تھامے ہوئے ہے، اور انکو انکا رزق پہونچا رہا ہے، کیا وہ سات انسانوں کو پالنے سے عاجز ہے ؟

حضرات!

سارا جھگڑا "ربوبیت کا ہے" "الوہیت" کا نہیں۔ خدا کی الوہیت بڑے سے بڑے منکروں اور مشرکوں کو تسلیم ہے۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ" ساری کشمکش، انتخاب کا معرکہ اور ترجیح واختیار کا امتحان، ربوبیت ہی کے بارے میں ہے، اور اسی کا زندگی کے ہر مرحلے سے تعلق ہے جس نے اس کے بارے میں صحیح فیصلہ کیا، اور ایک مرتبہ اپنے پالنے والے کو پہچان لیا پھر اس کے لئے کوئی امتحان اور کوئی معرکہ نہیں، اسی لئے فرمایا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار خدا ہے، پھر وہ اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا خوشی مناؤ۔

اور شاید اسی لئے ان سات نوجوانوں کے تعارف میں سب سے پہلے اپنی

www.abulhasanalinadwi.org

اسی صفت ربوبیت پر ایمان لانے کا تذکرہ کیا فرمایا "اِنَّھُمْ فِتْیَةٌ آمَنُوْا بِرَبِّھِمْ" "آمَنُوْا بِاٰلِھَتِھِم" نہیں کہا گیا۔

اب جب ان ہمدردوں کی یہ منطق ناکام رہی تو انھوں نے ایک دوسری منطق اپنائی، انھوں نے کہا کہ کسی مسئلہ کی صداقت کے لئے کوئی نہ کوئی معیار ہونا چاہئے، بڑا معیار یہ ہے کہ جو حکومت کی کرسیوں پر فائز ہیں، جن کا ملک میں حکم چلتا ہے، اور ایسے اقبال مند اور قسمت کے دھنی ہیں کہ مٹی پر ہاتھ رکھ دیں تو سونا ہو جائے، اور جو ان کے دامن سے وابستہ ہو جائے اس کی قسمت جاگ اٹھے، انکی اس مسئلہ کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اب تم دیکھو کہ رومۃ الکبریٰ کے شہنشاہ اعظم اور اس کے وزیروں اور نائبوں اور جو ان کی طرف سے اس شہر میں حکومت کر رہے ہیں، ان کا مذہب و عقیدہ کیا ہے؟ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ سب ان دیوتاؤں اور دیویوں کے پرستار ہیں، جن کے تم منکر ہو، اب ہم ان کامیاب اور اقبال مند انسانوں کے عقیدے اور مذہب کو تسلیم کریں یا تم چند خفیف العقل خام عمر اور جذباتی انسانوں کے مذہب و عقیدے کو جو ہر عزت و طاقت سے محروم ہیں، یہی وہ پرانی منطق ہے، جس سے بہت سی گزشتہ قوموں نے کام لیا اور اپنے پیغمبروں کے مقابلہ میں استعمال کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا۔

أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ (سورہ شعراء) کیا ہم تمہاری بات مانیں حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے سب ماننے والے پست خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

دوسرے الفاظ میں انھوں نے کہا۔

وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ. (سورہ ھود) ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمہارے پیرو وہ لوگ ہیں جو ہم میں ادنیٰ درجہ کے ہیں اور انھوں نے

www.abulhasanalinadwi.org

بے سوچے سمجھے تمہاری پیروی اختیار کرلی۔

ان عقل مندوں کا ایک فلسفہ یہ تھا کہ کسی چیز کے خیر ہونے کا معیار یہ ہے کہ وہ عمائد شہر اور معززین کے یہاں پہلے نظر آئے انھوں نے کہا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَا اِلَيْهِ . وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا اِفْكٌ قَدِيْمٌ. ﴿سورۂ احقاف﴾.

اور منکروں نے مومنوں سے کہا کہ اگر یہ دین کچھ بہتر ہوتا تو یہ غریب مومن اسمیں ہم سے بازی نہ لے جاتے اور جب وہ اس سے ہدایت یاب نہ ہوئے تو اب کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔

انکی دلیل یہ تھی کہ موسم کا پہلا پھل اور بازار کا سب سے اچھا میوہ، کپڑے کی سب سے اچھی ڈیزائن، نئی ایجادات وسامان کا سب سے آخری ماڈل پہلے اسی طبقے کے پاس آتا ہے، اور کبھی انھوں نے اس طرح اپنے تعجب کا اظہار کیا کہ۔

اَهٰؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا. کیا اللہ کو اپنی ہدایت اور انعام کے لئے ہم لوگوں میں یہی گدائے بینوا اور فقیر بے سروسامان ملے تھے۔

افیسس کے موحدّ نوجوانوں نے اس منطق کی صداقت کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم ان حکام اور امراء کو اور ان درباری بالا نشینوں کو معیار ماننے کے لئے تیار ہیں مگر کس چیز میں؟ کھانے کے ذوق میں، لباس کی تراش خراش میں، فن تعمیر میں، ہم ان کی خوش مذاقی اور صحیح الدماغی کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان چیزوں میں وہ جس کو اچھا کہتے ہیں اچھا ہے، اور جسکو ناپسند کریں وہ ناپسندیدہ ہے، لیکن ہم یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ عقیدہ اور مذہب میں، اخلاق واصول اور صواب وناصواب کے بارے میں یہ سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم

www.abulhasanalinadwi.org

نے اخلاق اور انسانیت کے میدان میں انکو بہت پست پایا ہے۔ انہوں نے اپنی ایک ادنیٰ خواہش اور نفس کے معمولی تقاضے کی تکمیل کے لئے بستیوں کی بستیاں اجاڑ دی ہیں اور شہر کے شہر بے چراغ کردیئے ہیں، ان کی ایک بیوہ کے سر کا دوپٹہ اور ایک مفلس کے گھر کا توا اور ایک یتیم کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا چھین لینے میں عار نہیں آتا ہے، باقی اگر آپ حکومت کا نام لیکر ہم کو ڈراتے ہیں، اور بار بار حکومت کی کرسی اور سلطنت کے تخت کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو ہم نے اس کی بے ثباتی اور بے وفائی کا خوب تماشا دیکھا ہے، ایسی فانی چیز کو دائمی صداقت کا جسکو زوال نہیں، معیار نہیں قرار دیا جاسکتا، جو خدا حکومت دیتا ہے، وہی جب چاہے چھین بھی سکتا ہے، اگر کوئی بزرگ بچے کو کھلونا دیتا ہے تو اس سے لے بھی سکتا ہے، بچے کو یہ گھمنڈ نہیں ہونا چاہئے کہ یہ کھلونا ہمیشہ اس کے ہاتھ میں رہیگا اور اس سے لے کر کسی کو دیا نہیں جاسکے گا۔ یہی وہ حقیقت ہے جو قرآن شریف کی اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. کہہ کہ اے خدا (اے) بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشدے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جسکو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

آخر ان دانشمندوں کی ساری دلیلیں ناکام گئیں اور وہ جوانمرد اپنے عقیدے پر قائم رہے، اس زمانے میں شہنشاہ روم کا دورہ ہوا اور اس کو معلوم ہوا کہ شہر میں سات سر پھرے نوجوان ہیں، جو ہمارے ہی نمک خواروں اور درباریوں کے

www.abulhasanalinadwi.org

نور نظر ہیں، انہوں نے اپنے بزرگوں کی بھی بات نہیں مانی ہے، اس نے حکم دیا کہ ان نوجوانوں کو فلاں مندر میں چڑھاوا چڑھانے پر مجبور کیا جائے اور اگر وہ اس کو قبول نہ کریں تو ان کو سزائے موت دی جائے، ان نوجوانوں نے اس سے انکار کر دیا اور مشورہ کر کے قریب کے پہاڑ کے ایک غار میں پناہ لی اور اپنا ایمان بچانے کا سامان کر لیا، بادشاہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے غار کا منھ بند کر دیا کہ وہ گھٹ گھٹ کر مرجائیں لیکن خدا نے ان کو میٹھی نیند سلا دیا اور تین سو نو سال تک ان پر نیند طاری رہی۔۔۔۔۔

اس عرصہ میں ملک روم میں انقلاب عظیم آگیا، رومی شہنشاہ نے عیسائیت قبول کی اور وہ اسکا سرپرست وحامی اور پرجوش مبلغ وداعی بن گیا، پھر خدا نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کو بیدار کیا، ان کا ایک فرستادہ شہر میں آیا تو دیکھا کہ دنیا بدل چکی ہے، عیسائیت اب سرکاری مذہب ہے، اور جو جرم گردن زنی اور کشتنی تھا اب وہ بڑی عزت اور فخر کی چیز بن گئی، کل کے معتوب آج کے محبوب اور کل کے مجرم آج کے ہیرو ہیں، چنانچہ اس طرح ان کی فراست صحیح نکلی اور ان "دانشمندوں" کی ذہانت جو تصویر کے اوپر کا رخ دیکھتی تھی ناکام ثابت ہوئی۔

حضرات!

قرآن شریف نے یہ قصہ محض تاریخی واقعہ یا دلچسپ داستان کے طور پر نہیں سنایا ہے، بلکہ اس لئے اس کو قرآن مجید میں جگہ دی گئی ہے کہ یہ واقعہ تاریخ میں بار بار پیش آیا ہے، اور ہر وقت اور ہر جگہ پیش آسکتا ہے مکہ کے مسلمان بھی اس تجربے سے گذرے دنیا کے دوسرے ممالک کے مسلمان بھی اس تجربے سے گذر سکتے ہیں، صرف ایمان ویقین، صبر واستقامت، اور ایثار وقربانی شرط ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

إِنَّهُ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (سورۂ یوسف ۹۰)
جو شخص خدا سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے، خدا نیکوں کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

قرآن ایک زندہ جاوید اور عالم گیر کتاب ہے اس میں ہر عہد اور ہر نسل اور ہر حالت کے لئے رہنمائی ہے، انسانی سیرت اور انسانی نفسیات کا ایک نمونہ وہ تھا جو اوپر گذرا۔ اب دوسرا نمونہ اسی قرآن حکیم میں دیکھئے یہ اس کے بالکل بالمقابل دوسرا کردار ہے، قرآن شریف کی زبان سے سنئے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ نِ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ۔ (سورۂ الحج) اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو کنارے پر (کھڑے) ہو کر خدا کی عبادت کرتے ہیں اگر انکو کوئی دنیاوی فائدہ پہنچے تو اسکے سبب مطمئن ہو جائیں، اور اگر کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل لوٹ جائیں (یعنی پھر کافر ہو جائیں) انھوں نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی، یہی تو نقصان صریح ہے۔

یہ قرآن مجید کے اعجاز اور اسکی تصویر کشی کا اعلیٰ نمونہ ہے، یہ آیت کیا ہے؟ ایک مستقل معجزہ، یہ فرد کی بھی تصویر ہے اور جماعتوں کی بھی، قوموں اور ملتوں کی بھی، عربی میں ''من'' کا اطلاق فرد اور جماعت سب پر ہوتا ہے، لوگوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں، جو خدا کی بندگی کرتے ہیں بالکل کنارے پر کھڑے ہو کر بندگی کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ خالی نماز پڑھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں، اس کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ خدا کی فرمانبرداری اور اسلامی احکام کی پابندی عین سرحدی لکیر پر کھڑے ہو کر کرتے ہیں، جو اسلام و جاہلیت اور کفر و ایمان کے درمیان کھینچی گئی ہے، ''علیٰ حرف'' کی بلاغت ملاحظہ ہو، اس

www.abulhasanalinadwi.org

صورت حال کی اگر کیمرے سے بھی تصویر لی جائے اور بڑے سے بڑا مصور اور نقاش بھی اسکی تصویر کشی کرے تو ایسی بولتی ہوئی تصویر نہیں کھینچ سکتا، انکی دوربینی اور احتیاط کی پوری تصویر اس چھوٹے سے جملے میں آگئی، وہ ایسی جگہ کھڑے ہوتے ہیں، جہاں سے ان کے لئے دوسرے محاذ پر منتقل ہو جانا، ایک منطقہ سے دوسرے منطقہ پر پہونچ جانا ہر وقت ممکن رہے اور اس میں ذرا بھی دیر نہ لگے، وہ جما کر پاؤں بھی نہیں رکھتے کہ اٹھانے میں کچھ دیر لگے وہ پھول کی طرح پاؤں رکھتے ہیں کہ ہوا کے ایک جھونکے مین اور حالات میں ادنٰی سی تبدیلی واقع ہونے پر وہ دوسری جگہ کھڑے نظر آئیں، ان کا ہاتھ زمانے کی نبض پر رہتا ہے، اور انکی دوربین نگاہیں حکومت، سوسائٹی اور وقت کے اقتدار کے چشم و آبرو کے اشارے کو دیکھتی رہتی ہیں، انکا دماغ سود و زیاں اور نفع و نقصان کے موازنے سے ایک لمحہ کے لئے غافل نہیں ہوتا، اگر زمانہ انکے موقف و مسلک اور انکے مقام و محل کے مطابق ہوتا ہے تو ان سے بڑھ کر اپنے مسلک کا پر جوش وکیل اور اسکی خدمت میں منہمک کوئی نظر نہیں آتا اور وہ پورے سکون قلب اور اعتماد نفس کے ساتھ اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ " فَاِنْ اَصَابَهٗ خَیْرُ اِطْمَاَنَّ بِهٖ" اور اگر حالات ذرا بھی ناسازگار ہوتے ہیں، اور وہ حکومت کے سوسائٹی اور عوام کے تیور بدلے ہوئے دیکھتے ہیں، تو وہ فوراً اپنا مسلک تبدیل کر دیتے ہیں، اور پہلے مسلک کی "تہمت" سے بھی بچتے ہیں۔ انکو اپنی وضع قطع، اپنے عقائد و خیالات اپنی تہذیب و معاشرت اور اپنی زبان و کلچر بلکہ اپنی قومیت کو بھی تبدیل کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی، اس ابن الوقت گروہ کو دیکھ کر یہ آیت جس طرح سمجھ میں آتی ہے اور اسکی بلاغت و اعجاز جس طرح نمایاں ہوتا ہے، وہ بڑی سی بڑی تفسیر سے اس طرح نمایاں نہیں ہوتا، خطرے اور شبہ سے

www.abulhasanalinadwi.org

بچنے کے لئے اس ابن الوقت گروہ کے انتظامات اور اسکی احتیاط دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں، جب شعائر اسلامی کے اظہار سے کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے یا وہ دولت ووجاہت کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے، یا حکومت واقتدار اس کے بغیر نہیں مل سکتا تو شعائر اسلامی کا ان سے زیادہ اظہار کرنے والا کوئی نہیں، اور اگر انکے اظہار میں ادنیٰ درجہ کی قربانی دینی پڑتی ہے، تو پھر ان شعائر اسلامی کو بلکہ بنیادی عقائد تک کو وہ سلام کرتے ہیں، اور ان سے اپنا رشتہ ناطہ توڑ لیتے ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ آمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَا اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ . وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ اَوَ لَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعَالَمِيْنَ. (سورۂ عنکبوت. ۱۱) اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدا پر ایمان لے آئے جب انکو خدا کے راستے میں کوئی ایذا پہونچتی ہے تو لوگوں کی ایذا کو یوں سمجھتے ہیں، جیسے خدا کا عذاب اور تمہارے پروردگار کی طرف سے مدد پہونچے تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے کیا جو اہل عالم کے سینے میں ہے، خدا اس سے واقف نہیں؟

اگر وہ نسبت سرخروئی اور سرفرازی کا باعث ہوتی ہے، تو اپنی قدیم تاریخ اپنے اسلاف اور اپنے دور ماضی کو یاد دلاتے ہیں، اور کہیں نہ کہیں سے وہ اپنا تعلق نکال لیتے ہیں۔" وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ" لیکن اللہ تعالیٰ کو حقیقت حال معلوم ہے۔"اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِی صُدُوْرِ الْعَالَمِيْنَ."

عام طور پر ان زمانہ سازوں کا انجام برا ہوتا ہے، اور کسی گروہ میں ان کی وقعت نہیں ہوتی اسی لئے فرمایا گیا ہے۔ خَسِرَا لدُّنْيَا وَالآخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَالْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ." شاعر نے شاید اسی موقعہ کے لئے کہا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

مجھے معلوم ہے کہ ۱۸۵۷ء کے مار کاٹ کے زمانہ میں کتنے آدمیوں نے اپنی اسلامی وضع قطع اس خطرہ سے تبدیل کردی کہ اس میں مسلمان سمجھ کر مارے جانے کا خطرہ ہے، اس کے مقابلہ میں قوت ایمانی کا ایک پرانا واقعہ سنئے، نصیر خاں بلوچی اور پنجاب کی سکھ حکومت کے درمیان ایک مرتبہ جنگ ہوئی ایک موقعہ پر اس جنگ میں نصیر خاں زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے، دو سکھ سپاہی پاس سے گذرے ایک نے چاہا کہ کام تمام کردیں، اس زمانہ کے بلوچی بڑے بڑے بال رکھتے تھے، نصیر خاں کی بھی لٹیں تھیں، دوسرے سکھ نے کہا کہ نہیں نہیں یہ ہمارا بھائی ہے، اسکو نہ مارو جب جنگ ختم ہوئی اور نصیر خاں بلوچی اپنے دار الحکومت میں پہونچا تو اس نے خود بھی اپنے بال ترشوائے اور پوری قوم کو بال ترشوانے کا حکم دیا، اس نے کہا کہ جن منحوس بالوں نے میرے مسلمان ہونے کے بارے میں شبہ پیدا کردیا اور میں شہادت سے محروم رہا، دیکھئے! دونوں ذہنیتوں میں کتنا بڑا فرق ہے؟

”ببیں تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا“

حضرات!

جب حالات سازگار ہوں اور ہوا موافق چل رہی ہو، جب کسی مسلک پر قائم رہنے پر انعام ملتا ہو اور پھول برسائے جاتے ہوں، جب کسی قوم و جماعت کا ستارۂ اقبال بلند ہو اور اسکا بخت یاور، جب کسی جماعت میں شرکت باعث اعزاز ہو اور سرمایۂ افتخار، تو اس وقت اس مسلک پر قائم رہنا اور اس عقیدے کا اظہار کرنا کوئی بہادری اور مردانگی نہیں، لیکن جب حالات ناسازگار ہوں اور باد مخالف تیز و تند چل

www.abulhasanalinadwi.org

رہی ہو، جب بڑے بڑے جوانمردوں کے قدم اکھڑ رہے ہوں، جب کسی قوم کے تنزل کا زمانہ ہو، اقبال نے اس سے منہ موڑ لیا ہو، اور زمانہ کی نگاہیں اس سے پھری ہوئی ہوں، اس وقت اس مسلک پر ثبات واستقامت اور اس جماعت سے انتساب ونسبت بڑے شیر مردوں کا کام اور بڑی وفاداری اور نمک حلالی کی بات ہے، ہر بادشاہ اور حکومت کو ایسے سپاہی کی بڑی قدر ہوتی ہے، جو اس وقت میدان جنگ میں کھڑا رہے، جب فوج کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں اور بھگدڑ مچ جاتی ہے، ہر رئیس اور امیر کو انہیں لوگوں کی قدر ہوتی ہے، جو برے وقت میں انکا ساتھ دیتے ہیں، اور جب انکے سب پروردہ اور نمک خوار نگاہیں پھیر لیتے ہیں، اور ان سے کترانے لگتے ہیں تو وہ اسی طرح انکے دامن سے وابستہ اور ان کے دروازے پر ایستادہ رہتے ہیں، اور وہ اسی طرح انکی تعظیم وتکریم کرتے ہیں، اور آداب بجالاتے ہیں۔ ایک پرانے رئیس ایک صاحب کا بڑا خیال کرتے تھے، اور انکو بہت سے مصاحبین اور جی حضوریوں پر ترجیح دیتے تھے، کسی نے اس کا سبب پوچھا تو کہا کہ جب ہمارا علاقہ کورٹ ہو گیا تھا تو تنہا یہی شخص تھے، جنہوں نے ہمارا ساتھ نہ چھوڑا، حقیقت میں محبت ووفاداری کا امتحان عروج واقبال کے زمانے میں نہیں، تنزل وادبار کے زمانے میں ہے، وفاداری اور وابستگی کا ثبوت اس حالت میں نہیں ملتا جب تقرب حاصل ہو، اس وقت ملتا ہے جب کسمپرسی اور بے التفاتی کا معاملہ کیا جائے، اسی سے حضرت کعب ابن مالکؓ کے سچے اور عاشقانہ تعلق کا اظہار ہوتا ہے کہ عین اس حالت میں جب رسول اللہ صلعم نے مدینہ کے سارے مسلمانوں کو ان سے ملنے اور بات کرنیکی ممانعت کردی تھی، اور کوئی انکی بات کا جواب دینے کا بھی روادار نہیں تھا، حد یہ ہے کہ رفیقہ حیات کو بھی ان سے الگ رہنے کا حکم دیا گیا۔ بقول انکے دنیا ان

www.abulhasanalinadwi.org

کی آنکھوں میں اندھیر تھی، شہر شہر نہیں، قبرستان معلوم ہوتا تھا، اور قرآن کے الفاظ میں دنیا اپنی ساری وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی تھی، اور ان کا دم گھٹنے لگا تھا، اس وقت غسان کے بادشاہ (جس کے انعام واکرام اور سرفرازی کے سارے عرب میں چرچے تھے) کا دعوت نامہ آتا ہے کہ تمہیں اس کسمپرسی میں پڑے رہنے کی ضرورت نہیں تم میرے پاس آجاؤ میں تم کو نہال کر دونگا، وہ بجائے اس خط کا استقبال کرنے کے اور اس موقعہ کو غنیمت سمجھنے کے اس کو قاصد کے سامنے جلتے تنور میں ڈال دیتے ہیں اور اپنے محبوب کی طرف سے یہ امتحان برداشت کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ انکی مصیبت کے یہ بادل چھٹتے ہیں، اور انکی اصلاح و تکمیل کے سلسلے میں جتنا وقت ضروری تھا وہ پورا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جب شوال ۵ھ میں مدینہ پر قریش نے چڑھائی کی اور چاروں طرف سے مخالفین کی فوجوں کا نرغہ ہوا اور مسلمان مدینہ میں محصور ہو کر رہ گئے، حالت یہ تھی کہ نہ کھانے کا سامان تھا نہ کہیں سے کمک آنے کی امید، بھوک، سردی، خوف اور ہر مصیبت کا سامنا تھا، قرآن مجید سے بہتر اس کی کوئی تصویر نہیں کھینچ سکتا۔

إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا۔ (سورۂ احزاب ۱۰) جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (مارے دہشت) کے گلوں تک پہونچ گئے اور تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔

جب آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے مونہہ کو آگئے تھے، اس وقت ان لوگوں

نے جن کو خدا نے ایمان کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا اور جن کا خدا کے وعدوں پر یقین تھا، ان کا ایمان اور قوی ہو گیا اور انہوں نے بیکسی اور بے بسی کو شکست اور نامرادی کی نہیں بلکہ فتح اور کامرانی کی دلیل بنالیا۔

وَلَمَّا رَأٰیَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَازَادَهُمْ اِلاَّ اِیْمَانًا وَّ تَسْلِیْمًا (سورۂ احزاب ۲۲) اور جب مومنوں نے کافروں کے لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا خدا اور اسکے پیغمبر نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اور خدا اور اسکے پیغمبر نے سچ کہا تھا اور اس سے انکا ایمان اور اطاعت اور زیادہ ہو گئی۔

انکی دلیل اور منطق یہ تھی کہ غیر معمولی واقعات کا ظہور ہوتا ہے، رات کے اندھیرے سے آفتاب طلوع ہوتا ہے، اور جب زمین بہت پیاسی ہوتی ہے تو بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے، بعینہ یہی دلیل حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس وقت پیش کی اور اس سے تسکین حاصل کی جب یوسفؑ کے فراق کے بعد بنیامین ویہودا کے فراق کا واقعہ پیش آیا، اسی وقت انھوں نے فرمایا کہ :۔

عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ. (سورۂ یوسف) عجب نہیں کہ خدا ان سب کو میرے پاس لے آئے بے شک وہ دانا اور حکمت والا ہے۔

اور فرمایا :۔

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَیْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا یَیْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلاَّ الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ. (سورۂ یوسف ۸۷) میرے بچو جاؤ یوسف اور اسکے بھائی کی کچھ ٹوہ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے کچھ مایوس نہ ہو اسکی رحمت

www.abulhasanalinadwi.org

سے تو بس کا فر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔

حضرات!

اسلام پر قائم رہنا، اس سے اپنی نسبت کرنا اور اعلانیہ اس کے شعائر کا اظہار اس وقت بھی سعادت و فخر کی بات ہے، اور اسمیں اس وقت بھی مزا ہے جب حالات اس کے لئے سازگار ہوں اور جب مسلمانوں کی کامیابی کا دور اور دنیا میں اسلام کا دور دورہ ہو اور کسی معاملہ میں انکو ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑتا ہو لیکن امتحان و آزمائش کے موقعہ پر وفاداری اور جاں نثاری میں جو لذت ہے وہ لذت کسی چیز میں نہیں، یہ وہ وقت ہے، جب حق پر قائم رہنے والوں، حق و صداقت کی تبلیغ کرنے والوں اور اپنے عقیدے و ضمیر کی خاطر اور اعزازات کی قربانی کرنے والوں کو اس دنیا ہی میں جنت کا مزا آنے لگتا ہے، اور انکے بدن کے روئیں روئیں سے خدا کی حمد و شکر کا ترانہ بلند ہوتا ہے۔ اقبال نے شاید اسی موقعہ کے لئے کہا تھا۔

بہشتے بہر پاکاں حرم ہست　　　بہشتے بہر ارباب ہمم ہست
بگو ہندی مسلماں را کہ خوش باش　　　بہشتے فی سبیل اللہ ہم ہست

☆☆☆

نقش ہیں سب ناتمام! خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام! خونِ جگر کے بغیر

علامہ اقبال رح

www.abulhasanalinadwi.org

مُسلم پرسنل لا کی صحیح نوعیت اور اہمیت

۱۶/اپریل ۱۹۸۵ء کو کلکتہ میں
مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے منعقد ایک
جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے مفکر اسلام
حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بصیرت
افروز اور فکر انگیز تقریر کی تھی، جس میں
مسلم پرسنل لا کے متعلق غلط فہمیوں کا پس
منظر، اور انکی نفسیات، الٰہی و آسمانی قانون اور
دنیوی و انسانی قانون کے درمیان نازک فرق
اور یکساں سول کوڈ کے ملکی اتحاد کی راہ میں غیر
موثر اور غیر منطقی ہونے کی وضاحت
کی گئی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُسلم پَرسنل لا کی صحیح نوعیت اور اہمیت

خطبۂ مسنونہ کے بعد۔

حضرات! سب سے پہلے میں اس پر معذرت کرتا ہوں کہ میں اس اہم موقع پر کوئی لکھا ہوا خطبہ پیش نہیں کر رہا ہوں، میں تھوڑے وقفہ سے اندرونی اور بیرونی سفروں میں مشغول رہا، اور مسلسل انہماک اور مصروفیت رہی، لیکن اس غیر ارادی اور اضطراری کوتاہی میں خیر کا بھی ایک پہلو ہے، تیار کئے ہوئے بلند پایہ خطبہ ہائے صدارت کی افادیت اور اہمیت کو کم کئے بغیر جواب ہماری علمی، ادبی وسیاسی تاریخ کا جزبن گئے ہیں، میں یہ کہنے کی جرأت کروں گا کہ بعض مرتبہ خطبۂ صدارت کُل کا کُل یا اسکا کوئی جزبے محل یا بعد از وقت ثابت ہوتا ہے، اور حالات میں تغیر کی وجہ سے اپنی تازگی اور برجستگی کھو چکا ہوتا ہے، اس لئے شاید اس میں بھی حکمت الٰہی کو دخل ہو کہ اس فضاء میں تازہ حالات کے مطالعہ کے بعد آپ سے براہ راست خطاب کر رہا ہوں۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرات! کسی بھی مسئلہ سے اختلاف یا کسی حقیقت سے گریز اور مخالفت کا باعث صرف مخالفت کا جذبہ، عناد یا سیاسی مصالح اور مفادات ہی نہیں ہوتے، اکثر غلط فہمی یا ناواقفیت یا ناقص واقفیت (جسے میں ناواقفیت سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہوں) اس کی ذمہ دار ہوتی ہے، افراد اور خاندانوں کی سطح پر بھی، ملتوں اور قوموں کی سطح پر بھی اور ملکوں اور سلطنتوں کی سطح پر بھی ایسی غلط فہمیاں، ناواقفیت اور ناقص واقفیت بڑے اہم اور سنگین نتائج کا سبب بنی ہے، اور قوموں، تہذیب وتمدن، سلطنتوں اور مذاہب کی تاریخ اس کی شہادتیں پیش کرتی ہے کہ بعض مرتبہ کسی غلط فہمی، ناواقفیت یا ناقص واقفیت کی بناء پر بے ضرورت جنگیں برپا ہو گئی ہیں، سلطنتیں سلطنتوں سے ٹکرائی ہیں، اور بعض اوقات وحشتیں وحشتوں سے نہیں، وحدتیں وحدتوں سے ٹکرائی ہیں۔

مسلم پرسنل لا کے سلسلہ میں بھی نہ ہم کو اس کی ضرورت ہے نہ اس کا شوق ہے کہ ہم ان سب لوگوں کے بارے میں جو ملت اسلامیہ کے دائرے سے باہر ہیں، یا ان گروہوں، عناصر یا مکاتب خیال پر جو مسلم پرسنل لا کے مخالف ہیں اور جو ہندوستان پر یونیفارم سول کوڈ کے نفاذ کے داعی اور اس کے حامی ہیں، یہ الزام لگائیں کہ اُن میں مخالفت ہی کا جذبہ یا عناد کام کر رہا ہے، میرا خیال ہے کہ اس میں غلط فہمی اور زیادہ تر ناقص واقفیت کو دخل ہے۔

مسلمانوں کے عائلی قانون کی اہمیت اور صحیح حیثیت کیا ہے؟ اس کے متعلق میں دو حقیقتوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں، اور اُن سب حضرات کو جو مسائل پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے عادی ہیں، اور ان میں حُبّ الوطنی کا جذبہ ہے اور ان کا ذہن تخریبی DESTRUCTIVE نہیں بلکہ تعمیری

www.abulhasanalinadwi.org

واقع ہوا ہے، اور وہ REALISTIC اور حقیقت پسند CONSTRUCTIVE
صداقت کو قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں، دو بنیادی حقیقتوں کی طرف
متوجہ کرنا چاہتا ہوں، اور اس مؤقر مجلس کے توسط سے صحافت اور ابلاغ عامہ
PUBLIC MEDIA کے سنجیدہ اور ذمہ دار ذرائع سے میں اپنی آواز دور دور
تک پہنچانا چاہتا ہوں۔

۱۔ مذاہب کے تقابلی مطالعہ COMPRATIVE STUDIES
کی روشنی میں جس کا میں ایک طالب علم ہوں ان تمام آسمانی مذاہب کے بارہ میں کہہ
سکتا ہوں جو صحیفے رکھتے ہیں، اور جن کے یہاں نبوّت کی تاریخ ہے لیکن میرے لئے
زیادہ محتاط صورت یہ ہے کہ میں اس دین کی طرف سے عرض کروں جس سے میرا
اور آپ کا انتساب ہے کہ اس کی ایک بنیادی حقیقت یہ ہے کہ یہ دین جو ہم تک
پہنچا ہے اور جس دولت کے ہم آپ امین اور (محافظ کا لفظ تو بڑا ہے) اس دولت کے
حامل ہیں، وہ دین ہمیں دانشوروں کے ذریعہ، سماجی خدمتگاروں، اصلاحی کام کرنے
والوں REFORMERS یا بانیانِ سلطنت کے ذریعہ نہیں پہنچا، یہ سارے
گروہ قابل احترام ہیں، لیکن کسی دین میں اور کسی تہذیب، نظامِ فکر، دبستان
SCHOOL OF THOUGHT اور خالص مطالعہ، غور و فکر، اور تجربہ
کے نتائج میں ایک حد فاصل سرحدی لکیر LINE OF DEMARCA-
TION ہے، جو ایک کو دوسرے سے جدا کرتی ہے، اس خط کو کسی طرح نظر انداز
نہیں کیا جاسکتا، حدّ فاصل یہ ہے کہ آسمانی مذاہب (ادیان) اُن برگزیدہ افراد کے
ذریعہ پہنچے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے منصب سے سرفراز فرمایا تھا، اور جن
پر وحی آتی تھی، اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے خلط مبحث CONFUSION

ہوتا ہے، زیادہ تر لوگ نادانستہ طریقہ پر ان مذاہب سے توقع اور بعض اوقات آگے بڑھ کر ایسی چیزوں کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں جن کی ان مذاہب میں گنجائش اور ان کا کوئی جواز نہیں، وہ بعض اوقات ان کی تشریح کا فرض اپنے ذمہ لے لیتے ہیں، اپنی وسعتِ مطالعہ اور وسعتِ نظر کے اظہار کے لئے وہ مذاہب کی ترجمانی ایسی کرنے لگتے ہیں، جیسے کہ یہ نرے فلسفے یا انسانوں کے بنائے ہوئے تہذیب و تمدن کے نظام اور سماجی تجربے اور معاشرتی نظریات ہیں، یہ ہے وہ غلطی جو نادانستہ طریقے پر بعض بڑے ذمہ دار اور سنجیدہ لوگوں سے ہوتی ہے، وہ یہ نہیں جانتے کہ دین اور غیر دین میں حدِّ فاصل اور امتیازی نشان کیا ہے؟ فلسفہ سماجیات کا علم SOCIAL SCIENCE تہذیب و تمدن CIVILIZATION سوسائٹی اور انسانی معاشرہ، یہ سب اپنی جگہ حقائق ہیں، ہم ان کا انکار نہیں کرتے انکا احترام کرتے ہیں، اور اپنے ذمہ ان کے حقوق سمجھتے ہیں، خود مسلم ملت ایک معاشرہ، تہذیب و تمدن اور فکر و دانش کا ایک مستقل مدرسہ SCHOOL OF THOUGHT بھی ہے، لیکن اس کی جو اصل حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک دین ہے، اور اس دین کو دنیا میں پیش کرنے والے اور اس کو بروئے کار لانے والے، اس کو ہماری زندگی میں داخل کرنے والے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں، اور یہ اُن کی زبان اور اُن کا طرز فکر نہیں، اس کا بنیادی چشمہ ان کے دماغ میں نہیں تھا، بلکہ ان سے باہر اور ان سے بلند تھا، اور وہ ان کے لئے اسی درجہ قابل احترام اور قابلِ اطاعت تھا، جیسے ہمارے آپ کے لئے اور سارے اُمتیوں کے لئے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ. اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحَىٰ. (وہ خواہش نفس سے منہ سے بات نہیں نکالتے ہیں یہ (قرآن) تو حکم خدا ہے (جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے) مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ

www.abulhasanalinadwi.org

وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا. وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ. (آپ نہیں جانتے تھے کہ لکھنا پڑھنا کیا ہوتا ہے، ہم نے اس کو ایک نور کی طرح آپ کے سینہ میں اُتارا، اور اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بے شک (اے محمدؐ) تم سیدھا راستہ دکھاتے ہو۔

اچھے اچھے سنجیدہ اہل علم اور اہل فکر اس مغالطہ میں ہیں، اس پر انہوں نے اپنی عمریں گذار دیں۔ ایک کتب خانہ تیار ہو گیا، اور اس نے غیر ضروری طور پر ایک مہم اور ایک معرکہ آرائی CONFLICT کی شکل اختیار کرلی ہے، حالانکہ اس کی کوئی بنیاد نہیں، سیدھی سی بات یہ ہے کہ آپ جس دین کے ماننے والوں کو مخاطب کرتے ہیں، اُن سے توقع اور مطالبہ کرتے ہیں، ان کو مشورہ دیتے ہیں، پہلے آپ ان کا مزاج اور اُن کا امتیاز سمجھ لیں، وہ پیغمبروں کی ایک ایسی جماعت اور اس جماعت کے خاتم اور اس جماعت کے فردِ اکمل کے تابع ہیں جس کا رشتہ وحی الٰہی سے تھا، اور وہ خود وحی کا انتظار کرتا تھا، بیسیوں حدیثیں ہیں، جو میں اس وقت میں آپ کے سامنے پیش نہیں کرسکتا کہ لوگ پوچھنے آئے آپ نے کہا انتظار کرو، اور آپ خود انتظار کرتے رہے، اور بعض مرتبہ تو ایسا ہوا کہ سائل موجود ہے، اور آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی اور کسی صحابی نے اپنے دوست سے کہا کہ دیکھو، تم دیکھنا چاہتے تھے کہ وحی کس طرح آتی ہے تو دیکھ لو، بعض دفعہ ایسا ہوا کہ ساق مبارک کسی کی ساق پر تھی، اور وحی کا نزول شروع ہوا، وہ کہتے ہیں کہ قریب تھا کہ میری ٹانگ ٹوٹ جائے، اتنا بوجھ تھا، اس لئے کہ وحی کے ساتھ ایک بوجھ ہوتا تھا، اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس مادّی دنیا سے آپ کا رشتہ منقطع ہو چکا ہے، اور آپ کسی اور عالم میں ہیں، اور اس کے بعد آپ نے وحی کے الفاظ سُنانے شروع کیے، ایک

www.abulhasanalinadwi.org

مرتبہ کفار نے اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا، آپ نے وحی کا انتظار کیا، یہاں تک کہ کئی روز (پندرہ دن) گزر گئے اور کفار کو اعتراض کا موقعہ مل گیا، جب سورۂ کہف نازل ہوئی تب اسکا جواب آیا، اور اللہ تعالیٰ نے وہ قصہ سنایا، آپ نے اس طرح سنایا جیسے کوئی کتاب پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔

وحی و نبوت کا فرق اساسی فرق ہے ہمیں غیر مسلم بھائیوں اور غیر مسلم فضلاء سے زیادہ شکوہ نہیں کہ وہ وحی و نبوت کے عہد سے اتنے دور ہو چکے ہیں، کہ ان کے مفہوم سے بھی بہت سے حضرات نا آشنا ہیں، بعثت محمدی سے پہلے خود عربوں کا یہی حال تھا، اس میں نہ کسی کی ذہانت کا انکار ہے اور نہ کسی کی نیت پر حملہ ہے، ایک تاریخی یا نفسیاتی تجزیہ ہے کہ جو شخص نبوت اور وحی کی حقیقت سے واقف نہیں اور یہ نہیں جانتا کہ اس کا کیا مرتبہ اور حق ہے اور اُس کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، وہ کس چیز کی متقاضی ہے، وہ مسلمانوں کے بارے میں مشورہ دینے یا فیصلہ کرنے کا اخلاقی یا قانونی طور پر مجاز نہیں، عدالت میں پہلی بات یہ طے کی جاتی ہے کہ تمہیں بحث کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ یہاں بڑے بڑے تجربہ کار قانون داں موجود ہیں، ان کو پہلے اپنی سند وکالت پیش کرنی ہوتی ہے اگر معلوم ہے فاضل جج کو کہ یہ باقاعدہ قانون کے فاضل ہیں اور سند رکھتے ہیں وکالت کی، اور مقدموں میں آتے رہتے ہیں تو ضرورت نہیں، لیکن پہلی مرتبہ کوئی وکیل یا بیرسٹر جائے گا تو یہ اطمینان کیا جائے گا کہ یہ قانون کا طالب علم رہا ہے، اور قانون کی سند اس کے پاس ہے یا نہیں، پھر یہ دیکھا جائے گا کہ موکل نے بھی اس کو اپنا ترجمان بنایا ہے یا نہیں، لیکن دین کا معاملہ عجیب و غریب ہے، کہ اس کی حقیقت معلوم کئے بغیر، اس کی تاریخ معلوم کئے بغیر، اس کی روح معلوم کئے بغیر ہر شخص اپنا حق سمجھتا ہے کہ اس

www.abulhasanalinadwi.org

کے بارے میں مشورہ دے، اور یہاں تک کہ ترمیم اور اصلاح کا مطالبہ کرے، اور اگر اس کو قبول نہیں کیا جاتا تو اس دین کے ماننے والوں پر جمود و جہالت کا الزام لگایا جاتا ہے اور ان کو کم عقل ثابت کیا جاتا ہے۔

میں اصلاً مذہب کا طالب علم ہوں، زیادہ سے زیادہ تاریخ وادب کا طالب علم ہوں، میں کسی وقت یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ کسی ایسے فن یا مسئلہ میں دخل دوں جس کے مبادی FUNDAMENTALS سے بھی میں ناواقف ہوں، اگر کوئی شخص سائنس کے مبادی، فزکس کے مبادی یہاں تک ریاضی MATHEMATICS کے مبادی سے (جو روزمرہ کی ضرورت ہے) ناواقف ہے تو دنیا کا کوئی پڑھا لکھا انسان اس کو اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ یہ کہے کہ فلاں ماہر ریاضی نے یہ نتیجہ جو نکالا ہے غلط ہے! لیکن کیا مذہب ہی ایک ایسی چیز رہ گئی کہ کہ اس کے متعلق جس کا جی چاہے، جس وقت جی چاہے اور جس انداز میں جی چاہے مشورہ دیا جائے، اس کی ترجمانی کی جائے، اور اس میں خامیاں نکالی جائیں اور اس میں ترمیمات پیش کی جائیں، اس سے پورے نظام علم پر اثر پڑے گا، عصر حاضر کا سارا نظام اعتماد واختصاص SPECIALISATION پر چل رہا ہے، کیا مذہب ہی ایک ایسی چیز ہے، جس کے ماہرین خصوصی کی کوئی قیمت نہیں؟ پھر مذہب کی ایک زبان ہوتی ہے، مذہب کے اصطلاحات ہوتے ہیں، اس کے الفاظ کے اعماق (گہرائیاں) وآفاق (وسعتیں) ہوتے ہیں، اس کی نفسیات ہوتی ہیں، یہ ساری چیزیں جانے بغیر کوئی شخص بھی (خواہ وہ مسلمان ہو غیر مسلم ہو اور کسی گروہ کا آدمی ہو) اگر کہتا ہے کہ صاحب! مسلمانوں کے عائلی قانون کا فلاں مسئلہ غلط ہے تو وہ اپنے حدود سے تجاوز کرتا ہے، وہ پورے سیاق وسباق سے ناواقف ہے، اس توازن

وتناسب سے ناواقف ہے جس کا لحاظ رکھا گیا ہے، آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر ایک مکمل ڈھانچہ اور جامع ماحول کے متعلق کچھ کہا جاتا ہے تو اس کو مجموعی طور پر دیکھنا ہوتا ہے، حالت یہ ہے کہ چوراہے پر کھڑے ہو کر (اور یہ اخبارات بھی ایک طرح کے گھومتے پھرتے چوراہے ہیں) جس کا جی چاہتا ہے قلم اٹھا کر لکھدیتا ہے، اس سے ایک انارکی پیدا ہوتی ہے، ذہنی انارکی سیاسی انارکی سے کہیں زیادہ خطرناک ہے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ ملکوں کی تاریخ میں پولیٹیکل انارکی سے پہلے مثل انارکی اور اخلاقی انتشار پیدا ہوتا ہے، اسلام کے بارے میں ذمہ دارانہ طور پر عرض کر سکتا ہوں کہ اس کا ایک طالب علم ہوں، فاضل نہیں کہتا لیکن مانا ہوا طالب علم ہوں، اور یہ بال اسی طالب علمی میں سفید ہوئے ہیں کہ دین کے متعلق پہلے اس حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس کا تعلق وحی الٰہی سے ہے، شریعت آسمانی سے ہے، اس کے لانے والے پیغمبر ہیں، یہودی تک اپنے دین وملت کے بارے میں غیور واقع ہوئے ہیں، آپ کسی یہودی سے یہ کہہ کر دیکھئے کہ تمہارا یہ مسئلہ غلط ہے، تمہارا یہ قانون غلط ہے، تو وہ کہے گا کہ ہمارے قانون کا تعلق شریعت موسوی سے ہے بائیبل سے ہے، ہم تو اس کے پابند ہیں، ساری دنیا بھی اگر کہے کہ یہ غلط ہے تو ہم اسے ماننے کے لئے تیار نہیں، چنانچہ آج بھی اسرائیل کا پورا نظامِ معاشرت، اور انکا عائلی قانون اسی پر چل رہا ہے۔

یہودیوں کے ذکر پر مجھے ایک بات یاد آگئی، اسرائیل سے ایک پرچہ نکلتا تھا، اس میں ایک مقدمہ کی کارروائی تھی، اس میں ایک مضمون تھا کہ اسرائیل کے عرب مسلمان باشندوں نے اسرائیل کی عدالت عالیہ میں یہ رٹ دائر کی کہ ہمیں تعدّد ازواج کی اجازت دی جائے، اس لئے کہ ہمارے یہاں تعدد ازواج کی اجازت

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، فاضل جج نے وقت مانگا، اس نے کہا کہ اسلام کے جو اوّلین ماخذ ہیں، اور جو کتابیں سند کا درجہ رکھتی ہیں، میں ان کا مطالعہ کروں گا، اسرائیل میں یہودیوں کی ایک بڑی تعداد عربی سے واقف ہے، وہ پہلے سے فلسطین میں رہتے تھے، وہ بے تکلف عربی بولتے ہیں، جج نے قرآن اور احادیث کا مطالعہ کیا، فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا، اس نے اپنے فیصلہ میں لکھا کہ میں بد اہتًا اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تعداد ازواج کی قرآن وحدیث اور اسلامی شریعت میں کھلی اجازت ہے، اور ہم اس کا علمی وتاریخی طور پر انکار نہیں کر سکتے، لیکن چونکہ فلاں اسلامی ملک میں اس پر پابندی عائد کر دی گئی ہے، اس لئے اسرائیل کو جو ایک غیر اسلامی ملک ہے اور شریعتِ اسلامی کا پابند نہیں، ضرور اس کا حق پہنچتا ہے کہ وہ یہاں کی مسلم آبادی پر پابندی عائد کرے۔

پھر اس مسئلہ پر ملک اور اہل ملک کی توانائیاں کیوں ضائع کی جارہی ہے، ملک اور اہل ملک کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، ملک کی تعمیر وترقی کے لئے یہ ضروری ہے کہ غیر ضروری ذہنی انتشار، بدگمانی اور خوف کی فضا ختم کی جائے کوئی ملک اس طرح ترقی نہیں کر سکتا کہ اس کی آبادی کے مختلف عناصر میں اپنے مستقبل کے بارے میں شکوک وشبہات ہوں، اور اس سے بڑھ کر ملک کے لئے بدخواہی نہیں ہو سکتی کہ وہ توانائی جو ملک کی سالمیت، اس کی حفاظت اور تعمیر وترقی میں صرف ہونی چاہئے تھی وہ شکوک وشبہات کے رفع کرنے میں یا وہ شکوک وشبہات کی فضا میں زندگی گذارنے میں خرچ ہو، میں ایک قدم آگے بڑھا کر کہتا ہوں کہ اگر ہم اس اندیشہ میں مبتلا ہیں کہ ہماری آئندہ نسل ہماری طرح ان چیزوں کی معتقد اور ان پر یقین کرنے والی نہیں ہوگی، جن پر ہم اعتقاد رکھتے ہیں، اور جو ہمارے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

ضروری ہیں تو مسلمانوں کے اندر ایک تذبذب اور اندرونی انتشار کی وہ کیفیت پیدا ہوگی جو صرف مسلمانوں کے لئے مضر نہیں ملک کے لئے بھی مضر ہے، یہ ہرگز دانشمندی کی بات نہیں ہے کہ جب ملک میں کوئی مصیبت نہیں آئی، کوئی سائیکلون نہیں ہے، کوئی ایمرجنسی کی کیفیت نہیں ہے، کوئی آسمان سے اولے یا گولے نہیں برس رہے ہیں کسی نے اس لئے حملہ نہیں کیا ہے کہ آپ مسلمانوں کے پرسنل لا میں تبدیلی کرائیے ورنہ ہم اس ملک پر قبضہ کرتے ہیں، پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ وقتاً فوقتاً یہ آواز بلند ہوتی رہتی ہے کہ مسلم پرسنل لا میں ترمیم کی جائے۔؟

۲۔ دوسری ضروری بات یہ ہے کہ دین اسلام کے دائرہ کو سمجھ لیا جائے اس بارہ میں مذاہب میں خود اختلاف ہے، اور اس میں درجوں کا فرق ہے، کئی مذاہب ایسے ہیں کہ وحی و نبوت سے ان کا آغاز ہونے کے باوجود انہوں نے مذہبی زندگی کو ایک خاص دائرہ میں محدود کرلیا ہے مثلاً عبادات کے دائرہ میں، لیکن اسلام کا معاملہ یہ نہیں ہے، اسلام میں دین کا دائرہ پوری زندگی پر محیط ہے، یہ ایک اساسی حقیقت ہے جو عبد و معبود کے تعلق کو سمجھے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتی، ہر مسلمان خدا کا فرمانبردار بندہ ہے، اور اس کا تعلق خدا سے دائمی ہے، عمومی ہے، عمیق بھی ہے اور وسیع بھی ہے، محدود بھی ہے جامع بھی، قرآن شریف میں ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً. وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ. اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ. (اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے پیچھے نہ چلو، وہ تو تمہارا صریح دشمن ہے۔)

یہاں تحفظ نہیں، رزرویشن نہیں، کہ اتنا آپ کا، اتنا ہمارا، اتنا ملک کا، اتنا

www.abulhasanalinadwi.org

اسٹیٹ کا، اتنا خدا کا، اور اتنا خاندان اور قبیلہ کا، اتنا دین وملت کا اور اتنا سیاسی مفادات کا، نہیں، جو کچھ ہے سب خدا کا ہے، یہاں سب عبادت ہی عبادت ہے، مسلمان کی پوری زندگی عبادت ہے، مسلمان کی پوری زندگی خدا کے سامنے عاجزانہ، غلامانہ ہے، اسلام خدا کے سامنے مکمل سپردگی اور اپنے کو SURRENDER بلاشرط حوالہ کرنے کا نام ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت وراثت میں ہمارے اقتصادی حالات کا تقاضہ کچھ اور ہے، یہاں کی مجبوریاں، یہاں کے تمدنی تقاضے، معیار زندگی اور ہمارے خاندان کی پچھلی تاریخ، یہ سب اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہم وراثت تقسیم نہ کریں، ہم اس زمین کو اسی طرح باقی رکھیں، کم سے کم لڑکیوں کو حصہ نہ ملے اس لئے کہ شادی کے بعد یہ حصہ ان کے گھروں کو چلا جاتا ہے، اس کا بالکل اختیار نہیں، اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ دین کا دائرہ پوری زندگی پر حاوی ہے، اور اس میں کسی کو بھی ترمیم کرنے کا حق نہیں، بڑی سے بڑی عدالت، بڑی سے بڑی قوتِ حاکمہ، اور بڑی سے بڑی ہیئت منتظمہ اور بڑی سے بڑی دانش گاہ اور یہاں تک کہ بڑے سے بڑے مجتہد اور امامِ وقت کو بھی ان چیزوں میں جو قرآن مجید منصوص وقطعی ہیں ایک لفظ، ایک نقطہ کی ترمیم کرنے کی اجازت نہیں ہے، یہ سارے علماء بیٹھے ہوئے ہیں ان کے سامنے کہہ رہا ہوں، اور اگر یہ بات غلط ہے تو ان کا دینی تبحر اور احساسِ فرض انہیں مجبور کرے گا کہ یہ میری تردید کریں۔

ان دو حقیقتوں کو اگر سمجھ لیا جائے کہ ایک تو یہ کہ دین ہمیں وحی سے ملا ہے، پیغمبر کو بھی اس پر عمل کرنے کا حکم ہے، قرآن مجید میں صاف صاف آتا ہے :۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ.

(اے پیغمبرؐ) ہم نے آپ کو دین کے خاص طریقہ (شریعت) پر کردیا ہے تو آپ اسی پر چلتے جایئے، اور بے عملوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجئے۔)

نبیٔ معصوم اور نبیٔ محبوب سے یہ کہا جارہا ہے تو ہم سے کیسے مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ ہم شریعت کو بدل دیں۔

یہ دو حقیقتیں ہیں جن کو سمجھنے کے بعد اس غلط فہمی کا پردہ ہی چاک ہو جاتا ہے اور ایک غیر ضروری صورت حال کا مقابلہ کرنے اور اس پر اپنی ذہانت صرف کرنے سے ہمیں چھٹی مل جاتی ہے، اور ملک و حکومت کو دوسرے ضروری کاموں کے لئے وقت بچ جاتا ہے۔

ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کی وحدت کے لئے، سالمیت کے لئے اور مشترک وطنی شعور کے لئے ضروری ہے کہ ایک مشترک واحد عائلی قانون (UNIFORM CIVIL CODE) نافذ ہو، تو میں ایک سیدھی سی بات پوچھتا ہوں، اسکول کا بچہ بھی اس کا جواب دے سکتا ہے کہ پہلی جنگ عظیم جو ہوئی تھی، وہ اصلاً وابتداءً برطانیہ اور جرمنی کے درمیان ہوئی تھی، جرمن اور انگریز دونوں نہ صرف یہ کہ کرسچین ہیں بلکہ پروٹسٹنٹ بھی ہیں، اور ان کا عائلی قانون بالکل ایک ہے، یہ کوئی بھی شخص معلوم کر سکتا ہے کہ جہاں تک عیسائی قانون کا تعلق ہے ایک ہے، پھر یہ دونوں دشمنوں کی طرح کیوں لڑے؟ اگر یونیفارم سول کوڈ جنگ کو روک سکتا ہے اور نبرد آزمائی اور تصادم سے باز رکھ سکتا ہے تو اس کو وہاں روکنا چاہئے تھا، پھر دوسری جنگ عظیم کا بھی یہی حال تھا کہ کرسچین اور پروٹسٹنٹ جن کی تہذیب بھی، عائلی قانون بھی بلکہ معاشرت بھی ایک ہے، وہ

www.abulhasanalinadwi.org

اس طرح سے لڑے جیسے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوں، آپ عدالتوں میں بھی جاکر دیکھ آیئے کہ جو مقدمے آتے ہیں، مسلمان مسلمان کے خلاف مدعی ہے، مسلمان مسلمان کا مدعیٰ علیہ ہے، اور مسلمان مسلمان کی عزت کو خاک میں ملادینا چاہتا ہے، اس کے گھر پر ہل چلادینا چاہتا ہے ان دونوں کا عائلی قانون بھی ایک ہے، بعض اوقات خون بھی ایک ہوتا ہے، دونوں فریق ایک نسل ایک خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، در حقیقت اختلافات اور دشمنیوں کا تعلق نفسانیت سے، دولت پرستی کے جنون سے ہے، نفس پرستی اور مادیت سے ہے، اس غلط نظام اور نصاب تعلیم ہے، جس نے اخلاقیات کو یکسر نظر انداز کردیا ہے، اس کا تعلق ہرگز عائلی قانون کے اختلاف سے نہیں ہے، یہ میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں اور چیلنج کرتا ہوں کہ عائلی قانون ایک ہو جانے سے اخلاقی صورت حال میں قطعاً ایک ذرہ کا فرق بھی نہیں پڑیگا پھر کیوں بار بار اس کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ یونیفارم سول کوڈ یکساں ہونا چاہئے، تاکہ آپس میں اتحاد اور الفت پیدا ہو۔

حضرات! جاننے والے جانتے ہیں کہ میرا اس گروہ اور خاندان سے تعلق ہے جس نے سب سے پہلے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا، اور بیش از بیش حصہ لیا، کلکتہ کی یہ سرزمین خاص طور سے اس کی شہادت دیتی ہے کہ وہ ایمانی قافلہ حجاز جاتے ہوئے یہیں سے گذرا تھا، اسی خلیج بنگال سے روانہ ہوا تھا، اور اپنے مستقر سے یہاں تک ایمان، توحید و سنت اور دینی حمیت کی روشنی پھیلاتا ہوا آیا تھا، اسی نے سارے ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف جہاد کی روح پھونک دی، قرآن کہتا ہے کہ تمہیں عصبیت اور بغض اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف کا دامن ہاتھ سے جانے دو، اور تعصب اور حق پوشی سے کام لو۔

www.abulhasanalinadwi.org

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰی اَلاَّ تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا. ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی. (اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے۔)

انگریز اس بارے میں زیادہ حقیقت پسند تھے، انھوں نے جب ہندوستان میں حاکمانہ طریقہ پر قدم رکھا تو انھوں نے اچھی طرح یہ سمجھ لیا کہ مسلمانوں اور ہندؤوں کے عائلی قانون میں دخل نہیں دینا چاہئے، ان کو اس میں آزاد رکھنا چاہئے، اسی کے نتیجہ میں ہندستان میں محمڈن لا کا اتنا بڑا کام ہوا، اسی کلکتہ کی سرزمین پر اور خاص طور پر یادش بخیر رائٹ آنریبل جسٹس سید امیر علی کے ہاتھوں اور سر عبدالرحیم وغیرہ کے ذریعہ ہوا، انگریزوں نے دو کام بڑی عقلمندی کے کئے، انھوں نے اس بات کو پالیا کہ بے ضرورت جذبات مجروح نہیں کرنا چاہئے اور مشکلات نہیں پیدا کرنی چاہئیں، یہ ایک ایسی قوم کا طرز عمل ہوتا ہے جو حکمرانی کا تجربہ رکھتی ہے، انھوں نے دو باتیں طے کیں ایک تو یہ کہ عائلی قانون اور مذہب میں مداخلت نہیں ہونی چاہئے، دوسری بات یہ کہ نظام تعلیم سیکولر ہونا چاہئے کہ بلّی کتّے کے قصے پڑھاؤ مگر کسی دوسرے مذہب کی تلقین نہ کرو، ہم نے انگلش پرئمر اور ریڈریں پڑھی تھیں، ان میں شروع سے اخیر تک یہ دیکھا کہ جنوں اور بھوتوں پریتوں تک کے قصے اور افسانے آئے، جانوروں کے قصے آئے لیکن کہیں یونانی رومن دیومالا (Mythology) کی بات، کرسچین میں متھالوجی کی بات نہیں آئی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک اطمینان کی کیفیت رہی، وہ بنیادیں دوسری تھیں جن بنیادوں پر ہندوستان کے مسلمانوں نے اور دوسرے عناصر نے مل کر یہاں غلامی کا جوا اپنے سر سے اتار کر پھینک دیا، اور جنگ آزادی لڑی، ان دونوں دانشمندانہ فیصلوں نے ان

www.abulhasanalinadwi.org

کی حکومتوں کی بقاء میں مدد کی اور اسکی مدت کو دراز کیا، ورنہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، اپنے تاریخ کے مطالعہ کی روشنی میں کہتا ہوں کہ جو واقعہ ۱۸۵۷ء میں پیش آیا وہ ۱۷۵۷ء میں پیش آسکتا تھا، اور پیش آنا چاہئے تھا، اور اُنیسویں صدی کے بالکل اوائل میں پیش آجانا چاہئے تھا یہ سوبرس سے زائد جو انہوں نے یہاں اطمینان سے حکومت کی، اس میں انکی اس دانشمندی کو دخل ہے کہ باشندگانِ ملک کی مذہبیات میں انکے عائلی قانون میں دخل نہ دو، ان کے نظام تعلیم میں دخل نہ دو، ان کو سکولر طریقہ پر پڑھاؤ، اپنے اپنے مذہب کے مطابق یہ عقیدہ رکھیں، عمل کریں۔

میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مسلمان اگر مسلم پرسنل لا (شرعی عائلی قانون) میں تبدیلی قبول کرلیں گے تو آدھے مسلمان رہ جائیں گے، اور اس کے بعد خطرہ ہے کہ آدھے مسلمان بھی نہ رہیں، فلسفۂ اخلاق، فلسفۂ نفسیات اور فلسفۂ مذاہب کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ مذہب کو اپنے مخصوص نظام معاشرت و تہذیب سے الگ نہیں کیا جاسکتا، دونوں کا ایسا فطری تعلق اور رابطہ ہے کہ معاشرت مذہب کے بغیر صحیح نہیں رہ سکتی، اور مذہب معاشرت کے بغیر موثر و محفوظ نہیں رہ سکتا، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسجد میں آپ مسلمان ہیں (اور مسجد میں کتنی دیر مسلمان رہتا ہے اپنے سارے شوق عبادت کے باوجود ؟) اور گھر میں مسلمان نہیں، اپنے معاملات میں مسلمان نہیں، اس لئے ہم اسکی بالکل اجازت نہیں دے سکتے کہ ہمارے اوپر کوئی دوسرا نظام معاشرت، نظام تمدن، اور عائلی قانون مسلط کیا جائے، ہم اس کو دعوتِ ارتداد سمجھتے ہیں، اور ہم اس کا اس طرح مقابلہ کریں گے، جیسے دعوتِ ارتداد کا مقابلہ کیا جانا چاہئے، اور یہ ہمارا شہری،

www.abulhasanalinadwi.org

جمہوری اور دینی حق ہے، اور ہندوستان کا دستور اور جمہوری ملک کا آئین اور مفاد نہ صرف اس کی اجازت دیتا ہے، بلکہ اس کی ہمت افزائی کرتا ہے کہ جمہوریت کی بقاء، اپنے حقوق کے تحفظ اور اظہار خیال کی آزادی اور ہر فرقہ اور اقلیت کے سکون واطمینان میں مضمر ہے۔

آخر میں آپ کے اس اعتماد واعزاز کا نیز آپ کی توجہ والتفات کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جس کا آپ نے مجھے اپنے خیالات کے بے لوث و آزاد طریقہ پیش کرنے کی اجازت دے کر اظہار فرمایا۔ وآخر دعوانا انِ الحمدُللہِ ربِّ العالَمین.

یہ مانا اصل شاہینی ہے تیری
تری آنکھوں میں بیباکی نہیں ہے

ترا اندیشہ افلاکی نہیں ہے
تری پرواز لولاکی نہیں ہے
(اقبالؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

دنیا کی موجودہ کشمکش یہ نہیں کہ بُرائی دُور ہو بلکہ یہ کہ بُرائی ہماری نگرانی اور انتظام میں ہو،

یہ تقریر یکشنبہ ۲۴ر جنوری ۱۹۵۴ء کو مئو ضلع اعظم گڑھ میں (جو ایک بڑا صنعتی مرکز ہے) ہندو، مسلمانوں کے ایک مشترکہ جلسہ میں کی گئی جس میں مختلف سیاسی پارٹیوں اور عقیدوں کے لوگ شریک تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم الله الرحمن الرحيم

دنیا کی موجودہ کشمکش یہ نہیں کہ بُرائی دُور ہو بلکہ یہ کہ بُرائی ہماری نگرانی اور انتظام میں ہو۔

ہمت شکن تجربے

اس وقت دنیا کی تقسیمیں بڑی بے رحم ہیں، پہلے قوموں اور سلطنتوں نے ملکوں کو بانٹا تھا، مگر اب سیاسی تحریکوں نے قوموں اور محلوں کو بانٹ دیا ہے، مذہب کی آڑ میں ایسے فتنے نہیں تھے، جتنے آج کی مہذب دنیا اور جمہوری دور میں نظر آرہے ہیں، آج کے سیاسی پلیٹ فارم لوگوں کو جدا کرنے کے لئے یا اپنے گروپ بڑھانے کے لئے مخصوص ہیں، لیکن اب بھی بے غرضی سے پکارا جاتا ہے، تو لوگ اب بھی جواب دینے کو تیار ہیں، ابھی اس کا امکان ہے کہ سیاسی پلیٹ فارم کے علاوہ بھی لوگ جمع ہو جائیں، ہم نے خالص انسانی مسئلوں پر غور کرنے کی دعوت دی۔ ہمارا دل بہت خوش ہے کہ آپ نے دعوت قبول کی، آپ کا سیاسی تحریکوں سے گھبرانا تعجب نہیں، انسان اپنے تجربوں ہی سے نتیجے نکالتا ہے، آدمی باربار جن چیزوں کو ہوتے دیکھتا ہے، اس سے قاعدہ بنا لیتا ہے، آج اغراض کے لئے جمع کرنے کی

عادت ہے،آپ ہم پر بھروسہ کریں، ہم کسی پارٹی کے ماؤتھ پیں (MOUTH PIECE) یالاؤڈاسپیکر نہیں ہیں، ہمارے سامنے خالص انسانیت کا مسئلہ ہے۔

سب ٹھیک ہورہا ہے لیکن میرے اہتمام سے ہونا چاہئے

دوستو! اس وقت کا انسان اصل بگاڑ سے آنکھیں بند کرکے کہتا ہے کہ سب ٹھیک ہورہا ہے لیکن میرے اہتمام سے ہونا چاہئے، جو کچھ ہو میری نگرانی اور چودھرائیت میں ہو، بداخلاقی و بے مروتی، چوربازاری، دولت سمیٹنے کی ہوس سب ٹھیک ہے، لیکن اس کی تولیت (TRUSTEESHIP) ہمارے سپرد ہو تو خوب ہے،آج سب کے دل کی خواہش یہی ہے، اور جب بھی کسی کے ہاتھ میں انتظام آیا ہے تو اس نے لوٹ پھیر کروہی نظام قائم رکھا اور تھوڑی سی ترمیم کے بعد بات وہیں رہی جہاں تھی، بگاڑ کے سمجھنے میں مختلف پارٹیوں میں کچھ زیادہ بنیادی اختلاف نہیں، کوئی نہیں کہتا کہ وہ سب کچھ جو ہورہا ہے، نہیں ہونا چاہئے بلکہ سب کا کہنا یہ ہے کہ جو ہورہا ہے، ہمارے ماتحت اور ہماری سرپرستی میں ہونا چاہئے، گویا اس پر اعتراض نہیں کہ کارخانہ غلط ہے، بلکہ اس پر غصہ ہے کہ ہمارا سایہ اس کے سرپر نہیں۔

یورپ اور ایشیا میں آج یہی جذبہ کام کررہا ہے

دنیا کی بڑی جنگیں اسی بنیاد پر لڑی گئیں، فرانس، انگلستان، جرمنی، روس اور امریکہ وغیرہ سب اسی جذبہ کو لے کر اٹھے، انہوں نے لفظوں کو آڑ بنا کر یہ مطالبہ کیا کہ نوآبادیات (COLONIES) کا انتظام دوسروں کے سپرد کیوں ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

اور دوسری ہی قوم ہمیشہ کیوں حاوی رہے، انسانیت کے درد سے بے قرار ہو کر ان میں سے کوئی نہیں اٹھا تھا، ان میں کوئی حضرت مسیح کا مذہب جاری کرنے اور دنیا کے ساتھ انصاف کرنے، فسق و فجور، فحاشی اور عیاشی اور ظلم و زیادتی مٹانے نہیں اٹھا تھا، نہ انگریز نہ جرمن، نہ روس نہ امریکہ، انہیں اچھے بُرے، ظلم و انصاف، حق و باطل سے کچھ بحث نہ تھی، حاشاو کلا انہوں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ ہم دنیا کو صحیح نظام زندگی دیں گے، اور انسانیت کی خدمت کریں گے، ان کے پیش نظر یہ تھا کہ ہم لوگ سونے چاندی کی گنگا بہائیں گے، اور ملکوں کے ذخیروں اور دولتوں سے فائدہ اٹھائیں گے وہ دنیا پر اپنی اجارہ داری (MONOPOLY) قائم کرنا چاہتے تھے، یہ سب ایک نظام زندگی پر ایمان لائے تھے کہ تمام دنیا کو پامال کر کے انسانوں کی لاشوں پر عیش و عشرت کی محفل رچائیں گے اور آدمیت کے ملبہ پر اپنی قومی شوکت کا محل تیار کریں گے۔ سب ترسے ہوئے، ندیدے، دولت کے بھوکے، خواہشات کے غلام، شرابخور، قمارباز، خدا کو بھولے ہوئے، فطرت صحیح کے خلاف بغاوت کرنے والے تھے، دل رحم سے خالی، انسانیت کے درد سے عاری، انہیں کے نقش قدم پر آج قوم اور ملک، ذاتیں اور برادریاں، سیاسی پارٹیاں، قومی ادارے، اور قوم پرست حکومتیں چل رہی ہیں، سب کا جذبہ یہ ہے کہ ہم اور ہمارے رفیق اور ساتھی اور عزیز و احباب موج کریں وہ موجودہ حالت کو (ACCEPT) کر لیتے ہیں، ان کو صورت حال سے کوئی اختلاف نہیں، صرف ان لوگوں سے اختلاف ہے، جن کے ہاتھ میں باگ ڈور ہے، وہ دنیا بدلنا نہیں چاہتے، صرف اس کی امامت و قیادت (LEADERSHIP) بدلنا چاہتے ہیں، ان کی کوشش صرف یہ ہے کہ دوسروں کی جگہ پر ہم آجائیں، آپ کے یہاں مقامی انتخابات ہوتے ہیں، ڈسٹرکٹ

www.abulhasanalinadwi.org

بورڈ، میونسپلٹی ٹاؤن ایریا وغیرہ کے نئے انتخاب میں نئے نئے لوگ آتے ہیں، لیکن کیا کوئی نئی ذہنیت، نیا اصول زندگی، نیا جذبۂ خدمت اور نیا جذبۂ اصلاح لے کر آتا ہے، کیا کوئی نیا بورڈ، نئی کمیٹی، بداخلاقیوں کی روک تھام کرتی ہے، انسانوں کی بے لاگ خدمت کرتی ہے، ہم تو یہ جانتے ہیں کہ یہ سب ایک ہی ذہن، ایک ہی اصول زندگی اور ایک ہی جذبہ لے کر آتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، زندگی کی خرابیاں اور سوسائٹی کے جھول جوں کے توں رہتے ہیں۔

پیغمبروں کا مطالبہ، زندگی کا نقشہ غلط ہے

اس کے برخلاف پیغمبر کہتے ہیں کہ سرے سے زندگی کا نقشہ غلط ہے، اسے ادھیڑ کر پھر سے بناؤ، اس میں پھر سے رنگ بھرو، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی نے ایک شیروانی سلی سلائی لے لی، وہ اس کے جسم پر چُست نہیں ہوتی، وہ اس کو ادھر ادھر سے کترتا ہے کھینچتا ہے، پیغمبر کہتے ہیں کہ یہ بخیے غلط لگ گئے ہیں، جب تک یہ بخیے رہیں گے، اس میں جھول ہی جھول رہیں گے، اسے ادھیڑ کر پھر سے بناؤ۔

قوموں کو رشوت دی جارہی ہے

آج ساری دنیا نے انسان کو اپنی خواہشات میں آزاد مان لیا ہے، ان غلط خواہشات کے خلاف جذبہ پیدا کرنے کے بجائے آج ساری پارٹیاں اسے رشوت دے رہی ہیں، خواہشات کی رشوت، اخلاقی رشوت، اور ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر کہہ رہی ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں نظام حکومت آگیا تو ہم تمہاری خواہشات کو

www.abulhasanalinadwi.org

پورا کریں گے اور تم کو عیش و ترقی کا پورا پورا موقع دیں گے، اگر اپنی خواہشات کی تکمیل اور آزادی چاہتے ہو تو ہمیں ووٹ دو، آج ہر ایک یہ کہہ رہا ہے کہ ہم اقتدار پا کر تمہارے تعیشات میں اضافہ کریں گے، تمہارا معیار زندگی اونچا کریں گے، گویا انہوں نے مٹھائیاں دے کر بچوں کی عادت بگاڑ دیں، انہوں نے ان کو مٹھائیوں پر لگا دیا، دنیا کے انسان بچہ ہیں، پارٹیاں اور حکومتیں انہیں خواہشات کی ہوا دے رہی ہیں، اور ان کی عادتیں بگاڑتی جاری ہیں، انسان کا حال یہ ہے کہ جتنا اسے دیئے جاؤ وہ اور مانگتا جاتا ہے، فلم آتے ہیں تو اس کی ہوس اور بڑھتی ہے، یہ اور زیادہ ہیجان (EX-CITEMENT) چاہتا ہے، اور زیادہ عریاں تصویریں مانگتا ہے، یہ دنیا کے منتظم انسانی خواہشات پر لگام نہیں لگاتے بلکہ ان کی ہوس کے مطابق دیتے جاتے ہیں۔

پیغمبروں کا یہ راستہ نہیں، وہ خواہشات میں توازن واعتدال پیدا کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہر شخص کی خواہش پورا کرنے کی کوشش غیر فطری ہے، پیغمبر کہتے ہیں کہ انسانوں کا چٹورپن خطرناک ہے، اس کو چھڑانا چاہئے، چاہے بچے کا دل بُرا ہو، چاہے وہ کچھ دیر روئے اور مچلے اس کو برداشت کرنا چاہئے اور صحیح راستہ پر لگانا چاہئے، یہ غلط فلسفہ ہے کہ خواہشات کو بریک نہ لگایا جائے، اور ان کو شہ دی جاتی رہے، اور جب اس کا فساد ظاہر ہو جائے تو پھر حیرت سے دیکھا جائے اور شکایت کی جائے۔

منہ زور اور بے لگام گھوڑوں کی ریس

سیاسی پارٹیوں کا نظام غلط ہے کہ اس زندگی کے نظام کو قبول کر لیا جائے، منہ زور گھوڑا، بے لگام اور غلط رو گھوڑا انسانیت کی کھیتی کو روندتا چلا جارہا ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

آج تمام پارٹیاں اس کا سائیں بننا چاہتی ہیں، منھ زرر بے لگام گھوڑوں کی ریس ہے، کیاان کے سامنے انسانی ضمیر کی کوئی قیمت ہے، انسانی ہمدردی کا کوئی جذبہ ہے؟ یورپ اور امریکہ ہمدردی اور مساوات کا نام لیتے ہیں،ان کی ہمدردی کے پیمانے ہم سب کو معلوم ہیں بیچارے باہر سے ہمدردی کرنا چاہتے ہیں اور اندر وہی ہوس کا بھوت ہے، ظلم کے وہاں بڑے عجیب وغریب طریقے ہیں۔

حکومت اور عہدہ کا کون اہل ہے؟

دوستو! ہم کہتے ہیں کہ زندگی کا راستہ منزل سے بہت دُور جا پڑا، جب تک خدا کا یقین (Belief) نہ پیدا کیا جائے سدھار نہیں ہو سکتا، اس کے بغیر ہم ظالم کو محتاط اور ہمدرد نہیں بنا سکتے ہیں، میں الل ٹپ آپ کے سامنے نہیں آگیا، میں مطالعہ کے بعد کہہ رہا ہوں کہ جب تک آپ یقین نہ پیدا کریں انسانیت کا اصلی ماڈل (Model) تک نہیں پہونچ سکتے، اس کے اندر سے عزت وعہدہ کی محبت، دولت کی محبت نکال دیجئے اور ایثار و قربانی اور دوسروں کے لئے گھلنے کا جذبہ پیدا کیجئے، محمد رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا کہ عہدہ اسے ملیگا جو اس کا خواہش مند نہ ہو، وہاں یہ (Qualifcation) تھی، آج اس کے برخلاف بے حیائی سے خود اپنی قصیدہ خوانی کر کے حکومتیں بنائی جاتی ہیں، صحابہ کرام اس سے بھاگتے تھے حضرت عمرؓ معافی چاہتے ہیں کہ اس ذمہ داری کے بوجھ سے مجھے معاف رکھا جائے انہیں مجبور کیا جاتا تھا کہ آپ دست بردار ہو گئے تو کون انتظام کریگا؟ وہ جب تک کرتے تھے اسے بڑی ذمہ داری اور بوجھ سمجھتے تھے، اور جب سبک دوش ہوتے تو بڑا سکون (Relief) محسوس کرتے تھے، حضرت خالد کو سپہ سالار اعظم (Com-

(Mander.in.Chif) بنایا گیا تھا، سب طرف ان کی دھاک بیٹھی تھی، عین محاذ پر ایک معمولی سا پرچہ مدینے سے آتا ہے کہ خالد برطرف کیے جاتے ہیں، اور ان کی جگہ ابو عبیدہ مقرر کئے جاتے ہیں تو ذرا بھی ملال نہیں ہوتا بڑی فراخ دلی سے کہتے ہیں کہ اگر میں اس کام کو عبادت و فرض سمجھ کر کرتا تھا تو اب بھی انجام دوں گا اور اگر عمرؓ کے لئے کرتا تھا تو کنارہ کش ہو جاؤں گا، پھر لوگوں نے دیکھا کہ وہ اسی ذوق وشوق سے اپنے کام میں مشغول رہے اور کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

جاہ طلب سیاسی

آج سیاسی پارٹی سے کسی کو الگ کر دیا جاتا ہے تو پہلے نکلنے کا نام نہیں لیتا، اڑا رہتا ہے، فتنہ مچاتا ہے اور اگر الگ ہوتا ہے تو دوسری پارٹی بنالیتا ہے، یہ کیوں اس لئے کہ عزت کی ہوس، دولت کا شوق اور بڑائی کا خیال دل ودماغ پر چھایا ہوا ہے، پس جبتک موجودہ زندگی کا سانچہ نہیں بدلتا سدھار مشکل ہے، میں آپکو صاف صاف زندگی کی حقیقتیں بتلا رہا ہوں، خدا کا خوف اور اسکی رضا کا شوق پیدا کیجئے روحانی اور اخلاقی زندگی پیدا کیجئے زندگی سے لطف اندوز ہونے (Enjoy) کرنے کا شوق جو زندگی کا آئیڈیل Ideal بن گیا ہے، اسے چھوڑیئے۔

انسانی ضروریات کی فہرست بہت طویل نہیں

انسانی ضروریات کی فہرست بہت لانبی نہیں، فضولیات Luxuries کی فہرست بہت لانبی ہے، سب نے اپنی بنیاد Luxuries پر رکھی ہے، زندگی کے تعیش کو مقصود بنالو، معدہ اور نفس کو معبود مان لو، خدا کو نہ مانو، اس کی بالادستی کا انکار کرو، انسان کو ایک ترقی یافتہ جانور تسلیم کرو، اور اس کی زیادہ سے زیادہ خواہشات کو

پورا کرو، یہ سب اسی کا فساد ہے، جب تک یہ بنیاد باقی ہے، ہزار کوششوں کے باوجود سدھار نا ممکن ہے، کسی شہر اور ملک کی تو کیا ایک میونسپلٹی کے رقبہ کی بھی اصلاح نہیں ہوگی۔

خراب اجزا اور اکائیوں سے اچھا مجموعہ تیار نہیں ہوسکتا

آج انسانی افراد اور سوسائٹی کے اجزا خراب اور ناقص ہیں، غلط بنیادوں پر ان کا اٹھان ہوا ہے، اور غلط طریقہ پر ان کی تربیت اور نشوونما ہوا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ آج سارے انسانی مجموعے خراب و ناقص اور کمزور ہیں، جماعتیں افراد سے بنتی ہیں، جب تک افراد درست اور صالح نہیں ہوں گے جماعتیں اور جماعتی کام کیسے درست ہوسکتے ہیں، افراد کا سوال چھیڑا جائے تو لوگ چڑھتے ہیں، اور ناراض ہوتے ہیں، اور اس مسئلہ کو ٹال دینا چاہتے ہیں، اور اس خیال خام میں مبتلا ہیں کہ اجتماعی حالت میں یہ نقص خود بخود دور ہو جائے گا، عجب لطیفہ ہے کہ جب اینٹیں بھٹہ سے نکلیں تو کہنے والے نے کہا کہ یہ پیلا ہے، کھنجر ہے، یہ اینٹیں اچھی نہیں، یہ عمارت کا بوجھ نہیں اٹھا سکیں گی، آپ نے جواب دیا محل بن جانے دو وہ سب اینٹیں اچھی ہو جائیں گی، لیکن خراب اور ناقص اجزا سے ایک اچھا مجموعہ کیسے تیار ہو سکتا ہے، بہت سے خراب ممبروں سے ایک اچھی باڈی (Body) کیسے بن سکتی ہے، خراب تختوں سے ایک اچھا جہاز کیسے بن سکتا ہے؟ ہم کہتے ہیں، یونٹ (Units) خراب ہیں، مسالہ (Material) خراب ہے، اُس سے اچھی باڈی کیسے بنے گی، اس سے اچھی میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کیسے بنیگا؟ اس سے اچھی گورنمنٹ کیسے بنے گی؟ آج

www.abulhasanalinadwi.org

ساری دنیا میں یہی ہو رہا ہے، Material تو کوئی نہیں دیکھتا اور نتیجہ کو دیکھ کر کوفت ہے، کیا یہ ناسمجھی کی بات نہیں، پیغمبر تختے بناتے ہیں، یونٹ (Units) بناتے ہیں، اینٹیں بناتے ہیں ان کی تعمیر پائیدار، صالح اور جاندار ہوتی ہے، وہاں دھوکہ نہیں ہوتا، آج تعلیم گاہوں میں بھی اس حقیقت کو نظر انداز کیا جارہا ہے، یقین اور اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کہیں نہیں کی جارہی ہے، افراد کی تربیت کا انتظام کہیں نہیں، ہر جگہ سے غیر تربیت یافتہ افراد کے کھیپ کے کھیپ نکل رہے ہیں، آج طالب علم ہر کام کر سکتا ہے، اس لئے کہ اس کی کوئی تربیت نہیں کی گئی، میونسپلٹی میں کون لوگ ہیں، ڈسٹرکٹ بورڈ میں کون لوگ ہیں، حکومت میں کون لوگ ہیں، سارے نظام پر اس طرح کے لوگ حاوی ہیں، انہیں کے ہاتھ میں زندگی کی باگیں ہیں، آج اکثر انسان انسان نہیں، انسان نُما ہیں۔

حقیقت ظاہر ہو کر رہتی ہے

حقیقت ظاہر ہو کر رہتی ہے، چاہے اس پر کتنا ملمع چڑھادو، گدھے نے شیر کی کھال پہن لی تھی، لیکن جب خطرہ سامنے آیا تو ہیبت سے اپنی بولی بول دی، آج سب جگہ یہی ہو رہا ہے، اندر کی چیز باہر آرہی ہے، آپ میں سے بہت سے بھائی انتھک کوشش کر رہے ہیں، آپ میں سے بہت سے مخلص (Sincere) ہیں، لیکن کیا کبھی آپ نے نیچے سے سدھار کی کوشش کی، لوگ پارٹی کے اقتدار کے پیچھے پڑے ہیں، لیکن کرنے کا کام یہ تھا کہ آدمیت کا احترام پیدا ہو، خدا کا خوف پیدا ہو۔

خدا کی بستی دکان نہیں ہے

خدا کی بستی کو دکان سمجھ لیا گیا، ہر ایک دوسرے سے گاہک سمجھ کر

www.abulhasanalinadwi.org

معاملہ کرتا ہے، یہ تاجرانہ ذہنیت تباہ کن ہے، آج سب طرف لینا ہی لینا عام ہے، کہیں استاد شاگردوں کی کشمکش، کہیں مزدوروں اور کارخانہ داروں میں چپقلش، یہ سب کیوں؟ یہ سب اسی تاجرانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے، پیغمبر کہتے ہیں کہ سب کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں، اور سب کے ذمہ فرائض ہیں، فرائض ادا کرنے میں مستعد ہوں، اور حقوق حاصل کرنے میں فراخ دل، ہم یہی کہتے ہیں کہ آپ لوگ بھی یہی کرنے لگیں تو فضا بدلے گی، زندگی کا لطف آئے گا، آج لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے، ہر ایک کی نگاہ تجوری پر ہے، انسان کی مجبوری پر نہیں۔

ہمارا پیغام

ہم اپنے پیغام کو ہر پارٹی کے لئے ضروری سمجھتے ہیں، اور ہمارا وجود ہر پارٹی سے زیادہ ضروری ہے، کیونکہ ہمارا کام ہو گیا تو انسانیت کا مہکتا ہوا گلدستہ بنے گا، آج کانٹے پیدا ہو رہے ہیں، آج انسانیت عنقا ہے، ہم کہنے آئے ہیں کہ انسانیت کی بہار لاؤ، انسانیت کو نکھارو، آج انسانیت کے درخت سے کانٹے اور کڑوے کسیلے پھل پیدا ہو رہے ہیں، آپ انسانیت کے میٹھے پھل پیدا کیجئے، ہم آپ کے کاموں میں روڑے اٹکانے نہیں آئے ہیں، ہم یہ کہنے آئے ہیں کہ انسانیت کی خبر لیجئے، ہم اس بگڑی ہوئی دنیا کے خلاف خلش پیدا کرنے آئے ہیں، کاش یہ چبھن پیدا ہو، یہ پیغمبروں کا کام اور ان کا پیغام ہے، ہم اسے یاد دلانے آئے ہیں، کوئی دماغ تک رہ جاتا ہے، کوئی پیٹ تک پہنچ جاتا ہے، کوئی کپڑوں اور مکان میں اٹک کر رہ جاتا ہے، لیکن مذہب خدا کے یقین اور محبت کے ساتھ دل میں اتر جاتا ہے، وہ آنکھوں کی کھٹک اور جلن دور کرتا ہے، آنکھوں کی سوئیاں نکالنا پیغمبروں ہی کا کام ہے، انھیں کی محنتوں

www.abulhasanalinadwi.org

سے دل کی پھانسیں نکلیں اور قلوب کو اطمینان ملا۔

ہم مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم نے پیغمبروں کے کام اور پیغام کی بڑی ناقدری کی، تم مجرم ہو، تم اصل سرمایا کو چھوڑ کر ذلیل سرمایہ داروں کے ایجنٹ بن گئے، تم نے بھی تاجرانہ ذہنیت اپنالی اور بیوپاری بن گئے، تمہاری حیثیت بیوپاری اور ملازم کی نہیں تھی، تم یہاں داعی کی حیثیت سے آئے تھے، تم نے داعیانہ حیثیت اور اپنے آنے کا مقصد کھو دیا، تم دعوت اور محبت کا پیام کے ساتھ جیتے تو عزت سے جیتے اور کامیاب وبامراد جیتے رہتے، اب تمہاری فلاح اسی میں ہے کہ تم اپنی کھوئی ہوئی حیثیت اختیار کرو، دنیا کی فلاح اسی میں ہے کہ وہ پیغمبروں کے پیغام کی قدر کرے، سیاسی پارٹیاں اور مختلف جماعتیں قیادت کی جنگ اور غلبہ واقتدار کی کشمکش چھوڑ کر زندگی کے اس بگڑے ہوئے نقشہ کو بنانے کی کوشش کریں اور اپنے اور اپنے متعلقین اور دوستوں کے بجائے ساری انسانیت کی فکر کریں کہ اس کے سدھار کے بغیر کسی کو چین اور امن حاصل نہیں ہو سکتا۔

وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمين

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

آج نبوت محمدیؐ پر الحاد و دہریت کا حملہ ہے، کوئی شاہین ہے جو اس کے مقابلہ کی سعادت حاصل کرے؟

۳ / جولائی ۱۹۶۶ء کو سلیمانہ ہال میں طلبائے دارالعلوم کے سامنے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اہم تقریر کی جو مسلسل دو گھنٹے تک جاری رہی اور ریکارڈ بھی کی گئی، بعد میں شفیق رائے بریلوی نے اس کو قلم بند کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج نبوت محمدیؐ پر الحاد و دہریت کا حملہ ہے، کوئی شاہین ہے جو اس کے مقابلہ کی سعادت حاصل کرے؟

بعد حمد وصلاۃ!

طلبہ کی دو قسمیں

میرے عزیزو! بغیر کسی تکلف و تمہید کے میں تمہارے سامنے چند باتیں رکھنا چاہتا ہوں، عزیزوں سے کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہوا کرتی، خاندان میں تم نے کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے تصنع برتتا ہو یا چھوٹا بھائی بڑے بھائی سے بات کرنے میں تکلف و تمہید اختیار کرتا ہو۔

جو لوگ یہاں آئے ہیں، اور پڑھ رہے ہیں، ان کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں، ایک قسم تو ان بھائیوں اور عزیزوں کی ہے جو ماں باپ کے اصرار اور تقاضہ سے یا اس تعلق سے مجبور ہو کر جو اس معاشرہ میں والدین کا اولاد سے ہوا کرتا ہے، یہاں آئے ہیں، یعنی یہ کہ ہمارا انکا جو تعلق ہے وہ اس بنا پر ہے کہ وہ ماں باپ کے حکم کی

www.abulhasanalinadwi.org

تعمیل میں یہاں آئے ہیں، ان کی یہاں آنے کی نہ تو خواہش تھی اور نہ ان کے نزدیک اس کا کوئی فائدہ تھا، چنانچہ یہاں آنے کے بعد بجائے اس کے کہ یہاں ان کے دل میں اطمینان کی فضا قائم ہوتی، وہ اپنے والدین کے شکر گزار ہوتے، اور ان کی خیر خواہی کے قائل ہو جاتے کہ انھوں نے بہت صحیح جگہ کا انتخاب کیا اور ان کی زندگی کے لئے اچھا راستہ تجویز کیا، ان کے اندر مزید کشمکش پیدا ہو گئی ہے، اب یہ کسی وجہ سے بھی ہو، میں اس کے اسباب نہیں بیان کروں گا، یہاں ان تفصیلات کی ضرورت نہیں، ان کے علاج کی ضرورت ہے۔

ان کو یہاں آکر روز بروز یہ محسوس ہونے لگا کہ ان کو فائدہ یہاں حاصل نہیں ہو رہا ہے، ان کے والدین غالباً یہاں کے حالات سے واقف نہ تھے، اور یہاں کی افادیت کا پوری طرح اندازہ انھیں نہیں تھا، وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ جتنا زیادہ یہاں قیام رہے گا اتنا ہی ہمارا وقت گزرتا جائے گا، اور کچھ حاصل نہ ہوگا، کوئی خاص چیز یہاں سے ہم لے کر نہیں جائیں گے اور ہمیں برباد کیا جا رہا ہے، مجھے اس پر تعجب نہیں کہ عربی مدرسہ میں ایسے لوگوں کی بھی کوئی قسم ہو سکتی ہے، اس لئے کہ واقعات کی دنیا میں بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں، جن کو ہم پسند نہیں کرتے، یہ بالکل ممکن ہے کہ اچھے لوگ بھی جو بہت سعید اور صالح ہوں، اور بعد میں جا کر بہت ترقی کریں، علمی ترقی کریں دینی ترقی کریں، اولیاء اللہ بن جائیں، لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ جب تک ان کے دل کو اطمینان حاصل نہیں ہے، وہ کشمکش میں مبتلا رہیں، اور اس قسم کی ذہنی کشمکش میں مبتلا رہیں جو ہر وقت ان کے ساتھ رہتی ہے، اور کسی وقت ان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔

ان سے مجھے یہ کہنا ہے کہ وہ اپنے فیصلہ میں بالکل آزاد ہیں، وہ اگر یہاں آکر

www.abulhasanalinadwi.org

بھی مطمئن نہیں ہوئے، اگر وہ یہاں کے نظام کے ساتھ، یہاں کے قواعد، قوانین، ضوابط اور یہاں کی فضا کے ساتھ اشتراک عمل نہیں کر سکتے، اور اس کے ساتھ خوشدلی کے ساتھ نہیں رہ سکتے، انھیں یہاں الجھن ہے، اور دن رات ان کو یہ الجھن ستاتی ہے، اور یہ ان کے لئے ایک مسئلہ بن گیا ہے، تو میں ان سے بہت ہی آزادی کے ساتھ، خلوص اور صاف دلی کے ساتھ کہوں گا کہ وہ طلباء ہمت اور اخلاقی جرأت سے کام لیں، اخلاقی جرأت سے بہت مدد ملتی ہے، اس سے لوگوں نے بڑے بڑے کام کیے ہیں، اس سے بڑے بڑے فیصلے صادر ہو چکے ہیں، وہ اپنے فیصلہ میں آزاد ہیں، وہ اپنے والدین کو صاف صاف لکھ سکتے ہیں کہ یہاں آکر ہمیں اطمینان حاصل نہیں ہوا، ہم یہاں آکر کوئی فائدہ حاصل نہیں کر رہے ہیں، اور ہمیں یہ محسوس ہو رہا ہے کہ ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے، آپ بڑے مغالطہ میں مبتلا ہیں اور خود کو دھوکہ میں رکھے ہوئے ہیں، آپ سمجھ رہے ہیں کہ ہم یہاں بڑی محنت سے پڑھ رہے ہیں، لیکن واقعہ یہ نہیں ہے، کس وجہ سے؟ یہ ہم آکر بیان کریں گے، یا پھر کسی موقعہ سے ذکر کریں گے، بہر حال حقیقت یہی ہے کہ یہاں ہمارا دل نہیں لگ رہا ہے، یہاں ہمیں کوئی فائدہ محسوس نہیں ہو رہا ہے، ان بھائیوں سے تو یہ کہنا تھا کہ وہ یہ فیصلہ کرلیں، ہمیں انشاء اللہ ان سے نہ کوئی شکایت پیدا ہوگی، اور نہ آئندہ ہمارے ان کے تعلق میں انشاء اللہ کوئی فرق واقع ہوگا، اور نہ ہم ان کے لئے خدانخواستہ کوئی بات زبان سے نکالیں گے۔

ہماری طرف سے اجازت ہے کہ وہ بخوشی اپنے گھر جائیں، والدین کے سامنے ذرا جرأت وہمت سے پوری بات رکھ دیں کہ آپ نے ہمیں جس دار العلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم پانے کے لئے بھیجا تھا، وہاں جاکر ہم مطمئن نہیں ہوئے،

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارے لئے آپ کوئی دوسرا راستہ تجویز کیجئے۔

دوسری قسم

اب دوسری قسم وہ ہے جو یہاں آنے کے بعد یا یہاں آنے سے پہلے یہاں سے مطمئن ہوگئی ہے، اور جو یہ سمجھتی ہے کہ ہم مدرسہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اسنے ہمیں زریں موقع عطا کیا ہے، علوم دینی میں مہارت پیدا کرنے کے لئے دین کے مطالب کو اور اس کے مقاصد کو سمجھنے کے لئے، اس کے حقائق و معارف کو جاننے اور ان کے اندر تعمق پیدا کرنے کے لئے اللہ نے بہت اچھا موقعہ عنایت فرمایا، اس کے تمام سامان یہاں مہیا ہیں، تمام ضروری شرائط جو اس کے لئے ضروری ہیں، یہاں موجود ہیں، جن لوگوں کا کسی درجہ میں اس پر اعتقاد ہے، اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم دارالعلوم کی تعلیم سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور علوم دینیہ میں کمال حاصل کر سکتے ہیں، اور یہاں ہم ان مضامین میں جو پڑھائے جاتے ہیں، اچھی سمجھ اور اعلیٰ دستگاہ پیدا کر سکتے ہیں، اور سب سے پہلے اپنے لئے سوال ہے، "قُوا اَنفُسَكُمْ وَاَهْلِيكُمْ نَاراً" اور ہر شخص اپنا ذمہ دار ہے، "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرَىٰ" اس کے بعد اپنے اپنے والدین کے لئے خاندان کے لئے، بستی کے لئے پھر اللہ اگر ہمت و توفیق دے تو اپنے صوبے کے لئے اور توفیق و صلاحیت مزید عطا کرے تو ملک کے لئے اور اگر اللہ تعالیٰ اس سے بڑا حوصلہ اور ظرف عطا فرمائے تو پوری انسانیت کے لئے مفید ہو سکتے ہیں، اور نہ صرف یہ کہ ہم کو اللہ کا راستہ معلوم ہو جائے بلکہ ہم اس راستہ کی طرف دوسروں کو بلانے کی بھی صلاحیت اپنے اندر پیدا کر سکتے ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ نبوت (صلے اللہ علی صاحبہا وسلم) کی نیابت ہے، جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ وہ دولت ہے، جو اللہ تبارک وتعالیٰ

www.abulhasanalinadwi.org

کی طرف سے اس کے مخصوص بندوں کو جن سے وہ امامت اور ہدایت کا کام لیتا ہے، ملتی ہے، ارشاد ہے، "وَجَعَلْنَا هُمْ أَئِمَّةً يَهْدُوْنَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِآيَاتِنَا يُوْقِنُوْنَ" (ہم نے ان کو پیشوا بنایا، امامت کا منصب عطا کیا کہ ہمارے حکم سے وہ دوسروں کو بھی ہدایت کرتے ہیں) جو یہ سمجھتے ہیں کہ صلاحیت و توفیق جس کسی کو نصیب ہو جاتی ہے، اس سے سو آدمی، ایک ہزار اور ایک لاکھ آدمی اور اللہ تعالیٰ کی فیاضی اور شان کریمی سے کچھ بعید نہیں کہ لاکھوں اور کروڑوں آدمی ہدایت پاتے ہیں اس کے نامۂ اعمال میں لاکھوں اور کڑوروں آدمی لکھتے جاتے ہیں، جیسا کہ خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حساب میں لکھے گئے، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حساب میں لکھے گئے، حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حساب میں لکھے گئے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حساب میں لکھے گئے، آج ساری دنیائے اسلام مین جتنے مسلمان ہیں، ان میں سے بہت تھوڑی تعداد مستثنیٰ کر کے تمام مسلمان چار مسلکوں میں بٹے ہوئے ہیں، مسلک حنفی، مسلک شافعی، مسلک مالکی اور مسلک حنبلی۔!

اب آپ یہ دیکھئے کہ ایک ایک کے حساب میں کتنے لوگ آئے، کروڑوں انسان ایک ایک امام کے حساب میں لکھے گئے، اگر ان کے اس زمانہ سے جس وقت انہوں نے مسائل کا استنباط کیا، اور لوگوں نے اس سے فائدہ حاصل کرنا شروع کیا، اس وقت تک کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حساب میں کتنے کروڑ بلکہ کتنے ارب انسان لکھے گئے اور یہ بھی تو دیکھو کہ کس خانہ میں لکھے گئے؟ نماز کی فرد میں لکھے گئے، روزہ کی فرد میں لکھے گئے، زکوٰۃ کی فرد میں لکھے گئے، ارکان اربعہ کی فرد میں لکھے گئے، ائمہ اربعہؒ کی فہرست میں جو لوگ لکھے گئے، کس

کس عنوان کے ماتحت ان کا اندراج ہوا، کتنی نمازیں ان کے حساب میں آئیں، اربوں انسانوں کے اعمال خیر ان کے نامۂ اعمال میں لکھے گئے، آج ابھی ظہر کی نماز آپ پڑھیں گے، یقین کیجئے اس بات پر کہ اس کا ثواب امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ کی روح کو پہنچے گا، اس میں ذرا بھی کلام نہیں، قرآن اس پر شاہد! حدیث اس پر شاہد! فقہ اس پر شاہد! اور تمہارے سامنے یہ علماء بیٹھے ہوئے ہیں، ان سے پوچھو کہ کیا اس کا ثواب امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کو نہیں پہونچا؟ کیا اس کا ثواب امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ کو نہیں پہونچا؟ جن کے مسئلہ کے مطابق تم نے اپنی نمازیں درست طریقہ پر ادا کیں، جن کی محنت واستنباط کے نتیجے میں تم میں سے کسی نے اپنی نماز میں دعائے قنوت پڑھی اور کسی نے چھوڑ دی، ان کو بھی ثواب ملا اور تم کو بھی ثواب ملا۔

کیا کوئی اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے، ان کے اجر وثواب کا؟ آج کون ریاضی داں ہے، جو ان ائمہ اربعہؒ اور ان محدثین کرام اور ان فقہائے عظام اور ان مشائخ کبار کے ثواب کا حساب جوڑ سکے، اور اس کی کوئی میزان متعین کرسکے، کیا کسی میں یہ قابلیت ہے کہ امام شافعیؒ، امام غزالیؒ کے ثواب کا حساب جوڑ سکے؟ امام ابو حنیفہؒ کے ثواب سیدنا عبد القادر جیلانیؒ، مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے ثواب کی میزان مرتب کرسکے؟ کسی میں ہمت نہیں! یہ وہ جگہ ہے، جہاں یورپ کی ساری مشینیں عاجز ہیں، اور ساری دوربینیں عاجز ہیں، اور یورپ کے سارے سائنٹسٹ اور ریاضی داں عاجز ہیں۔

عصر حاضر کے فتنے

میرے عزیزو! خوش قسمتی سے تمہارا تعلق اسی قسم سے ہے جو یہ سمجھتی

www.abulhasanalinadwi.org

ہے کہ ہم عربی مدرسہ میں کیوں آئے؟ یہاں آنے کا کیا فائدہ ہے؟ جس کو یہ اطمینان ہے (خواہ کسی بھی درجہ میں سہی) کہ ہم یہاں رہ کر ان اماموں کی صف میں تو نہیں (کہ اس کی کوئی جرأت نہیں کر سکتا) ان کے خادموں اور کفش برداروں کی صف میں شامل ہو سکتے ہیں، لیکن اللہ کے احکام جود و سخا میں کوئی فرق نہیں، اس کا فرمان اور اعلان ہے (كُلًّا نُّمِدُّ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا) وہ پھر کوئی نیا امام پیدا کر دے تو وہ اس پر قادر ہے، اور اگر پھر کسی کو ہدایت کا وہی ثواب عطا کرنے لگے اور وہی کام لے تو بالکل ممکن ہے۔!

آج کتنے بڑے بڑے فتنے ہیں، جو اس وقت جہنم کے شعلوں کی مانند بھڑک رہے ہیں اور پورے پورے اسلامی ملکوں کو جلا کر خاکستر کر دینا چاہتے ہیں، اور صحابہ کرامؓ کے کارناموں پر پانی پھیر دینا چاہتے ہیں۔

آج قسم قسم کے اسلام سوز، ایمان سوز، اخلاق سوز، انسانیت سوز فتنے ابھر رہے ہیں، مادیت، الحاد، قوم پرستی، نبوت محمدی علیہ السلام سے آنکھیں ملانے کیلئے تیار ہے، آج مسیلمہ کذاب نئے نئے روپ میں آرہا ہے، اور نبوت محمدی کو چیلنج کر رہا ہے۔

آج رسول اللہ علیہ السلام کے سرمایہ پر ڈاکہ ڈال رہا ہے، آپ کے قلعہ میں شگاف پیدا کئے جارہے ہیں، آپ کے دار السلطنت پر حملہ کیا جارہا ہے، اگر آج امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ ہوتے تو میں یقین کرتا ہوں کہ شاید وہ فقہ کی تدوین بھی تھوڑی دیر کے لئے روک دیتے اور اس مسئلہ کی طرف توجہ کرتے، تم خوش قسمت ہو کہ فقہ حنفی، فقہ شافعی کی تدوین کی خدمت تمہارے ذمہ نہیں ہے، اللہ کی حکمت بالغہ اور اس کی قدرت کاملہ نے اس کیلئے پہلے ہی انتظام کر دیا، اور امت کو امام شافعیؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ جیسے ائمہ

www.abulhasanalinadwi.org

عطا کیے، جب کہ ایک لمحہ اور ایک منٹ کی تاخیر کی گنجائش نہیں تھی، تم خوش قسمت ہو، خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو، آج تمہارے لئے کام کے دوسرے میدان ہیں، آج تمہارے لئے الحاد سے پنجہ آزمائی کا موقعہ ہے۔

تمہارے لئے الحاد اور مادیت سے آنکھ ملانے کا موقع ہے، یقین مانو کہ اس سے امام حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ و امام احمدؒ کی روح نہیں، محمد عربی ﷺ کی روح خوش ہو گی، آج کب سے یہ صدائیں لگ رہی ہیں کہ ؎

گوئے توفیق و سعادت درمیان افگندہ اند

کس بہ میداں در نمی آید سواراں راچہ شد۔

تمہارا میدان

آج عالم اسلام کی نگاہیں ان درسگاہوں کی طرف لگی ہوئی ہیں، جو ان باتوں کو سمجھنے کی اہلیت وصلاحیت رکھتی ہیں، جن کے بانیوں نے اپنے نصاب و نظام میں اس کی صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کی تھی، کہ جب عصر حاضر کا کوئی نیا فتنہ پیدا ہو تو ہمارے فضلاء اس کو سمجھ سکیں اور اس کا مقابلہ کر سکیں!

نبوت محمدیؐ پر الحاد ودہریت کا حملہ

میری عزیزو! تمہارے لئے کام کے کتنے وسیع میدان میں، اور ان میدانوں میں تھوڑی سی محنت سے آج کیا کچھ مل سکتا ہے، اس لئے جن لوگوں کو یہاں کا قیام عزیز ہو، یہاں کا نظام عزیز ہو، نصاب عزیز ہو، جن کو یہاں کی تعلیم و تربیت اس لئے عزیز ہو کہ نئے خالدؓ اور نئے ابو عبیدہؓ پیدا ہوں، اللہ کی لاکھوں اور کروڑوں رحمتیں ہوں ان کی پاک روحوں پر لیکن ان کی بے چین روحیں زبان حال سے کہہ رہی ہیں کہ وہ اب قیامت تک نہیں پیدا ہو سکتے، ہم نے تلوار چلانے

www.abulhasanalinadwi.org

اور گردن کٹانے میں ایک لمحہ کا تأمل نہیں کیا ہم نے اپنا کام ختم کرلیا، لیکن آج سر کٹانے اور کاٹنے کی ضرورت نہیں، آج تو باطل سے آنکھیں ملانے کی ضرورت ہے، آج نبوت محمدی ﷺ پر تلواروں کا حملہ نہیں، دلیلوں کا حملہ ہے، مادیت کا حملہ ہے، قوم پرستی کا حملہ ہے، ہمارے جو عزیز طلبہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں رہ کر اس سلسلہ میں کچھ کیا جاسکتا ہے، ان کے لئے یہ سعادت مقدر ہے، وہ اس میں حصہ لے کر ان ابرار واخیار، اور ان شہداء و اتقیا کی صف میں جگہ پاسکتے ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دعوت کا ایک ایسا میدان ہے، کہ جس کو اللہ تعالی نے محض اپنی اس حکمت کی بنا پر جس کا راز کوئی نہیں جانتا-اس زمانہ کے پست ہمتوں کے لئے مقدر کیا ہے کہ اس میں تھوڑی سی محنت سے تم بہت کچھ پاسکتے ہو (مَنْ اَحيي سُنتِي عِنْدَ فسادِ اُمّتي فَلَهٗ اَجْرُ مأۃِ شَهِيْد) کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ سنت کون سی ہے، بے شک اگر کوئی ایک سنت زندہ کریگا تو سو شہیدوں کا اجر پائے گا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ "سنتی" میں سنت کی اضافت جو آپؐ نے اپنی طرف کی ہے، اس کے معنی ہیں میرا چلن، میرا طریقہ، میرا دین اور میرا مسلک، اب ذرا غور کرو کہ رسول اللہ ﷺ جو دین لے کر آئے اس کی دعوت پر جو آج حملے ہو رہے ہیں، ان کے مقابلہ کے لئے اگر کوئی سر بکف ہو کر میدان میں اتر آئے، اور ان حملوں کے لئے سپر بن جائے تو اس کا مقام کیا ہوگا، یہ مدرسہ جس کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو، یہاں کی ناتمام عمارتیں، یہاں کے متواضع اور خاکسار اساتذہ یہاں کی بے سروسامانیاں اور یہاں کی بہت سی خامیاں اور یہ کھانے کی خرابیاں ......، "واللہ العظیم" اسی بنا پر ہو سکتا ہے کہ یہاں سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہوں جو حق وباطل کے معرکۂ کارزار کے لئے شہسوار ہوں، اور جانباز ہوں، اور رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کو پھر سے

www.abulhasanalinadwi.org

بلند کریں، اور ملحدانہ اور مادہ پرستانہ تحریکوں اور ایمان سوز فتنوں کا جرأت کے ساتھ مقابلہ کریں، جس کے لئے روح نبوی ﷺ بے چین و مضطرب ہے، اگر ایک ایسی جیتی جاگتی مثال بھی یہاں موجود ہے، اگر ایک دھڑکتا ہوا دل، ایک دیدہ بینا اور ایک گوش شنوا یہاں حاضر ہے، اور ایک متنفس بھی ایسا ہے، جس کو اس بات کا احساس ہے کہ یہاں رہ کر یہ کام ہو سکتا ہے، جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ دن ہماری عمر ہمارے خاندان او ہماری بستی کی زندگی میں بلکہ ہماری اس پوری آبادی کی زندگی میں بڑا مبارک تھا، جس دن ہمارے والدین نے ہم کو دارالعلوم بھیجا، ان سے ہم کہتے ہیں کہ آج وہ فیصلہ کر کے اٹھیں کہ یہاں وہ اپنے وقت کو صحیح طور سے صرف کریں گے، یہاں کے درخت سے وہ بہتر سے بہتر پھل توڑیں گے جس کی توقع کی جاسکتی ہے، وہ یہاں کتاب و سنت کا گہرا اور عمیق علم حاصل کریں گے، اور وہ زندگی گزاریں گے جو ایک داعی اور عالم ربانی کی زندگی سے مطابقت رکھتی ہے۔

یکسوئی کی ضرورت

کتنا بڑا ظلم ہے کہ لوگ ساری دنیا کے راستے بند کر کے اور ساری کشتیاں جلا کر یہاں آ کر پڑ گئے ہوں، تم یہاں رہ کر یہ معاملہ کرو کہ تمہارا ایک پاؤں یہاں رہے، اور ایک پاؤں خدا کے دشمنوں کے ساتھ، دشمنانِ اسلام کے قلعہ میں! جسم یہاں رہے، اور تمہارا دل باہر! تم یہاں رہو، تمہاری آنکھیں باہر رہیں، اس کی کون اجازت دے سکتا ہے؟ کوئی چھاؤنی اس کی اجازت دے سکتی ہے؟ مدرسہ بھی ایک چھاؤنی ہے؟ کوئی درسگاہ اس کی اجازت دے سکتی ہے؟ کوئی نظام اس کی اجازت دے سکتا ہے؟ اشتراکی نظام؟ سرمایہ دارانہ نظام؟ کوئی نظام اس کی اجازت نہیں دے سکتا کہ آدمی روس میں رہے، اور امریکہ کا خواب دیکھے یا امریکہ میں رہے اور

روس کی طرف دیکھیے، توجب ان آزاد لوگوں میں جن کے لئے دنیا میں کوئی قید وبند نہیں، شراب پیو، جوا کھیلو، بد معاشیاں کرو، جب ان کے یہاں بھی اس بات کی اجازت نہیں ہے، اور اب تو اس کی بھی اجازت دینے کے لئے لوگ تیار نہیں ہیں کہ ہندوستان میں رہ کر آدمی پاکستان کی طرف دیکھے تو بتاؤ ہم تمہیں کیسے اجات دیں کہ تم یہاں رہ کر کالج کی طرف دیکھو، یونیوسٹی کی طرف دیکھو، رہو یہاں اور تیاری کرو وہاں کے لئے یہ کہاں کی دیانت داری اور کیسی تقسیم ہے؟ کہ ہم تمہارے لئے ایک ایک دانہ مانگ کر لائیں (یہ یقیناً احسان نہیں ہمارا فرض ہے) اور تم اس سے ناجائز فائدہ اٹھاؤ۔

جو لوگ ہدایت ودعوت کا کام کریں گے ان کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے......،

"وَامُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقاً نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى" بھلا بتائے یہاں کیا موقع تھا، "نحن نرزقک" کہنے کا؟ بڑے بڑے علماء موجود ہیں، ان سے پوچھو کہ فرمایا تو یہ جارہا ہے کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور اس پر جمے رہو اور پھر "لَا نَسْئَلُكَ رِزْقاً" ہم آپ سے رزق کے طالب نہیں!

یہ تو ظاہر ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ رزق کے طالب نہیں ہوتے پھر اس کی کیا ضرورت تھی؟ اس کے وسیع معنی ہیں، یعنی ہم اس کے بھی طالب نہیں کہ آپ بھی رزق کے خود کفیل اور ذمہ دار بن جائیں "نحن نرزقك" ہم اس کے ذمہ دار ہیں! آپ اس کے ذمہ دار نہیں۔! معلوم ہوا کہ امر بالصلوۃ اور اس پر محافظت واستقامت سے اللہ کے یہاں رزق کا استحقاق پیدا ہو جاتا ہے، جس کا مطلب یہ نکلا

کہ داعی کو اللہ تبارک وتعالیٰ انشاء اللہ بے یارومددگار اور فاقہ کش کبھی نہیں رکھے گا، بلکہ اس کے طفیل میں ہزاروں آدمی کھائیں گے، ایک شیر شکار کرتا ہے، اس کے طفیل میں سیکڑوں جنگل کے جانور کھاتے ہیں، حضرت نظام الدین اولیاء کے دستر خوان کو دیکھو، اس عہد آخر میں مظاہر علوم میں حضرت شیخ الحدیث کے دستر خوان کو دیکھو! اور جن خوش قسمتوں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے دستر خوان کو دیکھا، ان سے پوچھو کہ ایک شیر شکار کرتا تھا اور کتنے جنگل کے اس کے ہم جنس کھاتے تھے۔

اللہ کی ضمانت ہے، کچھ دن تم محنت کرلو، سعید ہونہار، محنتی اور جفاکش طالب علم بن جاؤ اور اپنے اندر اخلاص پیدا کرلو، پھر اللہ کی قدرت ورحمت کا تماشا دیکھو!

ایک فیصلہ

بس بھائی! سمجھنے والوں کے لئے اور جن کے لئے اللہ نے سعادت اور خوش بختی مقدر کی ہے، اتنا ہی بہت کافی ہے، بلکہ کافی سے بھی زیادہ ہے، لیکن آج جو کچھ آپ نے سنا ہے، اس سے فائدہ اٹھایئے اور فیصلہ کیجئے! "جانے کا فیصلہ ...... یا رہنے کا فیصلہ" جانے کا فیصلہ ہے تو شریفوں کی طرح اور انسانوں کی طرح! اور رہنے کا فیصلہ ہے تو وہ بھی شریفوں کی طرح اور جوانمردوں کی طرح، طالب علموں کی طرح، صاحب عزم اور صاحب ہمت نوجوانوں کی طرح۔!!

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

دنیا میں آنے والے انسان
چمن کے کانٹے یا پھول

مولانا سید ابو الحسن ندوی دام مجدہ مدرسہ امدادیہ مرادآباد کی دعوت پر "پیام انسانیت" کے سلسلہ میں ۳۱ر دسمبر ۱۹۷۸ء کو مرادآباد تشریف لے گئے، اور وہاں "انصاف کونسل" کے زیر اہتمام منعقد شدہ جلسہ میں ٹاؤن ہال میں یہ تقریر فرمائی، ہال سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ شہر کے مدارس اسلامیہ کے اساتذہ، طلبہ، وکلاء اور تجار بڑی تعداد میں شریک تھے، یہ تقریر ان دنوں ہوئی جب علی گڑھ میں فسادات ہو رہے تھے، اور اطراف واکناف میں کشیدگی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دنیا میں آنے والے انسان
چمن کے کانٹے یا پھول

نئے مہمانوں کی آمد

دنیا میں انسانوں کی آمد کا سلسلہ ہزاروں بلکہ لاکھوں سال سے جاری ہے، اور کوئی دن ایسا نہیں کہ دنیا کی تاریخ میں نئے مہمان نہ آتے ہوں، صرف آج کا دن اور صرف ہمارا اور آپ کا یہ شہر مراد آباد جس میں ہم سب جمع ہیں، اگر آپ ٹوہ لگائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ شہر کی آبادی میں آج بھی اضافہ ہوا ہے، یہ شہنائیاں جو بج رہی ہیں (ایک قافلہ اس وقت شہنائیاں بجاتا سڑک سے گذر رہا تھا) یہ لوگ جو اپنی خوشی کا اظہار کر رہے ہیں، یہ سب علامتیں ہیں، اس بات کی کہ دنیا کی رونق ابھی قائم ہے، دلوں میں امنگیں ہیں، اور انسان اس دنیا میں ہنسی خوشی رہنا چاہتا ہے۔

جو بچہ بھی اس دنیا میں آتا ہے، جو نیا مہمان بھی ہماری آپ کی اس محفل میں داخل ہوتا ہے، وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ اس دنیا کا پیدا کرنے والا خدا انسان سے ابھی روٹھا نہیں ہے، انسان پر سے اس کا اعتماد اور بھروسہ ابھی اٹھا نہیں ہے وہ

www.abulhasanalinadwi.org

انسان سے مایوس نہیں ہوا، اگر ایسا ہوتا تو خدا کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے، وہی بھیجتا ہے، وہی بھیجنا بند کردیتا، ہم نے آپ نے جلسہ کیا ہے، ایک چھوٹی سی کوشش، جو آرہے ہیں، ان کو آنے دے رہے ہیں ہم ان کو آدمی سمجھتے ہیں، انہیں کے لئے ہم نے یہ محفل سجائی ہے، آپ کا یہ حال تنگ پڑ رہا ہے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ بلانے والے بھی خوش ہیں، اور آنے والے بھی خوش ہیں، آنے والے شوق سے آرہے ہیں، اور بلانے والے ان کو جگہ دے رہے ہیں، اگر بس چلے تو آنکھوں میں جگہ دیں۔

خدا انسانوں کو دنیا میں مجبوری سے نہیں بھیج رہا ہے، ہم نے خود اپنے مہمانوں کو مجبوری سے جگہ نہیں دی ہے، شوق سے جگہ دی ہے، شہر میں اعلان کیا، کارڈ تقسیم کئے، ہم نے خود بلایا ہے، یہ بن بلائے نہیں آئے، جب یہ ہمارے بن بلائے نہیں آئے تو خدا کی مخلوق دنیا میں بن بلائے کیسے آسکتی ہے؟

تو جو بچہ بھی اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے وہ چاہے کسی براعظم میں پیدا ہو، ہندوستان میں پیدا ہو یا یورپ وامریکہ میں، مشرق وسطی میں پیدا ہو، یا مشرق بعید میں، وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے، (اور ایسا صاف اور ایسے پیارے طریقے پر اعلان کرتا ہے کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے) کہ ابھی اس سنسار کا پیدا کرنے والا انسانوں سے مایوس نہیں ہے، وہ ان کو بسانا چاہتا ہے، وہ ان کی مدد کرتا ہے، خود ہماری پیٹھ پر، ہماری کمر پر اس کا ہاتھ ہے، اگر اس کا ہاتھ نہ ہوتا تو کتنے پھول بے کھلے مرجھا جاتے، لیکن یہاں کا اتنا لمبا سفر کر کے جو مہمان یہاں آرہا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا اس دنیا سے ابھی مایوس نہیں ہے، اگر خدا اس دنیا سے ناراض ہو جائے تو اس کو ابھی توڑ پھوڑ کے رکھ سکتا ہے، کتنی لڑائیاں ہوئیں، انسانوں نے اس دنیا کو تباہ

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے کی کتنی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے۔

یہ جو دو عالمی جنگیں (FIRST AND SECOND WORLD WARS) اس لڑائی کی آگ بھڑکانے والوں نے اپنی پوری ایڑی چوٹی کا زور لگادیا کہ یہ دنیا ختم ہو جائے لیکن دنیا پھر بھی قائم ہے، اور اس کی رونق باقی ہے۔

نوشتۂ دیوار

اگر خدا کا ہاتھ اس دنیا کی پیٹھ پر نہ ہوتا، انسانوں کے سر پر نہ ہوتا، خدا کی حفاظت نہ ہوتی خدا ابھی اس دنیا سے خوش نہ ہوتا اور انسان اس کو پیارا نہ ہوتا، تو یہ جو یورپ و امریکہ کے جادوگر جو ہماری قسمت کے مالک بنے بیٹھے ہوئے ہیں، یہ کب کا اس سنسار کو ختم کر چکے ہوتے، مگر ان کی اتنی منظم سائنٹفک آرگنائزڈ کوششوں کے باوجود جس کی پشت پر سائنس تھا، ٹکنالوجی تھی، اور اب اٹامک انرجی بھی آگئی ہے، اس کے باوجود یہ اس سنسار کو تباہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے؟ یہ دیوار کا نوشتہ ہے کہ خدا اس دنیا سے مایوس نہیں ہے، ابھی خدا اس دنیا سے مایوس نہیں ہوا کہ یہ فرش جو بچھایا گیا ہے، یہ شامیانہ جو لگایا ہے، اسے تہہ کر کے رکھ دے، ورنہ ایک منٹ نہیں سکنڈ نہیں، سکنڈ کے بھی ہزارویں حصے میں اس دنیا کو ختم کر سکتا ہے، ہم کو قرآن میں بتایا گیا ہے "اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ" کہ اس کے ارادہ کی دیر ہوتی ہے اس نے ارادہ کیا اور کام ہوا، ارے بھائی ہم ٹیلیفون کرتے ہیں، اٹھایا ریسیور، نمبر ملایا، فوراً بات ہو گئی تو خدا کو کیا دیر لگ سکتی ہے؟

کیا آپ خدا کا منشا نہیں سمجھتے؟ خدا کو ابھی دنیا باقی رکھنا ہے، مگر ہمارا آپ کا طرزِ عمل کیا ثابت کرتا ہے؟ خدا بھلے اس دنیا سے خوش ہو اور پیار کرے مگر ہم اس

www.abulhasanalinadwi.org

دنیا سے خوش نہیں، خدا تو مہمان پر مہمان بھیجے اور جب مہمان آتا ہے، تو اپنی روزی لے کر آتا ہے یہ تو ہماری نالائقی ہے کہ اس کو وقت پر کھانا نہ ملے، پیٹ بھر غذا نہ ملے، باقی خدا جو مہمان بھیجے گا اس کی روزی بھی بھیجے گا مگر ہم کیا ثابت کر رہے ہیں؟ ہم یہ ثابت کر رہے ہیں کہ انسان سے بڑھ کر کوئی چیز قابل نفرت نہیں ہے۔

راوڑ کیلا، جمشید پور، علی گڑھ جہاں جہاں فرقہ وارانہ فسادات ہوئے ہیں، وہاں کے ان شریف آدمیوں نے کتنے سانپ بچھو مارے ہوں گے، اگر اس کا کوئی دفتر ہوتا تو میں وہاں جا کر پوچھتا اس کے اعداد و شمار دیکھتا کہ بھائی ہر شخص بتائے کہ اس نے کتنے بچھو مارے، کتنے سانپ مارے، کتنے بھیڑیئے، چیتے اور شیر مارے؟ ان میں بعض لوگوں کی زندگی گذر جاتی ہے، اور موذی جانور مارنے کی توفیق نہیں ہوتی، مگر انسان انسان کو کس طرح مارتا ہے، دیکھئے خدا اور انسان کے کام میں ایک ٹکراؤ اور تضاد ہے، خدا چاہتا ہے، یہ دنیا پنپے، پھلے پھُولے، سر سبز و شاداب ہو، بارونق ہو، یہاں اس کی رحمت کی، محبت کی ہوائیں چلیں، یہاں محبت کی اور پریم کی بانسری بجے، یہاں محبت کی خوشبو پھیلے وہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے، میں خوش ہو رہا ہوں یہ صورتیں دیکھ کر، کس طرح اپنا دل دکھاؤں کہ کتنا خوش ہو رہا ہوں تو خدا جو اس دنیا کا باغبان ہے، پالنہار ہے، انسان کو بنانے والا ہے، کیا خوش نہیں ہوتا؟ اپنی بنائی ہوئی چیز پر سب خوش ہوتے ہیں۔

نگاہوں کا جادُو

مراد آباد والوں کو اگر اپنے برتنوں پر ناز ہے تو خدا کو اپنی بنائی ہوئی چیز پر ناز نہیں ہوگا؟ مراد آباد کا رہنے والا جب کہیں جاتا ہے، تو کہتا ہے میں اس جگہ کا رہنے

www.abulhasanalinadwi.org

والا ہوں جہاں سے بہتر برتن کہیں نہیں بنتے، ٹھیک ہے، ہم بھی مانتے ہیں۔ ہمیں آپ کا دعویٰ تسلیم ہے مگر کیا ہم اور آپ کو ناز کرنے کا حق ہے؟ برتن بنالیا تو اس پر خوش، ایک مشین بنالی تو اس پر خوش، ایک کپڑا سی لیا تو اس پر خوش، اور خدا نے یہ گلدستہ بنایا، یہ چمن کھلایا انسان کو پیدا کیا، جس کی وجہ سے ہر چیز میں قیمت پیدا ہوئی۔ اسے اپنی پیدا کی ہوئی چیز پر خوش ہونے کا حق نہیں؟

کہاں کا سونا، کہاں کی چاندی، کہاں کا مرادآباد کا برتن اور کہاں کا امریکہ کا کمپیوٹر، اور کہاں کی مشنری، سب ہماری اور آپ کی نگاہوں کا جادو ہے، ہم نے آپ نے سونے کو دیکھا قدر کی نگاہ سے سونا ہو گیا، اگر ہم اور آپ آج کوئی انٹر نیشنل کنونشن کرلیں یا ہم کہیں طے کرلیں کہ ہمیں سونے سے کوئی مطلب نہیں، سونا ہمیں پسند نہیں تو سونا اور مٹی برابر ہو جائے، سونا خود کوئی چیز نہیں، نگاہوں کا کھیل ہے، آپ کی نگاہیں دھات پر پڑیں تو سونا بنادیا، آپ کی نگاہیں ٹوٹ جانے والے شیشے پر پڑیں تو وہ ایسا ہوا کہ اسکو دل کی طرح عزیز رکھنے لگے، کوئی توڑ نہیں سکتا، پھول اور کانٹے میں فرق کیا ہے؟ آپ نے پھول کہا تو پھول ہو گیا، آپ نے کانٹا کہا تو کانٹا ہو گیا تو ہم اور آپ طے کرلیں کہ آج سے پھول کانٹا ہے اور کانٹا پھول ہے، تو پھول کانٹا ہو جائے گا اور کانٹا پھول ہو جائے گا، یہ سب ہماری اور آپ کی نگاہ کا کھیل ہے، دل کی توجہ کا، دل جدھر جھکا بس اسی چیز میں قیمت پیدا ہو گئی۔

بازار میں بھاؤ کیوں بڑھتا ہے، آپ سب کاروباری آدمی ہیں، بھائی! بھاؤ کیوں بڑھا، کل وہی چیز تھی، آج وہی چیز ہے لیکن کل اس کے دام کچھ اور تھے، آج اس کے دام کچھ ہیں، کیا فرق ہوا؟ کہاں سے فرق آیا؟ صرف آپ کو خواہش زیادہ ہو گئی، آپ کو زیادہ چاہت ہو گئی، آپ اسے زیادہ خریدنے چلے گئے، دام بڑھ گئے، اگر

آپ کہیں کہ کل سے ہم فلاں کپڑا نہیں خریدیں گے تو وہ کپڑا بے قیمت ہو جائے گا، کپڑوں کے جو نئے نئے فیشن نکلتے ہیں، ان کی حقیقت کیا ہے؟ یہ فیشن پیرس سے نکلا ہے، لندن سے نکلا ہے، لوگوں نے پسند کیا اور فیشن بن گیا اور ساری دنیا میں پھیل گیا، اور پھر اس کے بعد اس کو ایسا بھول جاتے ہیں، کہ اگر کوئی اس فیشن میں نکلے تو اسے دیوانہ سمجھیں اور "آؤٹ آف ڈیٹ" سمجھیں۔

"اپٹوڈیٹ" اور "آؤٹ آف ڈیٹ" کی حقیقت کیا ہے، ؟ آپ ہیں سب کچھ، آپ نے کہا یہ چیز اچھی ہے زمانہ کے مطابق ہے، وہ اپ ٹوڈیٹ ہو گئی، آپ نے کہا یہ پُرانے زمانے کی چیز ہے، ہمیں پسند نہیں تو آؤٹ آف ڈیٹ ہو گئی۔

تو آپ ہی اس دنیا میں سب کچھ ہیں، مگر آپ کا طرز عمل یہ بتاتا ہے کہ آپ خدا کی مرضی پر خوش نہیں ہیں، خدا کچھ چاہتا ہے آپ کچھ چاہتے ہیں، خدا بنانا چاہتا ہے، آپ بگاڑنا چاہتے ہیں، خدا سرسبز و شاداب رکھنا چاہتا ہے، آرام پہونچانا چاہتا ہے، آپ کہتے ہیں، ہم آرام نہیں پہنچنے دیں گے، یہ ہمارا طرز عمل ہے گویا ہمیں خدا سے لڑائی ہے، معاف کریں ہمارے ہندو مسلمان بھائی، ہم سب مذہبی لوگ ہیں، ہم سب یقین کرتے ہیں مذہب کی حقیقتوں میں، اس کی سچائیوں میں، لیکن ہم اپنے طرز عمل سے ثابت کرتے ہیں، جیسے ہم کو خدا سے ضد ہو، وہ دن کہے تو ہم رات کہیں، وہ رات کہے تو ہم دن کہیں، وہ اچھا کہے تو ہم برا کہیں، وہ بُرا کہے تو ہم اچھا کہیں، وہ کہے کہ مل کر رہو، محبت سے رہو ہم کہیں کہ ہمیں منظور نہیں۔

خدا کی بُردباری دیکھئے!

ایک دکان پر آپ چلے جایئے اور دو ایک برتنوں پر ہاتھ صاف کر دیجئے، بے

www.abulhasanalinadwi.org

قرینہ کردیجئے، توڑنا پھوڑنا نہیں اس کا ذکر کیا، بے قرینہ رکھ دیجئے، تو دکان والا خواہ آپ کا کیسا دوست ہو، کیسا شریف آدمی ہو وہ بگڑ جائے گا، اور آستین چڑھا لے گا کہ آپ کو کیا حق ہے، ہماری دکان کا انتظام کرنے کیوں آئے، خدا کی بردباری دیکھئے کہ برابر انسانوں کو بھیج رہا ہے، برابر روزی دے رہا ہے، زمین غلہ اگا رہی ہے، آسمان پانی برسا رہا ہے، کسی چیز میں کوئی ہڑتال، کوئی اسٹرائک نہیں کہ خدا نے وہ چیز روک دی ہو ہماری نالائقی سے، لیکن ہمارا کیا طرز عمل ہے؟ ہم خدا کو برابر غصہ دلانا چاہتے ہیں، شکر ہے، اسی کی تعریف ہے، کہ وہ بچوں کی طرح غصہ میں نہیں آتا، ورنہ اگر ہمارے کرتوتوں سے وہ غصہ میں آجاتا تو کب سے یہ دنیا لپیٹ کر رکھ دی جاتی، یہ اس بات کی علامت ہے کہ خدا اتنے دنوں سے برداشت کر رہا ہے، خدا ابھی اس دنیا سے مایوس نہیں ہے، خفا نہیں ہے اور ہم بات بات پر خفا ہوتے ہیں، ہمیں چاہئے تھا کہ خدا کا ہمارے ساتھ جو معاملہ ہے، کم سے کم اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے بھائیوں کے ساتھ وہ معاملہ کرتے۔

خدا ایسا کہ جو چاہو کر گزرو، اور وہ خفا نہیں ہوتا، یعنی اس طرح سے ناراض نہیں ہوتا کہ دنیا کو تہہ کر کے رکھ دے، الٹ کر رکھ دے کہ بس ختم، وہی زمین و آسمان، چاند سورج، بارش و ابر، وہی قانون قدرت (COSMIC LAW) برابر چلے آرہے ہیں، ہزاروں لاکھوں برس سے، مگر ہمیں کچھ تو سوچنا چاہئے کہ آخر یہ کب تک ہوتا رہے گا؟

علم نے کیا فائدہ پہنچایا؟

آج دنیا میں علم کا کتنا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے، ڈنکا بجایا جا رہا ہے، لیکن کیا اس

علم نے فائدہ پہنچایا، کیا ہم کو آدمی بنادیا؟ علم کا فائدہ تو ہم نے یہ اٹھایا کہ جو کام ہم بھدے طریقے پر کرتے تھے، دیر میں کرتے تھے، اس کو ہم بہت سلیقے کے ساتھ ٹیکنیکل(TECHNICAL) خوبصورت (BEAUTIFUL)ترقی یافتہ(AD-VANCED)طریقہ پر اور بہت جلدی ہم اسے کرلیتے ہیں، یعنی پہلے ہلاکت بیل گاڑی پر بیٹھ کر آتی تھی، بیل گاڑی دیر سے پہنچے گی تو ہلاکت بھی دیر سے پہنچے گی پھر وہ گھوڑے سے جانے لگی، پھر ریل گاڑی سے، پھر ہوائی جہاز سے جانے لگی اور اب اٹمک انرجی(ATOMIC ENERGY)اور اسکی سرعت اور اس کے زور سے جانے لگی، بتایئے کہ یہ انسانوں کے لئے اچھا ہوا؟ پہلے ہی غنیمت تھا کہ ایک بادشاہ ملک فتح کرنے چلتا تھا، گھوڑوں پر، اونٹوں پر، ہاتھیوں پر، اتنی دیر میں دوسرے لوگوں کو خبر ہوتی وہ تیاری کرلیتے تھے، اب تو سائنس نے اتنی ترقی کرلی کہ ایک منٹ کی بھی مہلت نہیں مل پاتی، ہیروشیما میں، ناگاساکی میں کیا ہوا؟ کیا ان کو کچھ مہلت ملی؟ علم تو حاصل کررہے ہیں، لیکن یہ ایسا ہن گیا ہے جیسے کہ کسی شرابی کے ہاتھ میں، بدمست کے ہاتھ میں تلوار آجائے، تیز دھار کی کوئی چیز آجائے، وہ تو شرابی بدمست ہے، کسی کا گلا کاٹ دے گا، بھائی کا گلا کاٹ دے، بچہ کا گلا کاٹ دے، ایسے ہی آج بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔

خطرہ مول لینا پڑتا ہے

میرے بھائیو اور دوستو! ابھی خدا نے ہمیں مہلت دی ہے اور دیکھئے اب بھی آواز میں، سچائی میں، خلوص میں، سادگی میں اثر ہے، درد میں اثر ہے کہ اتنے آدمیوں کو یہ درد بلا سکتا ہے، تڑپنے والے، سوچنے والے دل و دماغ ہمارے ملک

www.abulhasanalinadwi.org

میں بڑی تعداد میں موجود ہیں، لیکن قصہ یہ ہے کہ کوئی ہمت نہیں کرتا، جو فسادات ہوتے ہیں، اس میں سب لوگوں کو ہسٹریا کا دورہ نہیں ہوتا، سب پاگل نہیں ہو جاتے، مگر ہوتا یہ ہے کہ چند بد معاش، خدا سے نہ ڈرنے والے، انسان کو کوئی چیز نہ سمجھنے والے میدان میں آجاتے ہیں، اور ہر شریف آدمی اپنی خیر منانے لگتا ہے کہ ان غنڈوں اور بد معاشوں کے کون منہ آئے؟ ان کے کون سامنے آئے، اپنی عزت بھی خاک میں ملائے، شریف لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ جاتے ہیں، اور اپنی خیر منانے لگتے ہیں، ورنہ کوئی شہر، کوئی گاؤں بھلے شریف آدمیوں سے خالی نہیں ہے، لیکن وہ ڈرتے ہیں، ہچکچاتے ہیں، ان کا زور جادو چل جاتا ہے جو بد معاش ہیں خدا سے نہیں ڈرتے، شریف آدمی اپنے کونوں میں بیٹھ جاتے ہیں، وہ کہتے ہیں بھائی ان رذیلوں، کمینوں، خونخواروں کے کون منہ آئے، کون اس کے سامنے آئے، لیکن اگر اس دنیا میں ایسا ہی ہوتا رہے تو یہ دنیا چل نہیں سکتی، اس میں تو خطرہ مول لینا پڑتا ہے۔

ایک بلیغ مثال

میری معلومات زیادہ تر مذہبی ہیں، ہمارے پیغمبر صاحب نے ایک مثال دی، اس سے بہتر مثال مجھے اب تک نہیں ملی، میں اس لئے بھی اسے بیان کرتا ہوں کہ ایسی تصویر کھینچ دینے والی مثال مجھے نہیں ملی -------- ظلم و ستم، انارکی، بد نظمی، فتنہ و فساد یہ اگر دنیا میں آئے تو اس کو روکنا چاہئے ہمت کر کے، چاہے اس میں کتنا نقصان ہو جائے، اگر نہیں روکو گے تو تم بھی نہیں بچو گے، اس کی آپ نے مثال دی کہ ایک کشتی ہے، اسپر لوگ جارہے ہیں، دریا کا سفر ہے، اس میں ایک اوپر

www.abulhasanalinadwi.org

کلاس ہے، ایک لور کلاس ہے، ایک اوپر کا حصہ جیسے کہ آج کل فرسٹ کلاس ہوتا ہے، اور نیچے ڈیک ہوتا ہے، کچھ مسافر ڈیک پر ہیں، اور کچھ مسافر فرسٹ کلاس میں ہیں، پانی کا انتظام اتفاق سے اوپر ہی ہے، کشتی تو دریا میں چل رہی ہے، لیکن دریا سے پانی لینا ہر ایک کے بس کا کام نہیں، ڈول رسی ہو...... تو یہ نیچے والے پانی لینے اوپر جاتے ہیں، پانی کی فطرت یہ ہے کہ وہ گرتا ٹپکتا ہے، جب پانی لے کر آئے تو کشتی ہلنے والی تھوڑا اس پر ٹپکا تھوڑا اس پر ٹپکا، صاحب لوگوں نے، اپر کلاس والوں نے آستینیں چڑھالیں کہ صاحب پانی کی ضرورت آپ کو، پانی کی غرض آپ کو اور پریشان ہم ہوتے ہیں، دیکھئے ہم نے کپڑا نکھار کھا تھا، فرش نکھار کھا تھا، آپ نے اس کو بھگو دیا دیکھے ہمارے اوپر چھینٹے پڑ گئے، ہم آپ کو پانی نہیں لے جانے دیں گے۔

انہوں نے کہا پانی کے بغیر کیسے رہا جاسکتا ہے؟ انہوں نے کہا چاہے جو ہو ہم آپ کو پانی نہیں لے جانے دیں گے حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ نیچے والوں نے سوچا کہ پانی تو ہم ضرور لیں گے پانی بغیر گذارہ نہیں، ایسا کرو کہ نیچے سوراخ کرلو، اور وہیں سے اپنا ڈول، لوٹا ڈال کر پانی نکال لیا کرو، آپؐ نے فرمایا کہ اگر ان لوگوں میں سمجھ ہے اور ان کو زندگی پیاری ہے کچھ ہوش گوش ہے تو یہ خوشامد کریں گے، ان کے پاس جائیں گے کہ تم پانی لینے آتے تھے اور ہم ناراض ہوتے تھے، ہم خود پانی پہنچادیں گے، لیکن خدا کے لئے ہمارے اوپر رحم کھاؤ، کشتی میں سوراخ نہ کرو، اور اگر انہوں نے کہا کہ ہماری بلا سے، ارے بھائی سوراخ تو نیچے ہورہا ہے، اوپر تو نہیں ہورہا ہے، ہم تو اوپر رہتے ہیں، ہم تو بالا نشین ہیں، ہم تو اپر کلاس کے لوگ ہیں، اور یہ لور کلاس کے ذلیل لوگ ہیں، سوراخ کررہے ہیں تو نیچے کررہے ہیں، ہم تو آرام سے رہیں گے، آپ نے فرمایا جب سوراخ ہوگا تو نہ لور کلاس والے بچیں گے اور نہ اپر

کلاس والے بچیں گے کشتی ڈوبے گی تو سب کو لے کر ڈوبے گی۔

آج ہماری سوسائٹی میں صرف ہندوستان کو نہیں کہتا، ہمارا یہ موجودہ بیسویں صدی کا سماج ایسی ہی کشتی بن گیا ہے کہ اس میں اپر کلاس والے بھی ہیں، اور لوور کلاس والے بھی ہیں، اپر کلاس والوں کی پیشانی پر بل آتے ہیں، اور یہ بات بات پر اپنا امتیاز ثابت کرتے ہیں، اور یہ احساس برتری (COMPLEX) میں مبتلا ہیں، نیچے والے کہتے ہیں (نیچے اوپر کا فرق یوں سمجھئے کہ جس کو ضرورت پڑتی ہے اسکو آپ لوور کلاس سمجھ لیجئے اور جسے ضرورت نہیں اسے اپر کلاس) کہ ہمیں کام سے کام ہے، ہم کچھ نہیں دیکھتے ہمارا کام تو نکلنا چاہئے، کرپشن ہے، ذخیرہ اندوزی ہے، بلیک مارکٹنگ ہے، بے ایمانی ہے، کام چوری ہے، مزدور کام نہیں کرتا، مزدوری زیادہ لینا چاہتا ہے اور جو مالک ہے مل اور کارخانے کا، وہ چاہتا ہے کہ یہ کام کرے پورا سولہ آنے، اور اگر کوئی ایسا قانون ہو کہ ایک آنہ ہم دے سکیں تو ایک ہی آنہ دیں، نتیجہ یہ ہے ہر ایک کام نکالنا چاہتا ہے، سب لوگ ان ڈائرکٹ طریقے پر سوراخ کر کے پانی بھر رہے ہیں، پوچھنا پاچھنا کچھ نہیں اپنا کام ہے، اللہ نے ہم کو ہاتھ دیئے ہیں، پاؤں دیئے ہیں سمجھ دی ہے جو کچھ ہماری سمجھ میں آئے گا کریں گے، اب سماج میں جو لوگ سمجھدار ہیں، دانشور ہیں، اسکالر ہیں، محب وطن اور ملک کو چاہنے والے ہیں، اگر انہوں نے کہا ہماری بلا سے یہ جانیں ان کا کام جانے، ہم آنکھیں بند کر لیتے ہیں یہ چاہیں مریں، جئیں، تو نتیجہ کیا ہوگا؟

کشتی میں پانی بھرے گا، کشتی ڈوبے گی، اور بھائی جب کشتی ڈوبے گی تو امتیاز نہیں کرے گی، آگ جب کسی گاؤں میں لگتی ہے تو وہ امتیاز نہیں کرتی کہ یہ مسلمان کا گھر ہے، یہ ہندو کا گھر ہے، یہ شریف آدمی کا گھر ہے یہ خاں صاحب کا گھر ہے، یہ شیخ

صاحب کا گھر، یہ پنڈت جی کا گھر، یہ فلاں کا گھر، کچھ نہیں، آگ تو اندھی بہری ہوتی ہے، جب لگتی ہے تو سب جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے، سیلاب آتا ہے تو وہ امیر غریب اونچے نیچے میں کوئی فرق نہیں کرتا۔

ہمارا سماج ڈانواں ڈول

میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج سماج کی کشتی ڈانواں ڈول ہو رہی ہے، اور اس میں بہت سے مسافر ایسے ہیں، جو اس میں سوراخ کئے ہوئے ہیں، اور سوراخ سے اپنا ڈول ڈال کر پانی بھر رہے ہیں، دفتروں میں کیا ہو رہا ہے؟ اسٹیشنوں پر کیا ہو رہا ہے؟ اور ہمارے محلوں میں کیا ہو رہا ہے؟ آدمی کو بس اپنے کام سے مطلب ہے اور کسی چیز سے مطلب نہیں، ہمارا الو سیدھا ہونا چاہئے، (ہماری زبان کا بہت پھوہڑ سا محاورہ ہے کہ ہمارا الو سیدھا ہونا چاہئے) باقی ہم کو مطلب نہیں کہ کس پر کیا گذرتی ہے، اس فلسفہ پر سب کا عقیدہ ہے، نتیجہ یہ ہے کہ سارا ملک اپنا فائدہ دیکھ رہا ہے۔

وہی بات ہوئی کہ ایک بادشاہ تھا، اس نے ایک تالاب بنایا اور اعلان کیا کہ ہمیں دودھ کا حوض چاہئے، سب لوگ اس میں دودھ ڈالیں، ایک ایک بالٹی دودھ لائیں اور ہم سے پیسے لے لیں، ہر شخص نے یہ سوچا، میں نے سوچا، آپ نے سوچا کہ، ارے بھائی سب لوگ تو دودھ کی بالٹیاں لائیں گے، ایک میں نے اگر پانی کی بالٹی ڈال دی تو کیا پتہ چلے گا، کون اس کو کیمیاوی طریقہ پر دیکھے گا کہ دودھ کی بالٹیوں میں کتنی پانی کی بالٹیاں ہیں، اور کون لایا تھا؟ ایک شخص چلا وہ پانی کی بالٹی لے چلا، اور اس نے پانی کی بالٹی ڈال دی ہر ایک نے ایسا ہی کیا، ہر آدمی نے اسی ذہن سے

سوچا اور اتفاق سے دودھ کی بالٹی والوں نے بھی یہی سوچا کہ پانی کی بالٹی ڈالیں، نتیجہ یہ ہوا کہ صبح بادشاہ سلامت آئے خوش وخرم کہ حوض لبالب سفید دودھ سے بھرا ہوگا اور ہم اس پر فخر کریں گے کہ ہم نے دودھ سے حوض بھر دیا، دیکھا کہ وہاں تو پانی بھرا ہوا ہے، ارے یہ کیا غضب ہوا؟ معلوم ہوا کہ پورے شہر نے ایک ہی دماغ سے سوچا۔

آج مشکل یہ ہے کہ ہر شخص کا دماغ ایک طرح کا ہو رہا ہے، کچھ لوگوں کا استثناء تو آپ کو کرنا ہوگا، خدا نے پانچ انگلیاں برابر نہیں کیں، لیکن پانی کی بالٹی والا رجحان (TREND) بڑھ رہا ہے، اور یہ خیال کہ ہمیں پیسے لینے ہیں ہمیں خدا سے شرم آنی چاہئے اور کوئی بات ایمانداری کے خلاف نہیں کرنی چاہئے، یہ چیز سکڑتی چلی جا رہی ہے، ہم یقین کرتے ہیں فوری فائدہ میں۔

ہماری سوسائٹی کی بیماری یہ ہے کہ ہر ایک اپنی مٹھی فوراً گرم کرنا چاہتا ہے، بھائی ایک دو، دو چار ہزار کی مٹھی گرم ہونے سے کچھ نہیں ہوتا، اس سوسائٹی کا کیا ہوگا، جس میں مٹھی تو گرم ہوگئی، لیکن سوسائٹی بُجھتی جا رہی ہے، ٹھنڈی پڑتی چلی جا رہی ہے، آج ہمارا عقیدہ جمتا چلا جا رہا ہے کہ جس کام سے چار پیسے ملیں وہی کام عقلمندی کا ہے، ہرگز وہ عقلمندی کا نہیں ہے، من ماریئے پھر آپ کا من خوش ہوگا، آپ کے من کو آسودگی اور اطمینان حاصل ہوگا لیکن سب جلد سے جلد اگر من خوش کرنا چاہیں تو پھر کسی کا من خوش نہیں ہوگا، پھر آپ دیکھئے گا کہ یہ سوسائٹی یہ دنیا وبال بن جائے گی اور لوگ پناہ مانگیں گے، اور کہیں گے خدا موت دے۔

ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

www.abulhasanalinadwi.org

ایسے سماج میں موت کی خواہش ہوتی ہے، اور آج اگر آپ لوگوں کو تلاش کریں گے تو کتنے بھائی آپ کو ایسے ملیں گے جو مرنا پسند کرتے ہیں، اس جینے سے تو مرنا اچھا، ہم نے شاعروں کا کلام پڑھا ہے، ادیبوں کی تحریریں دیکھی ہیں کہ جب یہ لالچ کی بلا، یہ پیسے کی محبت بڑھ گئی، سب نے اپنی مٹھی گرم کرنی چاہی، سب نے اپنے دل کو خوش کرنا چاہا پھر نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح مچھلی کو پانی سے نکال کر آپ باہر ڈال دیجئے اس کا دم گھٹنے لگتا ہے، اسی طرح پوری سوسائٹی کا دم گھٹنے لگا، پوری سوسائٹی ایسی ہو رہی کہ جو پاک ہے، قانون پر چلنے والا ہے، اس کا گذر نہیں، اور جو قانون کو پاؤں کے نیچے مسل دینے والا ہے، اس کی جیت ہے، اس کا بول بالا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ جو لوگ اس راستہ پر چلنا چاہتے ہیں، وہ بھی تھوڑے دنوں کے بعد وہ راستہ چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔

ہمارے پاس بہت سے لوگ آتے ہیں، مولوی سمجھ کر، اور کوئی مشورہ کے لئے، ہمیں کتنے آدمیوں نے بتایا کہ ہم رشوت نہیں لیتے، ہم سے برا کوئی محکمہ میں نہیں ہے، یعنی رشوت لینے والے کو جس نظر سے دیکھنا چاہئے تھا آج رشوت نہ لینے والے کو اس نظر سے دیکھا جا رہا ہے، ارے اس کو نکالو یہ ایک گندی مچھلی ہے جو ہمارے یہاں آئی ہے، اس کو نکالو، ارے بھائی ہم تمہارا کیا بگاڑتے ہیں؟ نہیں صاحب نیک آدمی ہم کو گوارا نہیں، اس لئے کہ ہمارا ضمیر کسی وقت تو ہم کو ملامت کرتا ہے، چٹکیاں لیتا ہے، کہ ایک یہ آدمی ہے جو رشوت نہیں لیتا، ہم یہ بھی برداشت نہیں کرنا چاہتے، ایک فرد بھی ایسا نہ رہے جسے دیکھ کے ہمیں شرم آئے۔

سوسائٹی کے زوال کا یہ آخری نقطہ ہے کہ سوسائٹی ایسی ہو جائے، جس میں نیکی کے قانون پر چلنے کی گنجائش نہ رہے، اور جو قانون پر چلنا چاہے، انسان کو

انسان سمجھے اور ڈرے اس کا دم گھٹنے لگے۔

میرے بھائیو! ہم اور آپ ایک کشتی کے سوار ہیں ایک دنیا کے مسافر ہیں، ہماری دنیا میں کچھ لوگوں نے بہت بڑا سوراخ کرنے کا ارادہ کیا ہے، ہمارے ہی سماج کے بہت سے لوگوں نے، چھوٹے سوراخ تو بہت سے ہیں اور بہت دنوں سے ہیں، پانی تھوڑا تھوڑا آرہا تھا، لیکن یہ کشتی چونکہ بہت بڑی ہے، اور بڑی کشتی دیر سے ڈوبتی ہے، چھوٹی ناؤ ہو تو فوراً ڈوب جائے، ہمارے دیش کی کشتی ذرا بڑی ہے، اس لئے ابھی آپ کو نظر نہیں آرہا ہے کہ اس میں کتنا پانی آگیا، ایک جگہ آیا ہے، دوسری جگہ نہیں آیا، کئی منزلیں ہیں، اور بہت بڑی بڑی، اس کا کوئی اُور چھور نہیں، یہ ۶۵ کروڑ کی آبادی کا ملک ہے، اور بہت بڑا ملک ہے، کہتے ہیں ہاتھی مرتے مرتے دیر لگتی ہے، ایک چڑیا ہے، اس کو آپ انگلی میں لیجئے اور مسل ڈالئے اس کا گلا گھونٹ دیجئے، لیکن ہاتھی تو دیر میں مرے گا۔

سنئے یہ ہمارا ملک بہت بڑا ملک ہے، اور خدا کا شکر ہے کہ بڑا ملک ہے، ہم کو آپ کو اس کی قدر نہیں ہے، میرے ایک دوست ہیں حیدر آباد کے، وہ پیرس میں رہتے ہیں، وہاں بہت بڑے مصنف اور عالم مانے جاتے ہیں، جنیوا میں ایک کانفرنس تھی، اس میں ہم دونوں شریک ہوئے، ہم لوگ وہاں کے ہوائی اڈے پر سیر کرنے لگے، میرے پاس انٹر نیشنل پاسپورٹ تھا، اور ہر جگہ جاسکتا تھا، جرمنی کا بھی میرے پاس ویزا تھا، اور فرانس کا بھی، میرے دوست یک بیک رُک گئے اور کہنے لگے کہ اگر میں یہاں قدم رکھ دوں (ایرپورٹ ہی کا ایک حصہ تھا) تو میں جرمنی پہنچ جاؤں گا، اور پھر اس کے بعد بغیر ویزا کے نہیں آسکوں گا، تو یورپ میں ایسے چھوٹے

چھوٹے ملک ہیں کہ اگر آپ تیز موٹر چلائیں تو باؤنڈری کراس کر جائیں اور دوسرے ملک میں پہونچ جائیں، یہاں یہ حال ہیکہ تین راتیں تین دن چلئے، بنگلور جائیے، کالی کٹ جائیے، ختم ہی نہیں ہوتا، بھائیو! یہ خوشی کی بات ہے مگر یہ بات بڑی ذمہ داری کی بھی ہے، اس ملک کو سنبھالئے اب اس ملک میں اس بات کی زیادہ گنجائش نہیں ہے کہ جو لوگ سوراخ کر چکے ہیں یا سوراخ کرنے پر کمر بستہ ہیں، ہم ان کو ڈھیل دیں چھوٹ دیں کہ یہ جانیں انکا کام جانے۔

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

اب تو ہم کو اور آپ کو مل کر اس کشتی کو سنبھالنا ہے، اور اس دیش کی خبر لینی ہے، ورنہ پھر بھائی، "تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں" ظلم کے بعد کوئی ملک پنپ نہیں سکتا، جو کسی نے کہا تھا ؎

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں
ناؤ کاغذ کی سدا چلتی نہیں

ہم نے بچپن میں یہ سبق پڑھا تھا، اور آج بڑے بڑے منتریوں کو بڑے بڑے پروفیسرز اور لیڈرز کو پھر آج سنانے کی ضرورت ہے کہ "ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں"۔

ہم نے دیکھا کہ کتنی حکومتیں یہاں آئیں اور چلی گئیں، انگریز جانے والے تھے؟ انگریز کوئی معمولی لوگ تھے؟ معمولی حکومت تھی؟ جس کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا، لیکن انہوں نے ظلم کیا تھا، یہی آپکا شہر مرادآباد ہے کہتے ہیں کہ ۵۷ء میں انگریزوں نے یہاں کے سیکڑوں آدمیوں کو پھانسی پر چڑھادیا تھا،

www.abulhasanalinadwi.org

اور پھر ایسا بوریا بستر ان کا بندھا جیسے کہتے کہ گدھے کے سر سے سینگ غائب۔

بھائی! کوئی مذہب ہو، کوئی پارٹی ہو، کوئی فرقہ ہو، کوئی سماج ہو، ظلم کو خدا برداشت نہیں کرتا، اگر آپ یہ سمجھتے ہیں، کوئی فرقہ، کوئی طبقہ، کوئی کلاس یہ سمجھتا ہے کہ ہم ظلم کر کے، بے گناہوں کا خون کر کے اور بچوں کو دیواروں پر پٹک کر کے اور بھٹی میں ڈال کر ہم اپنا سکہ بٹھالیں گے، ہم اپنے لئے اس ملک کا پٹہ لکھوالیں گے تو وہ بھول میں ہے، اس کو اپنی بھول سے نکلنا چاہئے، خدا اس طرح کرنے تو دیتا ہے، لیکن کرنے کے بعد پنپنے نہیں دیتا، یہ جینے کے لچھن نہیں ہیں، جو ہم ہندوستان میں کر رہے ہیں، ارے بھائی! انسان کے معنی تو یہ ہیں کہ انسان انسان کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے، بچھو اور سانپ بھی مل جاتے ہیں، بھیڑئے بھی ساتھ چلتے ہیں، لیکن یہ کس طرح کا انسان ہے کہ یہ انسان کو برداشت نہیں کر سکتا، کیا دورہ اس پر پڑتا ہے؟

کوئی مسافر بے چارہ کہیں سے آیا، آپ کے مرادآباد کے اسٹیشن سے کہیں نکلا تھا، کچھ نہیں دیکھا کہ یہ کون ہے؟ اپنی ماں کی خبر لینے جارہا ہے یا اپنی بیوی کے منہ میں کچھ رکھنے کہ بیچاری بھوکی ہے، بمبئی سے کما کر آرہا ہے، اور اس نے اپنا پسینہ بلکہ خون بہا کر کچھ پیسے جمع کئے، کسی ظالم نے خنجر نکالا اور اس کے گھونپ دیا۔

ارے تو نے کس کو مارا؟ خدا کے بندے ذرا دیکھ، تو نے کس کو مارا؟ اس کو مارا جس کو ماں نے دودھ پلا پلا کر، چھاتی سے لگا لگا کر راتوں کو نیند حرام کر کے پالا تھا، اور خدا نے .... اس کی روزی بھیجی تھی، کتنے دور سے اس کی روزی

بھی تھی، بیمار ہوا تو کیسے کیسے اس کے علاج ہوئے تھے؟ کس کس طرح سے پڑھایا گیا؟ اور جب یہ جوان ہوا، کھانے کمانے کے قابل ہوا، تو نے اے ظالم، اے دشمن، اے خدا اور انسان کے دشمن، اے اندھے انسان تو نے کس کے چھرا گھونپا؟ اگر تجھے معلوم ہو جائے تو ہزار بار مرنا تو گوارا کرے اور کبھی نہ مارے، اس کے مرنے سے کیا اثر ہوگا، جب اس کے گھر خبر پہنچے گی، لاش پہنچے گی تو کیا ہوگا؟ تو خدا کو منہ دکھانے کے قابل ہے، ظلم اندھا اور بہرا ہوتا ہے، چھرا نکالا اور کسی کو گھونپ دیا، میں ہندو مسلمان کسی کو نہیں کہتا، اس چھرا مارنے والے کو نہ میں مسلمان سمجھتا ہوں نہ ہندو، میں اسلام کی بھی توہین سمجھتا ہوں، ہندو مذہب کی بھی توہین سمجھتا ہوں، ہزار بار ان کا مذہب ان سے بیزار ہے، اور وہ ہزار بار اپنے مذہب کی کتاب اپنے سر پر رکھ کر قسم کھائیں کہ ہم مسلمان ہیں، ہندو ہیں، تو خدا کی لعنتیں برستی ہیں، ان کے اوپر، خدا بیزار ہے، ایسے لوگوں سے، مذہب؟ مذہب تربیت دیتا ہے؟ یہ سمجھاتا ہے، قصور کرے کوئی مارا جائے کوئی۔

ہزار چیتوں سے زیادہ خونخوار

وہ بے چارا ابھی اسٹیشن سے باہر ہی آیا تھا، کیسے کیسے ارمان لے کر آیا تھا، گھر جاؤں گا، ماں کی باچھیں کھل جائیں گی، ماں آگے بڑھے گی کہ میرا لال آگیا، بیوی خوش ہو جائے گی اس کا چہرہ دمکنے لگے گا۔ بچے آکر پاؤں سے لپٹ جائیں گے، میں بمبئی سے تحفے لے کر آیا ہوں، میں کسی کے لئے روپے لے کر آیا ہوں، کسی کے لئے کرتا لایا ہوں، کسی کے لئے جوتا لایا ہوں، کسی کے لئے مٹھائی لایا ہوں، یہ سارے ارمان اس کے دل میں رہے، اور اس ظالم نے، اس قاتل نے، اس خونخوار

www.abulhasanalinadwi.org

نے، ہزار چیتوں سے زیادہ خونخوار، ہزار بچھوؤں اور سانپوں سے زیادہ لعنتی، اس نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ، نہ یہ دیکھا کہ کہاں سے آیا ہے، کتنی دوٗر سے آیا ہے، کیسے کیسے سہانے خواب دیکھتے ہوئے آیا ہے، اور چھرا گھونپ دیا، دنیا میں کون سا مذہب ہے جو اس کو سینے سے لگائے اور پیار کرے، جوتوں سے مارے جانے کے قابل ہے، جوتوں کی توہین ہے، جوتوں کے تلوؤں کی توہین ہے، پاک ہاتھ اس پر پڑ کر ناپاک ہو جائے گا۔

میرے بھائیو! یہ پنپنے کی باتیں ہیں؟ یہ خدا کے پیار و محبت کو کھینچنے والی باتیں ہیں، یہ دنیا میں ترقی کرنے والی اور ملک کو نیک نام کرنے والی باتیں ہیں؟ جب ہم باہر جاتے ہیں تو ہمارا سر جھک جاتا ہے، میں دوسرے ممالک میں جاتا ہوں لوگ پوچھتے ہیں کہ بھائی تمہارے ملک میں روز فساد ہوتا ہے، روز ایک قصہ ہوتا ہے، ہنگامہ ہوتا ہے کیا جواب ہے، اس کا سوائے اس کے کہ سر جھکالوں، اور کہوں کہ بھائی جہالت کا کرشمہ ہے، جب تہذیب آئے گی، علم آئے گا، خدا کا خوف ہوگا تو یہ سب نہیں ہوگا، کب ہوگا وہ؟ اس سے پہلے تو قیامت آجائے گی، اتنے دنوں سے تو ہم دیکھ رہے ہیں، کچھ نہیں ہوا، کیسے کیسے تمہارے یہاں ریفارمر پیدا ہوئے، گاندھی جی نے کیا تعلیم دی؟ اور اسی نواح کے رہنے والے محمد علی، شوکت علی نے کس طرح ہندو مسلم ایکتا کا نعرہ لگایا، سارے ملک میں ایک نشہ سا چھا گیا، میں نے دیکھا ہے، اور حضرات نے بھی دیکھا ہوگا میں دس گیارہ سال کا تھا، خدا کی شان ہے، اگر کہیں ہندوستان ویسے رہ جاتا تو کیا ہوتا، یعنی دل سے دل ملے ہوئے تھے، ہندو مسلم.......... گلے ملتے تھے، کیسا اچھا زمانہ تھا، لیکن انگریز کی چال چل گئی۔ لارڈ ہارڈنگ نے یہاں ایک کھیل کھیلا، اس نے لڑا کے دکھادیا، اور پھر اس کے بعد آج

www.abulhasanalinadwi.org

تک وہ منظر نہیں آیا، کہیں کہیں ہم نے اس منظر کی جھلک دیکھی ہے، اور اس کی جھلک یہاں بھی نظر آتی ہے کہ آج آپ لوگ بلا تفریق مذہب وملت اتنی تعداد میں جمع ہوئے ہیں، ایک ایسے شخص کی بات سننے کے لئے جس کو آپ جانتے نہیں پہچانتے نہیں، اور اس کی شخصیت کچھ نہیں۔

یہ لمبی نیند ہے

مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں.................... خدا کا شکر ہے کہ ہمارا ملک سویا ہے مرا نہیں، سویا ہوا جگایا جاسکتا ہے، لیکن مرا ہوا جِلایا نہیں جاسکتا ہے، ہم سوئے ہیں، مرے نہیں، خدا کا شکر ہے، رب کا شکر ہے، پیدا کرنے والے کا شکر ہے ہم کئی بار سوئے کئی بار جاگے، یہ انسانیت کئی بار سوئی کئی بار جاگی، اور جاگی تو ایسی جاگی کہ اپنے سونے کی سب تلافی کردی، ہمیں امید ہے کہ ہمارا ملک جب جاگے گا تو اس سونے میں جو جو حرکتیں ہوئیں، وہ جو سوتے ہوئے اسکا ہاتھ کسی پر پڑ گیا تھا، کسی کو تکلیف ہوئی تھی، سب کی معافی مانگ لے گا، یہ سونے والا جب جاگے گا تو سب کی معافی مانگے گا، سب کے پاؤں پکڑے گا کہ سونے میں اگر کوئی بات ہوئی ہو تو ہمیں معاف کیجئے، ہمیں خبر نہ تھی، یہ سب ایک لمبی نیند ہے جس کو آپ دیکھ رہے ہیں۔

میں ان فسادیوں کو سویا ہوا انسان سمجھتا ہوں، ان کو راکشس نہیں سمجھتا، ان کے اندر کا انسان سو گیا ہے، اور ان کے باہر کا حیوان جاگ گیا ہے، اور چاہئے یہ کہ ان کے باہر کا حیوان سو جائے، اور ان کے اندر کا انسان جاگ جائے۔

ہمیں اپنے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں، اپنے متعلق ہمیں کوئی دھوکا نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

کہ ہم دنیا میں کوئی بڑا انقلاب لے آئیں گے، ہمیں اپنی حقیقت خوب معلوم ہے، مگر کیا کریں! بیٹھا نہیں جاتا، ہم اخبار ہی دیکھنے کے لئے زندہ رہ گئے؟ ہم فسادات کی خبریں ہی سننے کے لئے زندہ رہ گئے، ہم انسانیت کی تذلیل دیکھنے کے لئے زندہ رہ گئے، ہم سے زیادہ بد قسمت کون ہے؟ ارے بھائی بجائے اس کے ہم اخبار میں پڑھیں ہم سے جو کچھ ہو سکتا ہے ہم وہ کریں۔

میں نے ۵۱-۵۲ء سے یہ کام شروع کیا تھا، جب میں ہندوستان کے باہر سے آیا اور یہاں دیکھا تو مجھ سے رہا نہیں گیا، میں نے اس وقت پکار لگائی میرے جو مضامین ہیں "مانوتا کا سندیش" وغیرہ اسی زمانہ کے ہیں، مگر اس کے بعد میں دوسرے کاموں میں لگ گیا۔

خدا مجھے معاف کرے، میرا مالک مجھے معاف کرے، مجھے اس کام کو سب پر مقدم رکھنا چاہئے تھا۔

بس میں اپنی بات ختم کرتا ہوں، میں نے آپ کا بہت وقت لیا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میں نے یہاں جو بات کہی وہ خدا لگتی بھی کہی اور آپ کی اپنی کہانی سنائی آپکو۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

ملّی وحدت اور اس کے تقاضے

یہ تقریر "ہمدرد نیشنل فاونڈیشن" کے صدر حکیم محمد سعید صاحب کی دعوت پر "شام ہمدرد" کے جلسہ منعقدہ ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل کراچی میں ۱۳ر جولائی ۷۸ء کو کی گئی تھی، اس جلسہ میں شعبہ ہر زندگی سے متعلق اصحاب اور نمائندہ شخصیتیں تھیں، سامعین میں معتدبہ تعداد ان اصحاب ذوق کی بھی تھی، جو اس تقریر کو سننے کے لئے دور دراز کا سفر کر کے آئے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملّی وحدت اور اس کے تقاضے

بعد خطبۂ مسنونہ :۔

لفظ وحدت میں ایک قسم کی مقناطیسیت ہے

حاضرین کرام! میں حکیم محمد سعید صاحب کا بہت ممنون ہوں کہ انھوں نے مجھے ایک ایسے چیدہ اور برگزیدہ مجمع سے خطاب کرنے اور اپنے خیالات پیش کرنے کا ایسا شستہ اور شائستہ موقع مہیا کیا، ایک نو وارد پر (جس کے قیام کے دن گنے چنے ہیں، اور شہر کے اعیان اور معززین اور اہل فکر کے نام و مقام سے پورے طور پر آشنا نہیں) یہ ایک طرح کا احسان ہے کہ اس کے لئے ایک منتخب جگہ پر ایسے ممتاز حضرات جمع کر دیے جائیں، جن میں سے اکثر سے تنہا مل لینا اور ان کے لئے سفر کرنا بھی حق بجانب تھا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس سے مقرر یا مہمان کی ذمہ داری میں بڑا اضافہ ہوتا ہے کہ وہ اس نعمت سے کہاں تک فائدہ اٹھا سکے گا اور اس وقت کو کہاں تک کام میں لا سکے گا، اور افکار و خیالات کا ہجوم، جذبات کی فراوانی اور تشکر و امتنان اور احساس ذمہ داری کی یہ ملی جلی کیفیت اس کو اپنے دل کی بات مناسب اور موزوں طریقہ پر کہنے کا موقع دے گی یا نہیں؟

اس موضوع کے انتخاب پر بھی حکیم محمد سعید صاحب کو داد دیتا ہوں کہ انہوں نے ایسے دور میں جو بہت سی کشمکشوں، غلط فہمیوں، بد گمانیوں اور مختلف و متضاد محرکات کا دور ہے، ایک معاشرے میں، ایک ایسے ملک میں جو اس خارزار سے گزر چکا ہے، اور پھر یہ خارزار اس کے سامنے ہے، اس موضوع کا انتخاب کیا،

حضرات! دنیا میں جو لفظ اور جو مفہوم بہت محبوب و مقبول ہیں، اور جن کے لفظ و صوت میں ایک کشش اور مقناطیسیت ہے، ان میں ایک لفظ "وحدت" بھی ہے، انسان کو فطرتاً وحدت سے محبت ہے، اس لئے کہ یہ اس کے دل کا تقاضا، اس کے دل کی آواز اور خدا کی مرضی ہے، انسان کو انسانوں کی اس دنیا میں رہنا ہے، اس کو زندگی سے لطف اٹھانا ہے، اس باغ عالم کو سنوارنا ہے، اور اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرنا ہے، خدا کی طرف سے جو جوہر اس کو عطا ہوئے ہیں، اس کا اظہار کرنا ہے، اس لئے اس کو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہنے کی ضرورت ہے۔

وحدتیں وحدتوں سے ٹکراتی ہیں

لیکن دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ ان وحدتوں نے اب تک زیادہ تر تعمیر کے بجائے تخریب کا کام کیا ہے، یعنی بالکل اپنے مزاج، اپنی فطرت، اپنے دعوے اور معنی کے خلاف کردار ادا کیا ہے، وحدت اس لئے تھی کہ لوگوں میں محبت و اتحاد پیدا کرے، خیر سگالی کا جذبہ پیدا کرے، باہمی اعتماد کی فضا پیدا کرے، لیکن وحدتیں وحدتوں سے ٹکرائیں، جس طرح وحشیتیں وحشتوں سے ٹکرائی ہیں، طاقتیں طاقتوں سے ٹکرائی ہیں، اسی طرح وحدتیں وحدتوں سے ٹکرائیں، حالانکہ کوئی چیز بھی ایک دوسرے سے ٹکرائے، لیکن وحدت کو وحدت سے نہیں ٹکرانا چاہیے، اس

www.abulhasanalinadwi.org

سے بڑھ کر اپنی فطرت سے انحراف اور بغاوت نہیں ہو سکتی کہ وحدت وحدت سے ٹکرائے، تخریب تخریب سے ٹکرا سکتی ہے، انتشار انتشار سے ٹکرا سکتا ہے، لیکن جمعیت جمعیت سے ٹکرائے، وحدت وحدت سے ٹکرائے یہ ایک انوکھا تجربہ ہے، جس سے ہماری انسانی تاریخ داغدار بلکہ شرمسار ہے، یہ ایک دل خراش اور طویل داستان ہے۔

وجہ یہ ہے کہ اس کا تعلق وحدتوں کی بنیاد سے ہے، وحدت کس بنیاد پر ہے؟ اگر وحدت کسی منفی بنیاد پر ہے، اگر وحدت کسی جارحانہ جذبہ پر ہے، اگر وحدت احساس برتری پر ہے، اگر وحدت تحقیر انسانی پر ہے، اگر وحدت ہوس ملک گیری، برتری اور سروری حاصل کرنے کے لئے ہے، تو ایسی وحدت کو کسی اور وحدت کو گوارا نہیں کرنا چاہئے کہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں، اس لئے جب آپ انسان کی تاریخ پڑھیں گے، کسی قوم و مذہب کی تاریخ پڑھیں گے تو آپ کو یہ پوری تاریخ ایک رزمیہ جنگ کی ایک مربوط داستان نظر آئے گی جس میں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں، انسانوں کے سروں کے مینار بنائے جارہے ہیں، ملکوں کے چراغ گل کیے جارہے ہیں، کھیتیاں جلائی اور پامال کی جارہی ہیں، بلکہ تہذیبیں پامال کی جارہی ہیں، اور جب ان کے وجوہ و اسباب کا (فلسفۂ تاریخ کی مدد سے) آپ سراغ لگائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک ایسی وحدت نے نشوونما پایا تھا، جو دوسری وحدت کو فنا کرنے میں اپنی زندگی کا راز سمجھتی تھی۔

محض وحدت کوئی معنویت نہیں رکھتی

وحدت کا خالی لفظ بالکل کافی نہیں، اب قوموں کے تجربے نے نوع انسانی کے مسلسل اور طویل تجربے نے بتادیا کہ محض وحدت کوئی معنویت نہیں رکھتی اور

www.abulhasanalinadwi.org

کسی بات کی ضمانت نہیں ہے، دیکھنا یہ ہے کہ وحدت کس بنیاد پر ہے؟ اس وحدت کی اساس کیا ہے؟ وحدت کے مقاصد کیا ہیں؟

نوع انسانی کی تاریخ میں سب سے پہلی جو وحدت نظر آتی ہے، وہ گھرانوں کی وحدت ہے، قبیلہ کی وحدت ہے، قوم و نسل کی وحدت ہے، نام و نسب کی وحدت ہے، پھر اس کے بعد آگے بڑھ کر دنیا نے جب ذرا اور ترقی کی تو زبان کے اشتراک کی وحدت ہے جسے ہم لسانی وحدت کہتے ہیں، پھر تہذیبی و ثقافتی وحدت ہے، ان وحدتوں میں سب سے زیادہ جس وحدت سے امید ہونی چاہئے تھی، وہ تہذیبی و ثقافتی وحدت ہے کہ تہذیب و ثقافت کو مردم آزاری اور آدم بیزاری سے کیا تعلق؟ تہذیب و ثقافت کے معنی یہ ہیں کہ غلط فہمیاں رفع ہوں، آدمی، آدمی کو سمجھے، اس کے ساتھ انصاف کرے، اس کی مجبوریاں معلوم کرے، اس کی کمزوریاں معلوم کرے، اس کے لئے اپنے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو، اس کے ادب و شاعری سے واقفیت کا ذوق پیدا ہو، تہذیب و ثقافت کی وحدت کے اندر جارحیت کا پہلو اور اس کے اندر انسانوں کو ذلیل کرنے یا انسانی تہذیب کے خلاف حملہ آور ہونے کا پہلو تو ہونا ہی نہیں چاہئے تھا، واقعہ یہ ہے کہ انسانوں کی زندگی مختلف قسم کے تناقضات (Contradictions) کا مجموعہ ہے، اس کو سمجھنا بڑا مشکل ہے، ہمارا موجودہ علم نفسیات بھی اس کے لئے کافی نہیں ہے، انسان کے اندر ایک دوسرا انسان پیدا ہو جاتا ہے، انسان کے کچھ ایسے مقاصد بن جاتے ہیں، جو دوسرے انسانوں کے لئے مہلک ہوتے ہیں، ان مقاصد کی تعمیر بعض اوقات دوسرے انسانوں کے مقاصد کے ملبہ پر ہی ہو سکتی ہے، اس کے کھنڈروں پر ہی یہ عمارت تعمیر ہو سکتی ہے، کوئی فلسفۂ زندگی ایسا ہو جو انسان کی تباہی

www.abulhasanalinadwi.org

اور انسان کے مفتوح ہونے اور شکست کھانے ہی سے بنتا، ابھرتا، پھلتا اور پھولتا ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

وحدت کا اسلامی تصوّر

اسلام نے ان مصنوعی وحدتوں کے معاملے میں دو حقیقی وحدتوں کو تسلیم کیا اور انکی دعوت دی ہے، یہ دنیا کی معصوم ترین، غیر مضر ترین، مثبت اور تعمیری وحدتیں ہیں، ایک وحدتِ انسانی اور ایک وحدتِ ایمانی، وحدتِ انسانی تو یہ کہ پوری نسلِ انسانی ایک آدم کی اولاد ہے، اور حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ایسے معجزانہ الفاظ میں اس پر مہر لگادی کہ اس سے زیادہ انسانی مساوات کا کوئی منشور یا چارٹر نہیں ہو سکتا آپ نے فرمایا کہ ۔"انّ ربکم واحد وانّ اباکم واحد" اے انسانو! تمھارا رب بھی ایک ہے اور تمھارا باپ بھی ایک ہے" وحدت اب اور وحدت رب" دو وحدتیں ہیں جو ہر انسان کو ملی ہیں، اس کے جسمانی وجود کا آغاز ایک انسانی وجود سے ہوتا ہے، بڑا ہو، چھوٹا ہو، کسی زبان کا بولنے والا ہو، کسی سطح کا انسان ہو، سب کا سلسلہ نسب ایک انسان پر ختم ہوتا ہے، اور نسل انسانی کے باوا آدم ہیں اور "ان ربکم واحد" تمھارا پیدا کرنے والا اور پرورش کرنے والا ایک ہے، ان دو مختصر لفظوں میں وحدت انسانی کا وہ اعلان کیا گیا ہے، جس سے زیادہ وسیع، عمیق اور جس سے زیادہ قابل فہم کوئی اعلان نہیں ہو سکتا، یہ دونوں وحدتیں جو انسان کو ملی ہیں، انسان کو ایک دوسرے سے منسلک اور وابستہ کئے ہوئے ہیں، نسلِ انسانی کا مورث ایک، اور نسلِ انسانی کا خالق، مُربّی اور رازق ایک، اس لئے ہر شخص ایک دوسرے کا بھائی ہے اور دو رشتوں سے بھائی ہے، ایک باپ کے رشتہ سے اور ایک پیدا کرنے والے کے رشتہ سے، باپ کا ذکر پہلے اس لئے کیا کہ یہ

www.abulhasanalinadwi.org

حقیقت سب سے زیادہ عام فہم ہے، اور اس کو سب مانتے ہیں، زبانِ نبوت نے اعلان کیا کہ نسل انسانی کا مورثِ اعلیٰ ایک ہے، اس کا پیدا کرنے والا اور اس کی پرورش کرنے والا بھی ایک ہے، اور اس کی پرورش کا سلسلہ جاری ہے، یہ وہ وحدت انسانی ہے، جس کا اعلان حجۃ الوداع کے موقع پر کیا گیا، یہ ایک عالمگیر خطبہ تھا، جس کی مخاطب پوری نوع انسانی تھی، یہ ایک شہادت تھی، جو ایک نبی دے رہا ہے، اور ایک طرح کا اعلان تھا جو خاتم الانبیاء کر رہے تھے۔

ایک نئی وحدت

چھٹی صدی مسیحی میں ایک نئی وحدت کی بنیاد ڈالی گئی، اس وحدت کی بنیاد اللہ کی وحدانیت کے عقیدہ، نوعِ انسانی کی ہمدردی کے جذبہ، عدل و مساوات کے اصول اور انسانوں کی خدمت کے عزم وارادہ پر تھی۔

اس جماعت کی جس وقت مدینہ طیبہ میں تشکیل ہو رہی تھی تو وہ مٹھی بھر جماعت تھی، مہاجرین جب مکہ معظمہ سے نکلے اور مدینہ پہنچے تو ان کو وہاں کے اصل باشندوں اوس اور خزرج سے ملایا گیا، اور ان دونوں کے درمیان مؤاخات (بھائی چارہ) کا رشتہ قائم کیا گیا، اس لئے کہ یہ غریب الدیار تھے، یہ کہاں ٹھہرتے، ان کا گھر بار نہیں تھا، یہ ایک بالکل نیا رشتہ اور نئی برادری تھی، جس کی بنیاد محض عقیدہ و مقصد پر تھی، آپ میں سے جو لوگ سیرت پر گہری نظر رکھتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اس کی بنیاد تہذیب کی وحدت اور معاشرت کی وحدت پر بھی نہیں تھی، زبان کی وحدت تو تھی لیکن مکہ اور مدینہ کی زبان اور لہجوں میں اتنا اختلاف تھا جو ایک کو دوسرے سے دور رکھنے کے لئے کافی تھا، اور آپ کو معلوم ہے کہ تھوڑے فاصلہ

www.abulhasanalinadwi.org

پر زبان بدل جاتی ہے، اوراس میں پھر وہ عصبیت پیدا ہو جاتی ہے جو مستقل دو زبانوں کے بولنے والوں کے درمیان ہوتی ہے، جس کا تجربہ جیسا کہ پاکستان میں ہوا، میں سمجھتا ہوں دنیا کے کم ملکوں میں ہوا ہوگا۔

مکہ اور مدینہ کے معاشرہ اور تمدن کو عام طور پر سیرت کا مطالعہ کرنے والوں نے جیسا متحد سمجھا ہے، صحیح نہیں ہے، سیرت کا نیا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ مکہ اور مدینہ کے معاشرے اور تہذیب وتمدن میں خاصا فرق تھااور مکہ کے قبیلۂ قریش میں اچھا خاصا احساس برتری (SUPERIORITY COMPLEX) پایا جاتا تھا، آپ کو معلوم ہوگا کہ جس وقت بدر میں تین قریشی سورما عتبہ، شیبہ اور ربیعہ آئے توانہوں نے دعوتِ مبارزت دی کہ ہمارے مقابلہ میں کسی کو آنا چاہئے، تین انصاری نکل کر آئے، بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ تم شریف آدمی ہو، لیکن ہمارے جوڑ کے جو لوگ ہیں، ان کو بھیجو، اس سے ان کی قبائلی نخوت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے، پھر مدینہ طیبہ کے معاشرہ کے جو عناصر تھے، ان میں بہت اہم عنصر بلکہ جو (DOMINATE) کرتا تھاوہ یہودیوں کا عنصر تھا، یہودی اپنے ساتھ ایک تہذیب رکھتے تھے، زبان رکھتے تھے، اور تنہاوہ جزیرۃ العرب میں ایک ایسی ترقی یافتہ قوم تھی جن کے اپنے مدارس تھے، جن کو "مِدارس" کہا جاتا تھا، وہ ان سب لوگوں کو اُمّی کہتے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں ان کا قول خود آتا ہے، "لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّيْنَ سَبِيْلٌ" (یعنی یہ اَن پڑھ لوگ ہیں، ان کو نقصان پہنچانے یا دھوکہ دینے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا) اور یہ آج بھی یہودیوں کا قول اور عقیدہ ہے، اور اس کے لئے ان کے یہاں خاص لفظ ہے

(GOYIM) جس کے معنی غیر مہذب اور اجنبی کے ہوتے ہیں۔

بہر حال اگر آپ تفصیل کے ساتھ سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مدینہ کا معاشرہ اور مکہ کا معاشرہ باوجود لسانی وحدت کے اور اوپر جاکر نسبی وحدت کے بھی ایک دوسرے سے کتنا مختلف ہو چکا تھا، الگ الگ ماحول میں ارتقاء کے منازل طے کرنے کی وجہ سے گویا وہ دو ملکوں کے معاشرے تھے، اسلئے جب وہ مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے تو اسکا بڑا اندیشہ تھا کہ یہ شیر و شکر نہیں ہو سکیں گے، یعنی ایک مزاج پیدا نہ کر سکیں گے، جیسا کہ کسی معجون کے اجزاء باہم مل کر کے ایک مزاج پیدا کرتے ہیں (اور یہ طبّی اصطلاح میں حکیم صاحب کی رعایت سے بول رہا ہوں) تو یہ اندیشہ تھا کہ یہ جو اسلامی معجون بن رہا ہے، اس کے یہ دو جز مہاجرین اور انصار ایک دوسرے میں اس طرح تحلیل ہو سکیں گے، اپنی شخصیت سے اس طرح دستبردار ہو سکیں گے کہ ایک مشترکہ مزاج پیدا کرلیں ؟ دواجب مفید ہوتی ہے، جب وہ ایک مشترک مزاج پیدا کرلے، اگر ہر ایک جز کا مزاج قائم رہے تو وہ مفید نہیں ہو سکتی۔

مسئلہ صرف مہاجرین اور انصار ہی کا نہ تھا، خود انصار کے دو بڑے قبیلے اوس اور خزرج بھی تھے جو مستقل دو قوموں اور حریفوں کی طرح ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا اور نبرد آزما رہ چکے تھے، بُعاث کی جنگ (جو ہجرت کے پانچ سال پہلے پیش آئی تھی) ان خون آشام جنگوں کے سلسلہ کی آخری کڑی تھی، جس میں ایک نے دوسرے کو قتل کیا تھا، ہر قبیلہ کے پاس اپنے فخریہ کارناموں کی ایک تاریخ اور مستقل منظوم شاہ نامے بنے ہوئے تھے، یہودی ان دونوں قبیلوں کے

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمان ہو جانے کے بعد بھی مشترک مجلسوں میں ان واقعات کو یاد دلا کر اور ان اشعار کو پڑھ کر ان کے مندمل زخموں کو ہرا اور انکی جاہلی نخوت کو زندہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے، سیرت کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک ایسے ہی موقع پر (یہودی سازش کے نتیجہ میں) قریب تھا کہ تلواریں نیام سے نکل آئیں اور یہ دونوں قبیلے ایک دوسرے سے گتھ جائیں کہ آنحضرت ﷺ عین موقع پر تشریف لے آئے اور آپ نے آگ کے شعلوں کو ایمان اور محبت اسلامی کے پانی سے سرد کر دیا اور فتنہ بھڑکنے نہیں پایا۔

بہر حال اس کا پورا امکان تھا کہ بجائے اس کے کہ ایک نئی طاقت ابھرے، ایک نیا انتشار نہ برپا ہو جائے، اور اس کے بہت سے اسباب تھے، جیسا کہ عرض کیا گیا، خود یہودیوں کا وجود سب سے بڑا عامل (FACTOR) تھا تخریب کا، تخریب کی ان کے اندر جتنی صلاحیت ہے، دنیا کی کم قوموں میں ہے، اور آج تک انکا یہ جوہر باقی ہے، اسلئے اسکا بھی خطرہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کے درمیان کوئی رقابت پیدا کر دیں گے، اور ایک کو دوسرے سے ٹکرا دیں گے۔

مکہ معظمہ کی زندگی کا دارومدار تجارت پر تھا، اور مدینہ کی زندگی کا دارومدار زراعت اور باغبانی پر تھا، یہ دونوں شہروں کی جغرافیائی خصوصیات کا نتیجہ تھا، گھر کی معاشرت میں بھی فرق تھا جس کی طرف حضرت عمرؓ نے بھی ایک مرتبہ اشارہ کیا تھا۔

عقیدہ اور مقصد کا اشتراک

اس کے پہلے مجھے معلوم نہیں کہ ایسے منظم اور واضح طریقہ پر دو متباین

عناصر کے درمیان کسی عقیدہ اور مقصد کے اشتراک پر ایک نئی برادری کی بنیاد ڈالی گئی ہو، یہ برادری تھی، ان ایمان لانے والوں کی جو وحدتِ انسانی پر اور وحدتِ ربانی پر یقین رکھتے تھے، اور وحدتِ عقیدہ اور وحدتِ مقصد پر جمع ہوئے تھے، ایک نئی طاقت اس دُنیا کو بچانے کے لئے پیدا کی جارہی تھی۔

عددی لحاظ سے قلیل وحقیر، مقاصد کے لحاظ سے عظیم وجلیل

یہ چھوٹی سی برادری جو وجود میں آرہی تھی، اس کی حقیقت کیا تھی؟ اسکے افراد کی تعداد کیا تھی؟ قرآن کریم نے اس کی تصویر خود کھینچی ہے۔

"واذکُروآ اِذ اَنتم قلیل مُّستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطّفکم الناس" (وہ دن یاد کرو جب تم مٹھی بھر تھے، انگلیوں پر گنے جانے کے قابل تھے، "اَنتم قلیل مُّستضعفون فی الارض" اور تمہیں کوئی خاطر میں نہیں لاتا تھا، تم کسی شمار وقطار میں نہیں تھے، تم ڈرتے تھے کہ جس طرح چیل جھپٹا مار کر گوشت کا ٹکڑا لے جاتی ہے، اسی طرح تمہارے دشمن تم کو اڑا کر نہ لے جائیں اور تم کچھ نہ کرسکو۔

حالت تو یہ تھی، لیکن ان مسلمانوں کو پوزیشن کیا دی گئی؟ ان کو مقام کیا عطا کیا گیا؟ جب بھی میں اس آیت کو پڑھتا ہوں تو حیرت میں ڈوب جاتا ہوں، اس نئی برادری، نئی وحدت کو کیا فرض انجام دینا تھا، اس کا کام کتنا مشکل، نازک اور عظیم تھا، اور خدا کی نگاہ میں اس کی کیا وقعت تھی، خدائے تعالیٰ فرماتا ہے "اِلاَّ تَفعَلُوہُ تَکُنْ فِتنَۃٌ فِی الاَرضِ وَفَسَادٌ کَبِیرٌ" اے مہاجرین وانصار اگر تم نے اس

www.abulhasanalinadwi.org

نئی وحدت کی بنیاد نہ ڈالی اور اس وحدت کو مستحکم نہ کیا تو "تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ" زمین میں فتنۂ عظیم اور فساد عظیم برپا ہوگا، یہ الفاظ سنتا تو حیرت کرتا کہ اس جماعت کی حقیقت کیا ہے، بتیس دانتوں میں ایک زبان، اس سمندر میں اس قطرہ کی کیا حقیقت تھی، یہ مہاجرین وانصار اگر وحدت قائم کر بھی لیتے تو اس فتنۂ کبریٰ اور فسادِ عظیم کو روکنے کی وہ کیا صلاحیت رکھتے تھے؟ لیکن خدا کو اس وحدت سے جو کام لینا تھا اور یہ وحدتِ انسانی، انسانی تہذیب اور اس دنیا کی بقا کے لئے جتنی ضروری تھی اس کی بنیاد پر اس کو یہ تمغہ یہ اعزاز عطا کیا گیا، سوائے ان لوگوں کے جو خدا کو قادر مطلق سمجھتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ یہ برادری جو قائم ہو رہی ہے اپنے اندر کیا جوہر رکھتی ہے، عددی حیثیت سے یہ کتنی قلیل اور حقیر، لیکن اپنے (MERIT) جوہر وصلاحیت کے لحاظ سے کتنی قیمتی، باوزن اور مؤثر ہے، جو لوگ دیکھتے کہ اس کے اندر کیا جوش وجذبہ ہے، اس کے اندر انسانیت کے لئے کس قدر سوز وگداز بھرا ہوا ہے، اس کے افراد کی راتیں کس تپش میں، ان کے دن کس خلش میں گزرتے ہیں، اور انکو اپنی جان اور اپنی اولاد کس قدر بے حقیقت معلوم ہوتی ہے، نوعِ انسانی کو بچانے کے لئے، دُنیا میں ہدایت کو عام کرنے اور انسان کو انسان سے ٹکرانے سے بچانے کے لئے، ان میں کتنی بے چینی وبے قراری ہے، وہی اس آیت کی حقیقت کو سمجھ سکتے تھے، ورنہ اس وقت کے سیاسی فتنے اور تہذیب وتمدن کے ماحول میں یہ بات سمجھ میں نہ آنے والی تھی کہ ایک ایسی چھوٹی جماعت کو یہ اعزاز دیا جارہا ہے "اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْر" تم نے یہ برادری قائم نہ کی، اس وحدت کو مضبوط نہ کیا تو "تكن فتنة في الارض وفساد كبير" فتنہ وفساد کے شعلے دنیا میں اٹھیں گے اور پوری دنیا کو جلا کر خاکستر بنا دیں

www.abulhasanalinadwi.org

گے، اس جلتی ہوئی آگ کو جس نے ساری دنیا کو اپنے لپیٹ میں لے لیا تھا، آپ ساتویں صدی مسیحی کے نقشے میں دیکھیں، جغرافیائی نہیں، بلکہ ان کی باہمی آویزشوں اور ان کی جنگوں کے نقشہ میں ان کے احساس برتری کا اور ان کے نشہ قوت کا دنیا پر جو اثر پڑا تھا، اس کو اقبالؔ نے اپنے خاص انداز میں اس طرح بیان کیا ہے ؎

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں سو بار ہوئی حضرت انسان کی قبا چاک
تاریخ امم کا یہ پیام ازلی ہے صاحب نظراں! نشہ قوت ہے خطرناک
اس سیل سبک سیر و زمیں گیر کے آگے عقل و نظر و علم و ہنر ہیں خس و خاشاک

چھوٹی سی برادری پر سارے عالم کا بوجھ

اس نشہ قوت نے دنیا پر کیا اثر ڈالا تھا، اس کے مقابلہ میں یہ ایک جو چھوٹا سا پودا تیار ہو رہا تھا، مدینہ کی سرزمین میں چھوٹی سی برادری قائم ہو رہی تھی، ایک نئی وحدت کی بنیاد پڑ رہی تھی، اس پر سارے عالم کا بوجھ ڈال دیا گیا، "اِلَّا تَفعَلوہ" اگر تم نے اس وحدت کے استحکام میں، وحدت کی جڑوں کو گہرا کرنے میں اور اس وحدت پر یقین کرنے میں، اس وحدت سے عشق و محبت کا تعلق رکھنے میں اور انسانیت کے درد کی آگ اپنے دلوں میں محسوس کرنے میں کمی کی، اگر تم نے اپنے مفاد کو دیکھا، اپنے جماعتی مفاد کو دیکھا، انفرادی مفاد کو دیکھا تو پھر دنیا میں فتنہ و فساد کا سیلاب رواں ہوگا اور پھر انسانیت کی قسمت میں سوائے تباہی و بربادی کے کچھ نہیں ہوگا، میں جب بھی ان الفاظ کو پڑھتا ہوں تو لرز جاتا ہوں کہ کتنی چھوٹی اور کمزور جماعت پر کتنا بوجھ ڈال دیا گیا، جو اپنی تعداد میں کمی اور اپنی بے حیثیتی میں اتنی چھوٹی تھی کہ شاید اس کو اگر خوردبین سے نہیں تو نگاہ دوربیں سے دیکھنے کی ضرورت تھی، اسی جماعت کے متعلق کہا جا رہا ہے "اِلَّا تَفعَلُوہُ تَکُن فِتنَۃٌ"

www.abulhasanalinadwi.org

فِی الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ کَبِیْرٌ" کہ دیکھو خبردار اگر تم نے اسی نئی وحدت کے مستحکم کرنے میں ذرا بھی کمزوری دکھائی تو پھر انسانیت کی قسمت میں سوائے شقاوت اور بدبختی کے کچھ لکھا نہیں، پھر تو یہ وحدتیں نسلِ انسانی کو کھاجائیں گی، یہ وحدتیں نہیں، وحشتیں ہیں، نوعِ انسانی کی تفریق کی سازشیں ہیں، ان میں سے ایک کی حیات دوسرے کے لئے پیامِ موت بن گئی ہے، ایک مجموعۂ انسانی کی حیات سیکڑوں مجموعہائے انسانی کے لئے موت کا پیغام ہے، اسی وحدت کا تسلسل اور نتیجہ ہم اور آپ ہیں، آج بھی دنیا میں وحدتوں کے نام سے وحشتیں کارفرما ہیں، آج بھی وحدتوں کے نام سے تفرقے کارفرما ہیں، آپ جس سے پوچھیں گے وہ اس کی تعریف وحدت میں کریگا، یہ ملک ہے، یہ فلاں یونٹ ہے، یہ فلسفہ، وہ فلسفہ، یہ ازم، وہ ازم، لیکن کوئی وحدت کسی دوسری وحدت کی روادار نہیں، ہر وحدت نے اپنی زندگی کو اس کے لئے شرطِ حیات قرار دیا ہے کہ اس کے علاوہ ساری وحدتیں ختم ہوں، اس لئے اگر کوئی وحدت دنیا کے لئے رحمت کا پیام رکھتی ہے تو وہ وحدتِ انسانی اور وحدتِ ربانی ہے۔

زبان کی وحدت کے تباہ کن نتائج

یہ زبان جو بڑی معصوم چیز ہے جس سے پھول جھڑتے ہیں، یہ زبان جو دلوں کو ملانے کے لئے، دل کو خوش کرنے کیلئے، محبت کے گیت سنانے کے لئے، انسان کو قریب کرنے کے لئے، اس کو آواز دینے کے لئے ہے، یہ زبان جو جذبات محبت کی ترجمانی کے لئے استعمال کی گئی، یہ زبان جس نے بارہا انسان کو مست کردیا، بچھڑے ہوؤں کو ملادیا، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑدیا، جس نے محبت کے دریا بہائے، یہی زبان لاکھوں انسانوں کی بربادی کا باعث ہوئی ہے، یہ زبان وہ ہے، جس

www.abulhasanalinadwi.org

کے نام پر زبان والے قتل کیے گئے، جو خود زبان رکھتے تھے، جن کے پاس ویسی ہی فطرت کی دی ہوئی زبان تھی، جیسی ان قاتلوں کے پاس تھی، لیکن یہ زبان کی نام نہاد وحدت، زبان کا بڑھا ہوا عشق، زبان کی عصبیت نے ان انسانوں کو جن کی زبان سے محبت کے سوا، پیار کے سوا کوئی لفظ نہیں نکلا، جنھوں نے خدا کی یاد میں پوری پوری راتیں بسر کردیں، خاک وخون میں تڑپایا ہے، یہی زبان جب ایک ایسی مصنوعی وحدت کی بنیاد بنتی ہے، جس کی اللہ کی طرف سے کوئی سند نہیں "ما انزل اللہ بھا من سلطٰن" تو وہ پیغمبروں کی محنتوں پر پانی پھیر دینے والی اور تمام دنیا کے اصلاحی کاموں پر خطِ تنسیخ پھیر دینے والی تخریبی طاقت بن جاتی ہے، وہ تہذیب کے ذخیروں کو آن کی آن میں برباد کر دیتی ہے، اس زبان کی وحدت نے دنیا میں وہ گل کھلائے کہ انسان بالکل تصویرِ حیرت بن گیا ہے، آپ کو اس کا خوب تجربہ ہے، اور یہ خطرہ اب بھی موجود ہے کہ کوئی چالاک انسان زبان کو بنیاد بنا کر اس ملک میں تفریق وانتشار اور "حمیّتِ جاہلیہ" کا زہر پیدا کردے، اپنے سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لئے اس کو کام میں لائے، یہ زبان آج بھی وہ تخریبی کردار ادا کر سکتی ہے، جو سیزر، قیصر اور چنگیز کی تلواروں نے انجام دیا۔

تہذیب کی وحدت کا انجام

ایسی تہذیب، جس کا پیغام ہی یہی ہے کہ انسان مہذب ہو، انسان کے اندر اپنی کمزوریوں کا احساس ہو، دوسروں کے کمالات کا اعتراف ہو، جو ہر جمال، ہر حسن پر فریفتہ ہو، جو فنِ تعمیر کے ہر نمونہ پر تحسین اور آفریں کے پھول برسائے، جو اچھے شعر پر مست ہو جائے، جو ہر قوم کی ذہانت پر اور اس کی طباعی اور صناعی کے ہر نمونہ پر مسرور ہو، اس کو اپنی ملکیت سمجھے، تہذیب کا خاصہ تو یہ تھا کہ انسان کے

www.abulhasanalinadwi.org

ہر کارنامے کو اپنا سمجھا جائے، اس سے اپنے تعلق اور اپنی قدر کا اظہار کیا جائے، جب تہذیب خدا کی رہنمائی اور پیغمبروں کی رہنمائی سے محروم ہو جاتی ہے، تو وہ تہذیب تہذیب نہیں رہتی، وہ اپنے حق میں خواہ تہذیب ہو، دوسروں کے حق میں تعذیب بن جاتی ہے، آپ نے دیکھا کہ تہذیبیں تہذیبوں سے کس طرح ٹکرائیں اور کلچر کلچر سے ٹکرائے؟ اب یہ طلسم ٹوٹ چکا ہے کہ وحدت کافی ہے، اگر اس وحدت میں ان دو وحدتوں یعنی وحدتِ ایمانی اور وحدتِ انسانی میں سے کوئی وحدت نہ ہو تو یہ وحدتیں بجائے خود ایک معبود بن جائیں گی، اور پھر بجائے اس کے کہ ان سے اپنے دل کے ارمان نکالے جائیں، اپنا شوق پورا کیا جائے، اور ان وحدتوں سے تفریح کا سامان مہیا کیا جائے، ان سے اپنے جذبہ کی تسکین کی جائے، بجائے اس کے وہ ایک مذہب بن جاتی ہیں، ایک ایسا نظام جو دوسروں پر مسلط کیا جاتا ہے، یہ تہذیبیں انسانوں کی غارت گری کا سامان بنتی ہیں، یہ دنیا کا تجربہ ہے جو بارہا ہو چکا ہے۔

دو عظیم جنگوں کے اسباب

آپ میں سے بہت سے ایسے حضرات ہوں گے جنہوں نے ۱۴ء اور ۳۹ء کی پہلی اور دوسری جنگ عظیم کو دیکھا ہوگا، بعض ایسے ہوں گے جنہوں نے صرف دوسری جنگ عظیم کو دیکھا ہوگا، یہ جنگیں، یہ قتل وغارت گری کس بات کا نتیجہ تھی؟ کیا یہ صحیح مقاصد کا غلط مقاصد سے ٹکراؤ تھا؟ کیا اس لئے کہ کسی قوم، کسی ملک نے کوشش کی کہ دنیا کو صحیح راستہ پر لائے؟ جو جرائم ہو رہے ہیں، جو بے راہ روی ہے، اس سب کی اصلاح سے ہمیں کوئی بحث نہیں، مقصد صرف یہ ہے کہ یہ سب ہماری نگرانی اور ہماری سرپرستی میں ہو، دنیا کا جو موجودہ نقشہ ہے، اس میں

www.abulhasanalinadwi.org

کوئی خرابی نہیں، لیکن اس پر جو اجارہ داری فلاں قوم کی قائم ہے، اس کی بجائے ہماری ہونی چاہئے، مثلاً پہلی جنگ عظیم کیا تھی؟ جرمنی کو یہ احساس پیدا ہوا کہ دنیا کی منڈیوں پر، تجارت گاہوں پر اور وسائل وذخائر پر برطانیہ کا قبضہ ہے، اس پر بہت دنوں سے برطانیہ کا تسلط چلا آرہا ہے، اب ہمارا قبضہ ہونا چاہئے، ہماری سیاسی پارٹیوں کا بھی یہی مزاج ہے، میں نے ہندوستان میں کھلے طریقوں پر ان جلسوں میں جن میں ہندو بھائی بھی شریک ہوتے تھے، بارہا کہا کہ آج کی سیاسی پارٹیوں کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ یہ خرابیاں دور ہوں بلکہ صرف یہ ہے (چاہے زبان سے نہ کہیں) کہ یہ خرابیاں ہماری نگرانی میں ہونی چاہئیں، اور اب تجربہ کرکے دیکھ لیجئے، آپ صرف اپنا اختیار ان کی طرف منتقل کر دیجئے، میں آپ سے کہتا ہوں ذرا بھی اس نقشہ میں تغیر و تبدل نہ ہوگا، اصولی اختلاف کوئی نہیں، اخلاقی بنیاد پر کوئی اختلاف نہیں، آپ اونچی سطح پر جائیں تو یورپ کی قومیں جو کئی بار ایک دوسرے سے برسر جنگ رہ چکی ہیں، ان کے نزدیک اصول وبے اصولی، مسیحیت اور غیر مسیحیت، ظلم وانصاف کا اختلاف یا انسانی زندگی کے نقشہ کی تشکیل کا مسئلہ نہیں بلکہ صرف یہ کہ دنیا کو ہمارے جھنڈے کے نیچے آنا چاہئے اور معاف کیجئے گا، ہمارے مختلف مشرقی ملکوں کو سیاسی پارٹیوں کے سوچنے کا طریقہ بھی یہی ہے، اس سے کوئی خاص خلش نہیں، تکلیف نہیں کہ انسانی طاقتیں ضائع ہو رہی ہیں، نوجوانوں کے اخلاق خراب ہو رہے ہیں، نظامِ تعلیم غلط ہے، درست ہونا چاہئے بلکہ سب کی توانائیاں حصولِ اقتدار میں صرف ہو رہی ہیں۔

عالمِ اسلام کا مسئلہ

ممالک اسلامیہ کے مسلمانوں کا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ وہ تنہا اپنے ملک میں

www.abulhasanalinadwi.org

وحدت کے علمبردار ہیں، بلکہ اس وقت دنیا کے سیاسی نقشے میں اسلامی وحدت کے دعویدار ہیں، اور اس وحدت کو DEMONSTRATE کرنے والے ہیں، اگر آپ اس وحدت سے دستبردار ہو جائیں گے یا آپ کے ملک میں لسانی جھگڑے یا تہذیبی جھگڑے یا پرانی یا علاقائی تہذیبوں کے احیاء کا فتنہ سر اٹھائے گا، مثلاً یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ ہماری قدیم تہذیب، مسلمانوں کی آمد سے پہلے کی تہذیب کو زندہ کیا جائے تو پھر اس ملک کا خدا ہی حافظ ہے، (اس معنے میں کہ اس ملک کی خیریت نہیں) اس لئے کہ اس ملک کے مختلف عناصرِ ترکیبی کو جو چیز مربوط کرتی ہے، وہ وحدتِ ایمانی ہے، وحدتِ عقیدہ ہے، وحدتِ اسلامی ہے، اب اگر یہ نئی مصنوعی وحدتیں، یہ انسانوں کے تراشے ہوئے بُت جس کو اقبال کہتا ہے ؎

بُتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر ملّت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

یہ بتانِ رنگ وخوں اپنا اثر رکھتے ہیں، اور اپنے عمل میں آزاد ہیں تو اس ملک کے لئے خطرہ باقی ہے، ترکی میں وسط ایشیائی تہذیب کے احیاء کا جذبہ پیدا ہوا تھا، جس کا داعی "ضیاء گوک الپ" تھا، اور اس کے سب سے بڑے ہیرو کمال اتاترک تھے، اسی طرح ایران میں بھی ماقبل اسلام تہذیب کے احیاء کی کبھی کبھی باتیں ہوئی ہیں، آپ کے اس ملک میں کسی صوبہ میں قدیم تہذیب کے احیاء کا کوئی جذبہ پیدا ہو جائے، اور تحریک چل جائے تو پھر پاکستان کے لئے بڑا خطرہ ہے، میں یہ عرض کروں گا کہ صرف وحدت ایمانی اور وحدت اسلامی ہی میں ہمارے لئے پناہ ہے، اس کے علاوہ اگر کوئی "وحدت" پیدا ہوئی تو اس ملّت اور ملک کا شیرازہ منتشر کر دے گی، طاقتیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں گی، اور جاہلی

www.abulhasanalinadwi.org

عصبتیں دوبارہ زندہ ہو جائیں گی، جس کو اسلام نے ختم کیا تھا۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی قُلُوْبِھِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاھِلِیَّةِ. جب اہل کفر نے اپنے دلوں میں حمیت حمیت جاہلیہ کو جاگزیں کر لیا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شاید کسی مسئلہ اور کسی موقع پر اتنی سخت زبان استعمال نہیں کی، مجھے آپ یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ زبان نبوت سے شاید پہلی مرتبہ ایسے سخت لفظ نکلے جو اس جاہلی عصبیت کے بارے میں آپ کی زبان سے نکلے تھے، اس لئے کہ آپ کو اللہ نے جو بصیرت عطا فرمائی تھی، اور وحی الٰہی کے علاوہ جو اللہ تعالے نے آپ کا شرح صدر فرمایا تھا، اور آپ پر حقائق منکشف کر دیئے تھے، اب قوموں اور ملتوں کی تاریخ جو آپ کے سامنے تھی، اس کی بنا پر سب سے بڑا فتنہ آپ اس کو سمجھتے تھے، اسی عصبت جاہلیہ کے احیاء کو آپ نے فرمایا:۔

من تعزّی علیکم بعزاء الجاھلیۃ فاعضوہ بھن ابیہ ولاتکنوا۔"

اگر تمہارے سامنے کوئی جاہلی عصبیت کا نام لے یا کہے کہ فلاں قبیلہ، فلان قوم کی دہائی ہے، فلاں کی زبان کی دہائی ہے یا کسی قوم کی توہین کرے، محض نسلی بنیاد پر یا قبائلی بنیاد پر یا ایسی عصبیت پر تو آپ نے فرمایا کہ سخت سے سخت لفظ اس کے لئے بولو اور اشارے و کنائے سے بھی کام مت لو، یعنی جو سخت سے سخت لفظ تمہاری زبان میں ہے، وہ لفظ تم اس کے لئے استعمال کرو، اس لئے کہ آپ نے دیکھا ہے کہ یہ وہ عصبیت ہے جو دم کے دم میں ہزاروں برس کے علمی و ادبی اور تہذیبی ذخیرے پر اور خدا کے مخلص اور بے لوث بندوں کی کوششوں پر اور ان کا خون پسینہ ایک کر دینے پر پانی پھیر کر رکھ دیتی ہے، یہ عصبیت ایسی اندھی ہے، جس سے بڑھ کر کوئی اندھا وجود دنیا میں پیدا نہیں ہوا، یہ کسی کی رعایت کرنے کے لئے تیار نہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

میں آپ کو آگاہی دیتا ہوں اور اپنی بات پہچانا چاہتا ہوں کہ اس ملک کے لئے سب سے زیادہ خطرناک چیز یہ لسانی یا تہذیبی عصبیت یا قدیم تہذیب کے احیاء کی دعوت ہے، میں تنہا پاکستان کی بات نہیں کرتا اور بھی دوسرے ممالک ہیں مثلاً مصر میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ فرعونی تہذیب کو زندہ کیا جائے جیسا کہ چند سال پہلے یہ فتنہ کھڑا ہوا تھا، یا ایران میں سائرس کی عظمت اور اس کو ایران کا ہیرو بنانے کا فتنہ پیدا ہو جائے تو وہاں اسلام کی چولیں ہل جائیں گی، اس لئے اس وحدت اسلامی کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے، یہی وحدت اسلامی ہے، جو امن پسند ہے، اور تعمیری صلاحیت رکھنے والی ہے، وہ انسانوں کو جوڑتی ہے، توڑتی نہیں، اور انسانوں کے لئے تعمیر کا باعث ہے، تخریب کا باعث نہیں، اللہ نے ہمکو آپ کو بہت پہلے یہ نعمت عطا کی تھی۔

"وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا. خدا کے اس احسان کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، اللہ نے تمہارے دل ملا دیئے، تم اس کے فضل سے، اس کے احسان سے بھائی بھائی ہو گئے، اور ایسے بھائی ہوئے کہ انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے جب سیرت کے واقعات پڑھتا ہے کہ مصعب بن عمیرؓ کے بھائی ابو عزیز کی مشکیں باندھی جا رہی ہیں، مصعبؓ جب سامنے سے گزرتے ہیں تو کہتے ہیں ذرا اچھی طرح باندھنا موٹی اسامی ہے، اس کے فدیہ کی زیادہ رقم وصول ہو گی، وہ اپنے بھائی مصعب کی طرف دیکھتے اور کہتے ہیں کہ اے میرے بھائی تم سے تو امید یہ تھی کہ میری سفارش کرو گے اور تم الٹا اس شخص کو ہدایت دیتے ہو، تو انھوں نے کہا تم میرے بھائی نہیں ہو، میرا بھائی یہ ہے جو تم

www.abulhasanalinadwi.org

کو باندھ رہا ہے، اس عقیدے کی وحدت نے اور مقصد کی وحدت نے اس طرح دلوں کو ملا دیا تھا، اس کے مقابلہ میں زبان کی وحدت کا حال معلوم ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ ایک زبان بولنے والوں کے آپس کے تعلقات کا کیا حال ہے، کیا ان کی زبان نے ملانے کا کوئی کام کیا تھا، کیا اس نے ان کو نفسانیت اور اپنے ذاتی اغراض سے بالاتر کر دیا ہے، اور کیا اس نے اصلاح انسانیت کا جذبہ پیدا کیا ہے، کیا وہ دوسری زبان والوں کے مقابلہ میں صف آرا ہونے سے فرصت پاتے ہیں تو آپس میں شیر و شکر ہو جاتے ہیں، کیا وہ ایک دوسرے کی عزت کو اس احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں جس طرح سے اپنے مال کو، اپنی عزت و آبرو کو دیکھتے ہیں: اقبال نے کہا ہے ؎

یک دلی از یک زبانی بہتر است

ایک زبان ہونے سے کام نہیں چلتا، ایک دل ہونا چاہئے اور زبان ایک دل نہیں کرتی، صرف منفی رول ادا کرتی ہے، دوسروں کے مقابلہ میں زبان کی دھائی دیکر یا زبان کا حوالہ دیکر وہ ان طاقتوں کو مجتمع کرتی ہے، جس سے ان کو مقابلہ کرنا ہے۔

آپکو وحدت اسلامی کا منصب حاصل ہے

اللہ نے اس وحدتِ اسلامی کی نعمت ہی آپ کو عطا نہیں کی ہے، آپکو اسکی دعوت دینے کی ذمہ داری بھی تفویض کی ہے، آپ کا فرض ہے کہ دنیا کے سامنے نمونہ پیش کریں کہ وحدتِ اسلامی کے ثمرات و برکات کیا ہوتے ہیں، اگر کسی کو وحدتِ اسلامی کو دیکھنا ہو تو وہ پاکستان کو دیکھے، یہاں کسی ایسی وحدت کی اجازت اور اسکے لئے آپ کو کسی قسم کی کوئی چھوٹ نہیں دینی چاہئے جو آپ کو ایک دوسرے سے جدا کرے اور یہاں وہ مشکلات اور وہ مسائل پیدا کرے، جن کا حل کسی بڑے سے بڑے سیاستداں اور کسی بڑے سے بڑے قائد کے پاس نہیں، یہ اللہ کی نعمت کی

www.abulhasanalinadwi.org

بڑی ناقدری ہوگی کہ جس بنیاد پر یہ ملک و معاشرہ قائم ہوا ہے، وہ بنیاد مُنہدم یا کمزور ہو جائے، یہاں مسلمان کس کشش پر آئے؟ کس نام پر آئے؟ کس شمع پر یہ سب پروانے جمع ہوئے؟ کیا وہ زبان تھی؟ کیا وہ تہذیب تھی؟ کیا وہ معاشرت و تمدن تھے، یہاں کی آبادی کے مختلف حصوں میں معاشرہ و تمدن کا ایسا فرق بھی ہوسکتا ہے، جو دو قوموں میں ہوتا ہے، صوبہ سرحد کے رہنے والے اور یوپی کے رہنے والے ایک مسلمان کے تمدن میں، لباس میں وہ فرق ہوسکتا ہے، جو دو ملکوں کے باشندوں میں ہوتا ہے، یہ فرق موجود ہے، اور اگر آپ اس مؤقّر مجلس پر نظر ڈالیں تو یہ فرق آپ کو نظر آجائے گا، لیکن ان سارے امتیازات پر، ان سارے تنوّعات پر جو چیز حاوی ہے وہ کیا ہے؟ وہ یہ وحدتِ ایمانی ہے، یہی وحدتِ ایمانی آپ کو مربوط بھی رکھے گی، مضبوط بھی، باعزّت بھی رکھے گی، محفوظ بھی، آپ اس وحدت کی قدر کریں، دنیا میں اس کے داعی اور علمبردار بنیں، یہ اپنی خدمت بھی ہوگی، معاصر دنیا کی بھی جو تفریق و تقسیم کی زخم خوردہ ہے۔

آخر میں آپ سب حضرات کی عزّت افزائی اور محبت کا شکر گذار ہوں کہ آپ دور دور سے تشریف لائے اور دلچسپی اور توجہ سے میری معروضات سنیں، خاص طور پر حکیم محمد سعید صاحب کا شکر گذار ہوں کہ انھوں نے میرے لئے ایسا زرّیں موقع اور ایک ایسی چیدہ مجلس یہاں بلائی جس کے سامنے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع ملا، اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

☆☆☆☆

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

آئندہ نسلوں اور پسماندگان
کے
صحیح العقیدہ رہنے کی ضمانت

علاقائی دینی تعلیمی کانفرنس الہ آباد منعقدہ
۱۷ار فروری ۱۹۸۵ء کا خطبۂ صدارت۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئندہ نسلوں اور پسماندگان کے صحیح العقیدہ رہنے کی ضمانت

اور

جیتے جی اس کا اطمینان ویقین ضروری ہے

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلاهادي له ، ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له ، ونشهد ان سيدنا ونبينا ومولانا محمداً عبده ورسوله صلى الله عليه وعلى آله واصحابه وأزواجه و ذرياته وأهل بيته وبارك وسلم تسليما كثيرا كثيرا . أما بعد فاعوذبالله من الشيطان الرجيم ، بسم الله الرحمن الرحيم.

أم كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت ،اذقال لبنيه ما تعبدون من بعدى قالوا نعبد الهك واله آبائك ابراهيم واسماعيل واسحاق الها

www.abulhasanalinadwi.org

وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ. (بقرہ..۱۳۳)

بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے ؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے، اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔

حضرات! جہاں تک مسلمان کا تعلق ہے اس کے لئے دینی تعلیم اور دین کی بنیادی واقفیت کی وہی حیثیت ہے، جو ایک انسان کی زندگی کے لئے ہوا اور پانی کی ہے، ایک مسلمان کو مسلمان کی حیثیت سے زندہ رہنے کے لئے، مسلمان کہلانے کے لئے اور پھر آخرت میں خدا اور اس کے رسول کو منہ دکھانے اور نجات حاصل کرنے کے لئے بنیادی دینی عقائد کے جاننے کی ویسی ہی ضرورت ہے جیسے کہ ایک انسان کو زندہ رہنے کے لئے ہوا پانی کی ضرورت ہے اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں، اس لئے کہ مسلمان کسی نسلی تسلسل کا نام نہیں ہے، کسی قومیت کا نام نہیں ہے، کسی تہذیب کا نام نہیں ہے، (تہذیب اس میں شامل ہے، تہذیب اس کی تقاضوں اور اس کے معاون چیزوں میں سے ہے) لیکن اسلام محض ایک تہذیب، خالی ایک کلچر نہیں، کسی ذات برادری کا نام نہیں، کسی برہمن کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہو جائے تو وہ بہر حال برہمن ہے چاہے مانے چاہے نہ مانے، اس کے لئے اس کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مسلمانوں میں بھی بہت سی پشتیں اور خاندان ہیں جن پر مسلم معاشرہ میں فخر کیا جاتا ہے اور لوگ ان کی وجہ سے عزت کرتے ہیں۔

لیکن اصل نسبت صحیح عقیدہ، اللہ سے صحیح رشتۂ غلامی و عبودیت ہے اور

www.abulhasanalinadwi.org

اس کا صحیح طریقہ تعلیم ہے، یہی وہ نسبت ہے جس کا حضرت یعقوب علیہ السلام دنیا سے کوچ کرتے وقت (حالت احتضار) میں اطمینان حاصل کرنا چاہتے تھے، انہوں نے اپنے فرزندوں، پوتوں، نواسوں، کو جمع کر کے (اور وہ ماشاء اللہ کثیر الاولاد تھے) دریافت فرمایا کہ "مَاتَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِیْ" میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟ یہ بات انہوں نے کس سے کہی تھی ان سے کہی تھی، جو نبی زادے تھے نبی کے پوتے تھے نبی کے پرپوتے تھے، اسی موقعہ سے رسول اللہ علیہ ﷺ نے خود فرمایا ہے، کسی نے پوچھا کہ "مَنْ هُوَ الکریم" کہ کریم کون ہے، معزز آدمی کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا" الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف ابن یعقوب ابن اسحاق ابن ابراهیم " اگر خاندانی عزت کے بارے میں پوچھتے ہو تو یوسف علیہ السلام سے بڑھکر کون معزز آدمی ہوگا؟ کہ نبی کے بیٹے، نبی کے پوتے، نبی کے پرپوتے تھے، پیغمبروں کے اس خاندان کا سرپرست اپنے بچوں کو جمع کرتا ہے، بیٹوں پوتوں کو جمع کرتا ہے، ماشاء اللہ کثیر الاولاد تھے، قرآن تعداد کا موضوع نہیں ہے، تورات، انجیل، بائبل میں گنتیوں کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور بہت بڑے حصہ میں گنتیاں پھیلی ہوئی ہیں لیکن قرآن مجید گنتیوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا، بہر حال افراد خاندان بڑی تعداد میں تھے، اللہ نے ان کو عمر طویل بھی عطاء فرمائی تھی، برکت بھی عطا فرمائی تھی ان کو بنی اسرائیل کی پوری ملت کا مورث اعلیٰ ہونا تھا، ظاہر ہے کہ ان کے سامنے کتنے پوتے نواسے اور ان کی اولاد ہوگی، آپ نے سب کو جمع کیا، ان سے زیادہ کون جانتا تھا، کہ یہ کس کی اولاد ہیں، ان کی رگوں میں کن کا خون ہے، اس خون کے کیا خصائص ہیں، اور اس خاندان کی کیا تاریخ ہے، اس کا تاریخ عالم میں کیا کردار رہا ہے؟ یہ ان کے بیٹے ہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اِنَّ

www.abulhasanalinadwi.org

ابراهیمَ کانَ امةً قانتاً للہ حنیفاً" (ابراہیم خود ایک امت تھے) اور فرمایا "ملۃ ابیکم ابراہیم ھو سمّاکم المسلمین" (وہ خدا کا پہلا گھر بنانے والا ابراہیم، وہ توحید کا پہلا اعلان کرنے والا ابراہیم، وہ جس نے توحید کے عقیدہ کے لئے ہجرت کی، جس نے خطرات مول لئے، جس نے اپنے باپ سے پہلی لڑائی مول لی، اس کا باپ صرف یہ نہیں کہ وہاں کا ایک معزز آدمی تھا، وہاں کے سب سے بڑے معبد (عبادت گاہ) کا سب سے بڑا آدمی تھا، ان کی جو پہلی گفتگو ہوئی، اور پہلے جو مسلک کا اظہار و اعلان ہوا وہ باپ کے سامنے ہوا، پھر اپنے زمانے کے غالباً سب سے بڑی نہیں تو ایک بڑی متمدن سلطنت کے فرمانروا سے ان کا مقابلہ ہوا، ابراہیم کی اولاد کو ابراہیم ہی کا جانشین (حضرت یعقوب علیہما السلام) اپنے بیٹوں، پوتوں کو جمع کر کے کہتا ہے۔

"پیارے بیٹو، پوتو، نواسو! اب میں تم سے رخصت ہونے والا ہوں لیکن میری پیٹھ قبر سے نہیں لگے گی، جب تک یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ تم خدائے واحد ہی کی عبادت کرو گے؟ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے، یا لوگوں کو جیسا کرتے دیکھو گے تم بھی کرنے لگو گے، اور انہیں کی بولیاں بولنے لگو گے، تم ایک نہیں تین تین پیغمبروں کی اولاد ہو۔ تمہاری رگوں میں نوع انسانی کے موحد اعظم (سیدنا ابراہیمؑ) کا خون ہے، جس نے توحید خالص کی اس وقت صدا لگائی، جب دنیا میں وہ بالکل نامانوس ہو چکی تھی، اس نے اللہ کے نام پر اس وقت گھر تعمیر کیا جب دنیا میں اس کے نام کا کوئی گھر نہیں رہ گیا تھا، اس نے اس کے لئے اپنے باپ اور گھر والوں سے ناطہ توڑا، آگ میں ڈال دیا جانا گوارا کیا، اس کے لئے گھر بار اور محبوب و عزیز وطن چھوڑا اور ملک ملک کے سفر کئے لیکن میں اتنا کافی نہیں سمجھتا (

www.abulhasanalinadwi.org

میں نے بڑے بڑے خدا پرستوں اور بت شکنوں کے خاندانوں کا حشر دیکھا ہے کہ وہ کس قدر جلد صحیح راستہ چھوڑ کر بھٹک گئے)۔

عزیزو! اس وقت کہنے کی پچاس باتیں ہو سکتی ہیں، ملکر رہنا، اتحاد کے ساتھ رہنا، اپنی محنت سے حق حلال کی کمائی کھانا، شریفانہ زندگی گزارنا کسی کو تکلیف نہ پہونچانا، سب کے کام آنا، پچاس باتیں کہی جا سکتی ہیں، لیکن میں صرف ایک بات پوچھتا ہوں " مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ؟" یہ بتادو کہ میرے بعد تم بندگی کس کی کروگے؟

اللہ اکبر! یہ وہ وقت ہے کہ آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے، ہمارے سامنے اگر صرف وصیتوں کا لٹریچر جمع کیا جائے یعنی کوئی ریسرچ اسکالر، دین کا کوئی طالب علم اس پر کام کرے کہ لوگوں نے اپنی اپنی اولاد اور پسماندگان کو کیا وصیتیں کی ہیں، دنیا سے جاتے وقت اپنے دوستوں اور عزیزوں کو کیا ہدایت کر کے گئے ہیں، تو ایک جلد نہیں، ایک چھوٹا سا کتب خانہ تیار ہو جائے گا، لیکن اللہ کے اس مومن بندے کو فکر صرف یہ ہے کہ کیا میری اولاد اس دولت کو اپنے سینے سے لگائے رکھے گی، جس پر خدا کی ہر مدد، خدا کی ہر رحمت، خدا کے ہر بہتر فیصلے اور خدا کی نصرت، فردوامت کی نجات اور انسانیت کے مستقبل کا دارومدار ہے، وہ ایک ہی چیز ہے۔" مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ"، تم یہ بتادو کہ میری آنکھ بند ہونے کے بعد بندگی کس کی کروگے؟

یہ ہے مسلمانوں کے ذہنوں کو ڈھالنے والا سانچہ، ایمان کی قیمت پہچاننے کا امتحان و معیار، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر کر کے اس کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا کہ ہر نسل کا مسلمان بلکہ ہر نسل کا انسان پڑھے اور اس

www.abulhasanalinadwi.org

سے سبق لے، اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو نقل کر کے تاریخ نہیں سنائی ہے، قرآن تاریخ کی کتاب نہیں ہے، تاریخ ہے لیکن وہ تاریخ کے لئے نہیں، یہاں پر ہمیں بتایا کہ اس طرح مسلمان کے ذہن کو کام کرنا چاہئے۔

اب مسئلہ اس وقت فرد کا نہیں ملت کا ہے، میں مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ ملت کیا اس ذہن سے کام کر رہی ہے کیا اپنی اولاد کے بارے میں اسے یہ فکر ہے کہ " ماتعبدون من بعدی" ہم میں سے کتنے آدمی ہیں جن کے دل پر اس بات کا اثر ہے، جن کے دماغوں میں اس بات کی اہمیت بیٹھی ہوئی ہے ؟ اپنے دل کو ٹٹولیں، اپنے دماغوں کا جائزہ لیں اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ ملت کے لئے صرف ایک پوسٹر بنانا ہے، اور صرف ایک جملہ کی گنجائش ہے، اور اس کے علاوہ کچھ نہیں، تو میں کہوں گا، کہ "ما تعبدون من بعدی" لکھ دو، پوسٹر کے نیچے لکھو کہ ہر مسلمان اپنی اولاد سے دنیا سے جانے سے پہلے سوال کرے اور جب تک دنیا میں ہے اپنا جائزہ لے، محاسبہ کرے کہ اس کے نزدیک اس کی اہمیت ہے یا نہیں ؟ وہ اپنے بچوں کے لئے اپنی آئندہ نسل کے لئے یہ اطمینان کرنا ضروری سمجھتا ہے یا نہیں کہ "ما تعبدون من بعدی" میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہم اور آپ سب اپنے اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور یہ دیکھیں کہ واقعی اس سوال کی ہمارے یہاں اہمیت ہے یا نہیں ؟ اور یہ سوال افراد کے پیمانہ پر، خاندان کے پیمانہ پر، برادری کے پیمانہ پر، معاشرہ کے پیمانہ پر، محلہ کے پیمانہ پر، قصبہ کے پیمانہ پر اور آخر میں، میں کہتا ہوں کہ ملت کے پیمانہ پر، اور ملت ہندیہ اسلامیہ کے پیمانہ پر، ہمارے دلوں پر نقش ہے یا نہیں ؟ ہماری آئندہ نسل ہمارے بعد کس راستے پر چلے گی، وہ کس گروہ و ملت کی پیرو ہوگی، کس کی پرستش کرے گی، کن عقائد کو مانے گی .... یہ خدا کے

www.abulhasanalinadwi.org

واحد کی پرستار ہوگی یا سیکڑوں، ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں، خداؤں اور دیوتاؤں کی، یہ اس وسیع کائنات میں اور اپنی محدود زندگی میں کس کے دست قدرت کو کام کرتا ہوا دیکھے گی اور مانے گی۔

یہ سب سے بڑا اطمینان ہے اس کے بغیر میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا ہے، جب تک وہ کسی نہ کسی درجے میں یہ اطمینان نہ کرلے کہ میری نسل اسلام کے صحیح راستے پر رہے گی۔ صحیح عقیدہ پر قائم رہے گی، خواہ اس کو اس کے لئے کتنی قربانیاں دینی پڑیں، آج ہماری اصل کمزوری یہ ہے کہ ہم اس کے لیے معمولی قربانی دینے کے لئے تیار نہیں۔ ہم اپنے بچوں کے لئے اس خطرہ کے تصور سے نہیں لرزتے کہ وہ صحیح دین و عقیدہ سے بے خبر اور آخرت میں نجات پانے اور خدا اور رسول کے سامنے سرخرو ہونے سے محروم رہیں گے، لیکن اس سے لرزہ براندام ہوتے ہیں کہ ہمارے بچے کمپٹیشن میں کامیاب ہونے یا اپنا تعلیمی کیریر بنانے میں ناکام ہوں گے، اگر بچہ نے اردو کو اپنی زبان قرار دیا، اس کو اپنی مادری زبان ڈکلیر کیا، تو اس کے نتیجہ میں اس کے کیریر پر اثر پڑے گا، حالانکہ یہ بالکل موہوم خطرہ اور "اندیشۂ دور دراز" کی حیثیت رکھتا ہے، اب نوبت یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ مسلمان اپنے دین کی بقاء کے لئے ایک فی ہزار خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں، مسلمان گارجین اس کے لئے تیار نہیں ہیں کہ وہ اسکولوں میں یہ لکھادیں کہ ہمارے بچے کی زبان اردو ہے، اس کی مادری زبان اردو ہے، جب ملت کی اپنے دین کے ساتھ وابستگی کی قیمت ادا کرنے کی اتنی بھی اہمیت نہیں ہے کہ میرے بچہ کو کہیں دس برس میں اردو لینے کی قیمت ادا کرنی پڑے، حالانکہ اس کی سیکڑوں، ہزاروں، مثالیں مل سکتی ہیں کہ اردو کے ذریعہ سے لوگوں نے پڑھا، اور

www.abulhasanalinadwi.org

اپنی ذہانت سے، اپنی محنت سے اپنی صلاحیت سے بڑے بڑے امتحان میں کامیابی اور امتیاز حاصل کیا، بڑی سے بڑی اسامی اور بڑے سے بڑے عہدہ پر فائز ہوئے، اس کے لئے ہزاروں مثالیں مل جائیں گی، آپ بتایئے کہ اس ملت کی نگاہ میں اپنے ایمان کی کتنی قیمت ہے، اپنے دین کی کتنی قیمت ہے؟ اس کے متعلق، آپ دنیا کی کسی عدالت سے پوچھ لیجئے مت پوچھئے علماء سے، آپ ماہرین نفسیات سے پوچھ لیجئے، آپ تقابل ادیان کے استادوں سے پوچھ لیجئے کہ جو ملت اتنا خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں ہے، ایک فیصدی اس کا خطرہ ہے کہ بچہ ایک بڑے امتحان میں نہ آئے، امتیاز نہ حاصل کر سکے، کسی بڑے اسامی پر نہ جائے، اسی لئے میں نے اسکول میں جا کر یہ نہیں لکھوایا کہ بچہ کی مادری زبان اردو ہے، میں نے ہندی لکھوا دی، اس ملت کے متعلق آپ غیر مسلموں سے پوچھئے جیسا کہ ابھی ہمارے محترم مہمان سید حامد صاحب نے فرمایا کہ "اقلیت کمیشن کے ایک ہندو ذمہ دار نے یہ لکھا ہے کہ " ہندوستان ہی کی یہ خصوصیت ہے کہ یہاں اقلیت اتنی محنت نہیں کرتی جتنی اکثریت کرتی ہے، حالانکہ اس کو اس سے زیادہ محنت کرنے کی ضرورت ہے" میں اس سے زیادہ آگے قدم بڑھا کر اپنی زبان میں کہتا ہوں، ایک دین کے طالب کی زبان میں کہتا ہوں کہ امت اپنے دین وایمان کے لئے اتنی بھی قربانی دینے کے لئے تیار نہیں جتنی ملک کو آزاد کرانے کے لئے، جتنی اپنی تہذیب کو باقی رکھنے کے لئے، جتنی ہندی زبان کو رائج کرنے کے لئے ہندو اکثریت نے دی ہے، امریکہ کے یہودیوں کا ذکر تو فضول ہے جنہوں نے اپنی شخصیت وامتیاز ثابت کر دیا اور اپنے ملی و تہذیبی مطالبات منوالئے، خود ہندوستان میں ملک کو آزاد کرانے کیلئے اور اپنے مطالبات کو منوانے کے لئے یہاں کے مختلف فرقوں نے جو قیمت ادا کی ہے، اس

www.abulhasanalinadwi.org

کا دسواں حصہ بھی یہ ملت اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے ادا کرنے کو تیار نہیں، اپنے بارے میں آپ خود فیصلہ کیجئے، یہ فیصلہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں، جب ملت کی ذہنی کیفیت، جب ملت کی شکست خوردگی، جب ملت کی اپنے دین کی قیمت سے ناواقفیت اس درجہ کو پہونچ جائے کہ وہ موہوم سے موہوم خطرہ بھی اپنے بچے کے لئے مول لینے کے لئے تیار نہ ہو، دنیاوی ترقیات اور معاشی مسئلہ کے لئے دین و ایمان کو خطرہ میں ڈال دے، بلکہ دین و ایمان کو زد پر لگا دے، تو اس کا کیا مقام رہ جاتا ہے؟

اس وقت دنیا میں وہ طریقے نہیں ہیں جو نسل کشی کے پرانے طریقے تھے، اور جس کے لئے اس زمانہ کے مطلق العنان فرماں روا بدنام ہیں، میں آپ ہی کے شہر الہ آباد کے شاعر نہیں بلکہ اپنے دور کے سب سے بڑے شاعر اور لسان العصر کے شعر کا حوالہ دیتا ہوں، وہ انگریزوں کا دور تھا، انہوں نے اس دور کو سامنے رکھ کر کہا ؎

یُوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اس شعر میں انہوں نے ایک پوری کتاب کا مضمون بیان کر دیا ہے۔ میں ان کا دوسرا شعر پڑھتا ہوں ؎

www.abulhasanalinadwi.org

ناپی جاتی، ابدی صداقتیں سیکڑوں، ہزاروں برس تک، اور سیاسی و ثقافتی اور تہذیبی تبدیلیوں کے ساتھ باقی رہتی ہیں، اس تعلیمی انقلاب اور معنوی نسل کشی سے ملت اپنے ماضی ہی سے نہیں، وہ اپنے دین سے، اپنے دینی شخصیت سے اپنے دینی حقائق و عقائد سے نہ صرف یہ کہ بیگانہ ہوگی، بلکہ بے زار ہوگی، اپنے اسلاف سے نہ صرف ناواقف ہوگی، بلکہ ان کے نام پر شرماتی ہوگی، اور ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہوگی، ہمارے چھوٹے اسکولوں کے بچے بتاتے ہیں کہ اٹھتے بیٹھتے ہم سے کہا جاتا ہے، کہ اورنگ زیب ظالم تھا، اور جب تک کہ ایک من جنیو جلا نہیں دیتا تھا، اس وقت تک ناشتہ نہیں کرتا تھا، اسلام تلوار سے پھیلایا گیا ہے، اس دنیا کا کارخانہ دیوی، دیوتا چلاتے ہیں یہ آج ہمارے اسکولوں میں پڑھایا جارہا ہے۔

میرے بھائیو اور دوستو! سیدھی سیدھی بات یہ ہے کہ خالص مسلم اکثریت کے ملک میں بھی مسلمانوں کو مسلمان رہنے کے لئے، اپنی آئندہ نسل کو مسلمان رکھنے کے لئے سخت جانفشانی اور سخت قربانی کی ضرورت ہے، وہاں بھی بغیر جانفشانی اور قربانی کے مسلمان اپنی آئندہ نسل کے دین وایمان کا تحفظ نہیں کر سکتے، وہاں بھی ما تعبدون من بعدی کا سبق ہمارے سامنے ہے، چہ جائیکہ ایک ایسے ملک میں جہاں ہم اقلیت میں ہیں، اور [illegible] کے ساتھ ارادی اور غیر ارادی، شعوری یا غیر شعوری طریقے پر ایک ایسی [illegible] اور ایک ایسا دور وابستہ ہے، کہ جائز ناجائز

www.abulhasanalinadwi.org

تک اس ملک میں حکومت کی ہے، اس شکل سے چھٹکارا نہیں، اب اس سے خلاصی حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں، تاریخ جب ایک مرتبہ بن جاتی ہے تو اس کو مٹایا نہیں جاسکتا، دوسری بات یہ ہے کہ انگریزوں نے (اپنے انتظامی وسیاسی مصالح) سے اپنے دور میں اقلیت واکثریت کے مسائل پیدا کیے، اس میں خلیج پیدا کی، پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ اس ملک کے پڑوس میں ایک اسلامی مملکت بنی، اور وہ قائم ہے، ہم کو اور آپ کو ان سب حقائق کو سامنے رکھنا پڑے گا، یہ وہ چیزیں ہیں جن پر پردہ ڈالنے سے کام نہیں چلے گا، آپ ہزار کہیں کہ ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں، مگر یہ سائے اور ذہنی اثرات ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں، پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ ہم نے اپنے ہم وطنوں کو اپنے دین کی حقیقت سے اور صحیح تاریخ سے باخبر نہیں کیا، ہم نے انسانیت کی جو خدمت انجام دی، اس ملک کو چار چاند لگائے، عالمگیر انسانی تمدن پر اس ملت کے جو احسانات ہیں اور اس کے جو اثرات پڑے ہیں ان سے ہم نے ابھی تک ان کو آگاہ نہیں کیا ہے، انہیں میں سے کسی کو خدا نے توفیق دی تو اس نے کچھ لکھ دیا۔

یہ ملک جمہوری ہے اس نے جمہوری سیکولرزم کو پسند کیا ہے، اس لئے یہاں پر تعداد ایک اہمیت رکھتی ہے، ہماری تاریخ ایک بیرونی قوم کی تاریخ نہیں ہے، ایک ایسی قوم کی تاریخ ہے جو یہاں ایک ہزار برس سے رہ رہی ہے، اس طویل سفر میں نشیب وفراز آئے ہیں، زندہ قوموں کی تاریخ میں نشیب وفراز آتے ہی ہیں، لیکن ان کو رنگ آمیزی کے ساتھ نمایاں کیا گیا ہے، اور اب ان کو خاص طور سے زندہ کیا جارہا ہے، زندہ اور حکومت کرنے والی قوموں کی تاریخ میں ساری چیزیں خوشگوار اور ساری چیزیں بالکل ہموار نہیں ہوتیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

اب آپ خود فیصلہ کیجئے کہ آپ کے لئے اپنی دینی تعلیم کا تحفظ، اس کے انتظامات اور اپنی آئندہ نسل کو مسلمان باقی رکھنے کی جدوجہد کتنی ضروری ہے؟ اس کو زبان قال سے بھی اور زبان حال سے بھی اس حقیقت کا اطمینان کر لینا ضروری ہے کہ ہمارے بچے خدائے واحد کے پرستار ہوں گے، محمد رسول اللہ ﷺ کو سچا اور آخری پیغمبر سمجھتے ہوں گے، یہ قرآن ہی کو اپنا دستور حیات سمجھیں گے، کتاب و سنت نے مسلمانوں کو عائلی قانون کا جو نقشہ دیا ہے، نکاح و طلاق، ترکہ و میراث، موت و حیات کے لئے جو ہدایت دی ہیں ان کو وہ اپنے دین کا جزء سمجھیں گے، نمازوں کے پابند ہوں گے، فرائض کے پابند ہوں گے، اللہ اور رسول سے محبت رکھتے ہوں گے، اور اللہ ورسول کے نام پر اپنی عزت اور جان و مال کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔

حضرات! یہی دینی تعلیمی کونسل اور اس کی اس دینی تعلیمی تحریک کا حاصل ہے، آپ اپنی اولاد سے زبان حال سے پوچھیں یا زبان قال سے پوچھیں کہ کل وہ کس دین و ملت کے پیرو ہوں گے؟ اور آپ کے پاس جو وسائل اور امکانات ہیں ان سب کو اس مقصد کے حصول کے لئے استعمال کریں گے، کہ یہ خدائے واحد کے پرستار ہوں، اور مختصر لفظوں میں صحیح مسلمان ہوں، موحد ہوں، اس زندگی کے بعد دوسری زندگی پر ایمان رکھتے ہوں، اس پر یقین رکھتے ہوں کہ "ان الدین عند اللہ الاسلام" اللہ کے یہاں جو دین مقبول ہے وہ اسلام ہے۔

ہم اپنی پوری دینی خصوصیات کے ساتھ اور پوری اسلامی شخصیت کے ساتھ آزادی اور عزت کے ساتھ اس ملک میں رہیں گے۔ راتب اور جان کے تحفظ

www.abulhasanalinadwi.org

کی ضمانت پر محض جانوروں کی زندگی نہیں گذاریں گے، عزت وآبرو کے ساتھ اس ملک کے نظم ونسق میں شریک ہوتے ہوئے اور اس ملک میں اپنی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے اس ملک کی تعمیر وترقی میں مساویانہ حصہ لیتے ہوئے اور اس ملک کی حفاظت کرنے کے ساتھ، اور اس ملک کا نام اونچا کرنے کے ساتھ اور اس ملک کی دنیا کے دوسرے ملکوں میں عزت بڑھانے کے ساتھ ہم اس ملک میں اپنے عقائد وخصوصیات کے ساتھ رہیں گے، خدا نے اور ہمارے دین نے جو تعلیم دی ہے، اور ہمارے پاس جو تاریخ ہے اس سے ہم اس ملک کو اخلاقی گراوٹ سے، کرپشن سے اور اس اخلاقی دیوالیہ پن سے بچا سکتے ہیں، جو اس ملک کے لئے اس وقت سب سے بڑا خطرہ ہے، ہم اپنی نسلوں کے بھی ایمان واسلام کی حفاظت کا بندوبست کریں گے، ان کی دینی تعلیم کے لئے اسلامی مکاتب قائم کریں گے، ہماری آئندہ نسل کی زبان اردو ہوگی، اس لئے کہ یہ اس کے لئے دین سے واقفیت کا سب سے آسان ذریعہ ہے، اور یہ اس کی تہذیب کا نشان ہے، اس کا کلچر ہے، اس کے لئے اول تو قومی فیصلہ کی ضرورت ہے، اس کے بعد تھوڑی سی قربانی کی ضرورت ہے، ہمیں امید نہیں یقین ہے کہ ایک خوددار، صاحب ضمیر وعقیدہ اور صاحب دعوت اور ایک شاندار تاریخ رکھنے والی زندہ ملت کی حیثیت سے آپ اس کے لئے تیار ہیں۔

وَ ماالتوفیق الا مِنْ عِنْدِ اللہِ

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

صحیح دینی تعلیم و تربیت کے انتظام کے سلسلہ میں

والدین اور سرپرستوں کی ذمہ داریاں

یہ تقریر انجمن تعلیمات دین ضلع گورکھپور کے زیر اہتمام ۳۰؍ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو بمقام اسلامیہ کالج گورکھپور کے ایک بڑے جلسہ میں کی گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحیح دینی تعلیم وتربیت کے انتظام کے سلسلہ میں والدین اور سرپرستوں کی ذمہ داری

الحمد للہ کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، اما بعد!
فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ، بسم اللہ الرحمن الرحیم ، یآ ایہا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقود ھا الناس والحجارۃ علیہا ملائکۃ غلاظ شداد لایعصون اللہ ما امرھم و یفعلون مایؤمرون.

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو ایسی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ بجالاتے ہیں۔

حضرات! میں نے آپ کے سامنے قرآن شریف کی ایک آیت پڑھی ہے جو اس سے پہلے بارہا آپ کے سامنے پڑھی گئی ہو گی، اور قرآن شریف کی تلاوت میں آپ کی نظر سے گذری ہو گی، لیکن ضروری نہیں کہ جو چیز بار بار نظر کے سامنے آئے

www.abulhasanalinadwi.org

اس پر آدمی غور بھی کرے، آپ سڑکوں پر سے گزرتے ہیں، سائن بورڈ برسوں سے لگے ہوئے ہیں، آپ کی نظر بھی پڑتی ہے، لیکن آپ خود سوچئے کہ آپ نے کتنی بار غور سے پڑھا اور آپ کو یاد رہا، اگر آپ سے پوچھا جائے کہ آپ جس سڑک سے گزر کر آتے ہیں اس میں اہم اہم سائن بورڈ کس چیز کے ہیں تو کم لوگ بتا سکیں گے۔

آیت بڑی چونکا دینے والی اور ایسی ہے کہ اگر اس کا خطرہ نہ ہو کہ بار بار جو چیز سامنے آتی ہے اس پر سے توجہ ہٹ جاتی ہے، وہ روزمرہ کی چیزوں میں سے سمجھی جانے لگتی ہے، تو میں عرض کرتا اور اصرار کرتا کہ یہ آیت جلی حروف سے لکھوا کر دیواروں پر لگوادی جائے، مسجدوں میں بھی آویزاں کردی جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے وہ لوگو جو خود ایمان لاچکے ہو" یایھا الذین آمَنُوا" یہ " آمَنُوا "ماضی کا صیغہ ہے، ہر لفظ پر غور کیجئے، قرآن مجید کا کوئی لفظ اتفاقی یا بھرتی کا نہیں ہوتا، یہ کوئی شاعری نہیں " ایھا المؤمنون" کہا جاسکتا تھا، " ایھا المُسلِمُون " کہا جاسکتا تھا، اے مسلمانو، اے جماعت مؤمنین لیکن فرمایا " یا ایھا الذین آمَنُوا" اے وہ لوگو جو خود ایمان لاچکے ہو" قوا انفسکم و اھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ" بچاؤ اپنی جانوں کو اپنے گھر والوں کو اپنے متعلقین کو اپنے ماتحتوں کو آگ سے جس کا ایندھن ہے آدمی اور پتھر، اس آیت کے مخاطب مسلمان تھے، وہ صحابہ تھے جو قرآن مجید کے نزول کے وقت موجود تھے، وہ اولین مخاطب تھے، یوں قیامت تک کی تمام مسلمان نسلیں اور جو بھی پیدا ہو اور اپنے کو مسلمان کہے وہ سب مخاطب ہیں، لیکن پہلے مخاطب اس کے وہ لوگ تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر ایمان لاچکے تھے، آپ کے ہاتھ، دیا تھا، جن کو شرف صحابیت حاصل تھا، اور اس میں یقیناً وہ لوگ بھی تھے جو بیعتِ رضوان میں

www.abulhasanalinadwi.org

شریک رہے ہوں گے، جنہوں نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے جان دینے پر بیعت کی تھی، جن کے متعلق ارشاد ہے " لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذیبایعونك تحت الشجرة فعلم مافی قلوبهم فانزل السکینة علیهم و اثابهم فتحا قریباً " (اے پیغمبر) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تے تو خدا ان سے خوش ہوا، اور جو (صدق و خلوص) ان کے دلوں میں تھا، وہ اس نے معلوم کرلیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔

جن کو یہ انعام ملا تھا اور جن کو قیامت تک کے لئے سند دی گئی ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوا، ایسے سند یافتہ اور بلند مرتبہ لوگ بھی اس آیت کے مخاطب ہیں جو بیعتِ رضوان میں شریک ہوئے تھے، اور عشرۂ مبشرہ بھی اس میں یقیناً شامل ہیں، اور کبار صحابہ بھی اس میں شامل ہیں اور بدر اور احد کے "زندہ شہید" بھی مخاطب ہیں۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی آدمی جان بوجھ کر اپنے لڑکوں کو، اپنے گھر والوں کو آگ میں جھونکتا ہے، آگ میں گھسنے دیتا ہے؟ اس کا کیا مطلب کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اے وہ لوگو جو خود ایمان لا چکے ہو، اب تمہارا کام یہ ہے کہ اپنے جانوں کو بچاؤ، اپنے گھر والوں کو بچاؤ، دوزخ کی آگ سے، کیا کوئی واقعہ آپ نے سیرت میں ایسا پڑھا ہے کہ صحابہ کرام نے (معاذ اللہ) ارادہ کیا تھا کہ اپنے بچوں کو آگ کے حوالہ کردیں، یا بچے آگ میں کودنا چاہتے تھے، اور صحابۂ کرامؓ اور اس وقت کے مسلمان خاموش بیٹھے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے، اور اس صورت حال پر راضی تھے، کیا ایسا کوئی واقعہ آپ کی نظر سے گذرا ہے؟ تو کیا بے ضرورت یہ بات کہی گئی ہے کہ اے وہ لوگو جو خود ایمان لا چکے ہو تمہارا کام یہ ہے کہ اپنی جانوں کو، اپنے گھر والوں کو

www.abulhasanalinadwi.org

آگ سے بچاؤ، یہ کون سی آگ تھی، اور کب یہ واقعہ پیش آیا تھا، یا پیش آنے والا تھا کہ مسلمانوں کے گھروں کے بچے آگ میں کودنا چاہتے تھے، اور ماں باپ سو رہے تھے، فکر نہیں کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس وقت وحی نازل کی سب چونک گئے اور سب اپنے بچوں کی فکر میں لگ گئے کہ آگ مین چھلانگ نہ لگائیں، پھر اس آیت کا مطلب کیا ہے؟

کیا اس آیت کا مطلب اس کے سوا اور کچھ ہو سکتا ہے کہ اپنے بچوں کو، اپنے گھر والوں کو ایسی چیزوں سے بچاؤ جو آگ تک لے جانے والی ہیں، جن کا انجام یہ ہونے والا ہے، کہ دوزخ میں جائیں، ورنہ وہ کون سے انسان ہیں جو اپنے بچوں کو آگ کی طرف جاتے ہوئے دیکھیں اور انکو روک نہ لیں؟ خطرہ صرف اس بات کا ہے کہ آدمی یہ نہ جانتا ہو کہ اس کے نتیجے میں جلنا ہوتا ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ ایسے اسباب سے بچاؤ جو دوزخ کی آگ تک پہونچانے والے ہیں اس کو فقہ کی زبان میں "اسباب مؤدیہ" کہتے ہیں، یعنی وہ اسباب جو کسی نتیجہ تک پہونچانے والے ہوں، فقہاء کے نزدیک وہ بھی نتائج کے حکم میں داخل ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو ایسی دوا دے رہا ہے جس کے نتیجہ میں موت ہوتی ہے۔ چاہے وہ دیر سے ہو، یہ عمل قتل ہی کے مرادف ہے، اس لئے کہ اس نے وہ سبب اختیار کیا، جس کے نتیجہ میں موت کا آنا یقینی ہے تو قانون بھی اس کو قاتل کہے گا، حکیم صاحبان ڈاکٹر صاحبان بھی اس کو قاتل ہی سمجھیں گے یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ ایسی چیزوں سے بچاؤ جو آگ تک پہونچا دینے والی ہیں۔

اب میں عرض کرتا ہوں کہ صورت حال اس وقت یہی ہے بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام نہ کرنا بچوں کو اس ماحول کے بالکل حوالہ کر دینا اور ان کو اس کے رحم و

کرم پر چھوڑ دینا جو اس بات کا نہ مکلّف ہے، نہ اس بات کا مدعی ہے، نہ اس بات کا اہل کہ وہ بچوں کو وہ تعلیم دے گا، جس پر نجات موقوف ہے، پیغمبروں کی لائی ہوئی وہ تعلیم جس سے ناواقفیت کے نتیجہ میں ایمان کا خطرہ ہے، آخرت کی ہلاکت ہے، تو اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اس بات کو بچے کے لئے کیسے گوارا کیا جارہا ہے؟ موجودہ تعلیمی نظام صرف لادینی (SECULAR) نہیں، وہ ایک مثبت و معین نظام تعلیم (Positive System of Education) ہے، ہندو دیومالا (Hin-du Mythology) اس میں شامل ہے، انگریزوں کے زمانہ میں تعلیم سیکولر تھی، بلی، کتے کے قصے ہوتے تھے، اور ہم سے بہت سے لوگوں نے انگریزوں کے عہد حکومت میں انگریزی پڑھی ہے اس وقت زبان سکھانے والی ابتدائی کتابوں سے نہ کسی کے عقیدہ پر اثر پڑتا تھا، نہ کسی مخلوق کا تقدس پیدا ہوتا تھا، اور نہ اس کائنات میں کسی مخلوق کا تصرف و اختیار معلوم ہوتا تھا، اس وقت بھیڑیئے، چیتے بندر اور لومڑی اور بلی کتے کے قصے بچے پڑھتے تھے، ویسے کے ویسے ہی گھر آتے تھے جیسے جاتے تھے، لیکن اب صورت حال یہ نہیں ہے، سرکاری نصابی کتابوں میں عقیدہ پر اثر ڈالنے والے اسباق، قصے کہانیاں اور مضامین ہوتے ہیں، اور جو کسر کتابوں میں رہ جاتی ہے وہ ماسٹر صاحبان پوری کرتے ہیں، بچوں کو کچھ اجتماعی کام ایسے کرنے پڑتے ہیں جو اسلام کے عقیدۂ توحید کے منافی ہیں۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ڈھلوان راستہ ہو، جس پر پاؤں بھی نہ جمتے ہوں اس پر کوئی بچہ سائیکل پر بیٹھا ہوا جارہا ہو آگے کھائی ہو، سائکل کا بریک بھی ٹھیک کام نہ کرتا ہو، باپ دیکھ رہا ہے کہ بچہ سائیکل پر بیٹھا ہے اور اس سے بھی واقف ہے کہ بریک نہیں ہے، اس سے بھی واقف ہے کہ کوئی اور ترکیب نہیں کہ وہ

سائیکل پر جاتے ہوئے کھائی سے بچ سکے گا تو کیا یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس باپ نے جانتے بوجھتے اپنے بچے کو کھائی میں گرنے دیا، کیا کوئی صاحب اس سے انکار کر سکتے ہیں؟

اگر اس سے انکار کر سکتے تو اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ موجودہ نظام تعلیم سے بچے کا ایمان کیسے سلامت رہے گا اگر خارجی و اضافی دینی تعلیم کا انتظام نہیں ہے، (جس کو سائیکل میں بریک کا قائم مقام کہا جا سکتا ہے) جس میں تحفظ کا انتظام ہے، کہ اسکول میں بچہ جو کچھ پڑھ کر آتا ہے اس کی اصلاح کی جاتی ہے اور اگر اس کو کوئی ایمانی توحیدی (DOSE) دیا جاتا ہے، صباحی یا شبینہ مکتب ہیں، تعلیمی حلقے ہیں، کوئی دینی کتاب سنائی جاتی ہے، ماں باپ دین کی تلقین کرتے ہیں، اچھے اچھے شوق انگیز اور دین آموز قصے سناتے ہیں گھر کا ماحول دینی ہے، تب تو یہ کسی درجہ میں بریک کے قائم مقام ہیں اور اگر ایسا نہیں تو آپ نے گویا اپنے بچوں کے کان میں کہدیا ہے کہ "اسکول کی ہر بات مان لینا" یہ کان میں کہنے ہی کے مرادف ہے کہ آپ نے بچہ کا نام کسی اسکول میں لکھایا اور باہر سے کوئی انتظام نہیں کیا، گویا آپ نے اپنے بچہ کو ایک طرح کی ترغیب دی ہے کہ ہر غیر اسلامی بات مانتا چلا جائے، اب اگر وہ مانتا چلا گیا اور باہر سے کوئی انتظام نہیں ہے، نہ اردو جانتا ہے کہ دینی کتابیں پڑھ سکے، نہ محلہ میں کسی مکتب کا انتظام ہے تو آپ بتایئے کیا آپ " قوا انفسکم و اھلیکم ناراً" کے مخاطب نہیں ہیں؟

لکھنؤ کے ایک زنانہ جلسہ میں خواتین کی بڑی تعداد تھی، میں نے کہا ایک ماں کا قصہ آپ کو سناتا ہوں، ایک تعلیم یافتہ خاتون ایک دعوت میں شریک تھیں بیبیوں نے دیکھا کہ وہ کچھ بے چین اور متفکر سی ہیں، باتوں میں ان کا دل لگ نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

رہا ہے، ان کی عزیز بیبیاں اور سہیلیاں سب اکٹھی دلچسپی کی باتیں کر رہی ہیں، بہت دن کے بعد وہ اکٹھا ہوئی تھیں، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان خاتون کا دل و دماغ کہیں اور ہے، وہ کہیں اور دیکھ رہی ہیں ان سے پوچھا گیا کہ بہن کیا بات ہے؟ طبیعت کچھ خراب ہے؟ کوئی اندرونی تکلیف ہے؟ بہت پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ کچھ نہیں، میں گھر میں ماچس کی ڈبیا چھپانا بھول گئی بچہ وہاں ہے، مجھے یہ کھٹکا لگا ہوا ہے کہ کہیں وہ اس میں سے تیلی نکال لے اور مسالہ سے رگڑ کر اپنے کپڑوں میں آگ لگا لے، بیبیوں نے پوچھا اللہ رکھے بچہ کی کیا عمر ہے؟ خاتون نے جواب دیا یہی دو سال کی، خیال کیجئے بچہ ماچس کے بکس کو کھولنا جانتا ہے یا نہیں؟ اگر جانتا ہے اور کھولے گا تو الٹی تیلی رگڑے گا یا سیدھی رگڑے گا جدھر مسالہ ہے مگر ؎

عشق است و ہزار بد گمانی

محبت یہ سب چیزیں پیدا کر دیتی ہے، وہ چونکہ ماں ہیں، اللہ نے مامتا دی ہے، محبت دی ہے بچہ کی، اس لئے وہ باتیں جو بہت بعید از قیاس ہیں اور کہیں برسوں میں ہوتی ہیں، سب ان کے سامنے نقشہ کی طرح ہیں، بچہ کھیلتے کھیلتے وہاں پہنچا، ماچس کی ڈبیا اٹھائی اس کو کھولا اس نے کبھی دیکھا تھا، اپنی بڑی بہن کو یا بھائی کو کس طرح اس سے کام لیا جاتا ہے، اس نے اس کی نقل کی اور اپنے کپڑوں میں آگ لگا لی، جب گھر گئے تو معلوم ہوا کہ (خدانخواستہ) یہ واقعہ پیش آیا، اتنے دور کے احتمالات کی وجہ سے وہ بی بی وہاں اس طرح بے چین نظر آتی تھیں کہ جیسے کوئی آدمی دہکتے ہوئے گرم پتھر پر کھڑا ہو، یا کوئی کانٹوں پر بیٹھا ہوا ہو۔

کیا دین کے منافی ماحول میں دین و ایمان سے محروم ہو جانے کے احتمالات جانی خطرات کے احتمالات سے زیادہ قوی نہیں، جو اس چاہنے والی ماں کے دل میں

www.abulhasanalinadwi.org

پیدا ہوئے ؟ ہمارے بچے جو پڑھ رہے ہیں، جن کو آپ نے ایک دن نہیں بتایا کہ توحید کیا ہے ؟ آپ نے کوئی انتظام اپنے شہر میں دینی مکاتب کا نہیں کیا، جہاں بچے پڑھ کر پھر اسکولوں میں جاتے اور اپنا ایمان بچانے کے قابل ہو جاتے، نہ گھروں میں وہ ماحول نہ محلہ اور بستی میں یہ فضا، اسکولوں کو میں کیا کہوں، میں عربی مدرسوں کا آدمی ہوں، وہاں یہ حالت ہے کہ اب جو بچے آرہے ہیں وہ بھی ایسی بنیادی باتوں سے ناواقف ہیں، جن کا ہمارے بچپن میں خیال بھی نہ ہو سکتا تھا کہ کوئی مسلمان بچہ ان سے ناواقف ہوگا۔

اس صورت حال کا نتیجہ کیا ہوگا؟ نسل کی نسل دین سے بالکل ناآشنا ہوگی، اردو پڑھ نہیں سکے گی، آج یہ حالت ہو رہی ہے کہ ایک بڑے طبیہ کالج کے جس کی ایک تاریخ ہے، ایک طالب علم سے کوئی مضمون لکھوانا تھا یا خط لکھوانا تھا، تو سوچا کہ یہ صاحب تو طب کی کتابیں پڑھتے ہیں جو عام طور پر عربی، فارسی میں ہیں، بہت نیچے اتریئے تو اردو میں ہیں، ان سے کہا آپ لکھئے وہ لکھتے رہے لوگ سمجھتے رہے کہ لکھ لیا، دیکھا تو ہندی میں تھا، ان سے کہا گیا کہ آپ یونانی طب پڑھتے ہیں اور اردو نہیں لکھ سکتے ؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں تو یہی پڑھایا گیا ہے، تو ایک ایسی نسل کے تیار ہونے کا محض اندیشہ نہیں، مشاہدے میں آرہا ہے، دین کی بنیادی چیزوں سے ناواقف، بنیادی عقائد سے ناواقف، اللہ ورسول کا ہمارے دل ودماغ میں جو عقیدہ بسا ہوا ہے، اس سے ناواقف، یہ نسل پیدا ہو گئی ہے، اور جوانی کے قریب اب پہونچ رہی ہے، شروع ہونے کا زمانہ تو گیا، آنکھوں سے دیکھا گیا ہے کہ سیرت پر تقریر کرنی ہے، اسلامیہ اسکول ہے، کالج ہے، جامعہ ہے، اور ایک مسلمان نوجوان طالب علم کو کسی نے سیرت کا مضمون دیا، وہ ہندی میں لکھ کر لایا، اور اردو میں پڑھا الفاظ تو

www.abulhasanalinadwi.org

اردو اور رسم الخط ہندی اور یہ رسم الخط تو وہ چیز ہے کہ آرنلڈ ٹوائن بی (Arnold Toynbee جو اس زمانے کا بڑا فلسفی مؤرخ (Philosopher Historian) ہے، اس نے لکھا ہے کہ اب کسی کتب خانہ کو آگ لگانے کی ضرورت نہیں، رسم الخط (Script) بدل دینا کافی ہے اس سے اس قوم کا رشتہ اپنے ماضی سے بالکل ٹوٹ جائے گا اور اس کی پوری تہذیب اس کے لئے بے معنی ہو کر رہ جائے گی، اور پھر جس طرف چاہو لے جاؤ، جو چیز کسی ملت کو اس کے ماضی سے، اس کے مذہب سے اس کی تہذیب سے اس کے کلچر سے ملاتی ہے، وہ رسم الخط ہے، رسم الخط بدلا نسل بدل گئی، آج ہندوستان میں یہی ہو رہا ہے، فرقہ وارانہ فسادات محض ملک کو بدنام کرتے ہیں، فائدہ ان کا کچھ نہیں ہے، تعلیم کا نظام بدلنا کافی ہے آج سے ساٹھ برس پہلے اکبر مرحوم نے کہا تھا ؂

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

ایک طویل المیعاد منصوبہ بندی ہے، ذرا دیر لگے گی، تیس برس چالیس برس میں خود ایک ایسی نسل تیار ہو جائے گی جس کے نزدیک کفر و ایمان کا فرق توحید و شرک کا فرق، عقائد و مذاہب کا فرق سب بے معنی باتیں ہو جائیں گی، کچھ کرنا نہیں پڑے گا۔

مسلمان ماں باپ اس ڈر سے کہ ہمارے بچے کا کیریر خراب ہو جائے گا، اس کی مادری زبان اردو نہیں لکھاتے، اس کی دینیات کی تعلیم کا انتظام نہیں کرتے، بھلا ایمان کے ساتھ یہ بات جمع ہو سکتی ہے؟ مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ اگر کسی طریقہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے بچے کی تقدیر میں اسلام نہیں ہے یا یہ

www.abulhasanalinadwi.org

خدانخواستہ مسلمان نہیں رہے گا تو دعا کرے کہ اللہ اس کو خیر وعافیت سے اٹھا لے، یہ مسلمان کی شان ہے۔

حضرت خنساء (رضی اللہ عنہا) ایک صحابیہ اور اپنے زمانے کی ایک بڑی شاعرہ خاتون ہیں، وہ بڑا دردمند دل رکھتی ہیں، انہوں نے ساری عمر اپنے دو بھائیوں کے مرثیے کہے جوان کو داغ مفارقت دے گئے تھے، کہا جاسکتا ہے کہ کسی زبان میں عورت کے کہے ہوئے مرثیوں کا اتنا بڑا ذخیرہ نہیں جو انہوں نے بھائیوں کی یاد میں یادگار چھوڑا ہے ان کا پورا دیوان صرف بھائیوں کے مرثیے سے بھرا ہوا ہے، ایسا دردمند دل رکھنے والی خاتون ایک معرکۂ جہاد میں اپنے ایک بیٹے کو بلاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ بیٹا جاؤ، تم کو میں نے اسی دن کے لئے پالا تھا، جاؤ اللہ کے راستے میں جان دے دو، پھر دوسرے بیٹے کو بلاتی ہیں، تیسرے بیٹے کو بلاتی ہیں، اور جب سب کی شہادت کی خبر آتی ہے تو کہتی ہیں " الحمد لله الذی اکرمنی بشهادتهم "اس خدا کا شکر ہے۔ جس نے ان کی شہادت کے ذریعے میری عزت بڑھائی، یہ ایمان کی شان ہے کہ اسلام پر سب کچھ قربان۔

آج مسئلہ یہ ہے کہ اس نسل کو کیسے بچایا جائے، کیسے مسلمان رکھا جائے، سرکاری تعلیم کی اصلاح کی کوشش کے ساتھ دینی تعلیم کا کوئی متوازی نظام بھی ہونا چاہئے، اسی بنیاد پر دینی تعلیمی کونسل قائم ہوئی ہے، ہم خدا کے یہاں اس نسبت کے ساتھ اس نام کے ساتھ جانا چاہتے ہیں کہ اس کے بندوں کی آئندہ نسل کے ایمان کو کچھ بچانے کی کوشش کرنے کیلئے تھوڑی سی ہماری شرکت تھی، ہمارا نام بھی اس دفتر میں لکھا جائے اسی شوق میں ہم سب کر رہے ہیں، ورنہ ہم میں کوئی ایسا آدمی نہیں جو گھر سے فاضل اور کام سے فارغ ہو، ہم لوگ بہت مصروف لوگ

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، کم حیثیت ہیں، لیکن کم حیثیت آدمی بھی مشغول ہوتا ہے، پنساری کی دوکان، کرانہ کی دوکان بہت مصروف ہوتی ہے، اور رکشہ اور اسکوٹر چلانے والے بھی بہت مصروف ہوتے ہیں، ہم کوئی بڑے آدمی نہیں ہیں، لیکن مصروف ہیں، بہت کام ہمارے کرنے کے ہیں لیکن اس کام کو نجات کا ذریعہ، مغفرت کا وسیلہ، اور خدا کے یہاں سرخروئی کا بہانہ سمجھ کر انجام دے رہیں، آپ بھی آیئے اور ہمارا ہاتھ بٹایئے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

☆☆☆☆

☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

ذاتی تعلق، ذاتی محنت
اور
جذبۂ خدا طلبی

۲۵؍رجب ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۰؍نومبر ۱۹۶۵ء بعد نماز ظہر جمالیہ ہال میں طلبائے دارالعلوم کی طرف سے فارغ ہونے والے طلبہ کے اعزاز میں الوداعی جلسہ منعقد ہوا، جس میں جانے والے طلبہ نے اپنے تأثرات پیش کئے، آخر میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر طور پر چند کلمات ارشاد فرمائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذاتی تعلق، ذاتی محنت

اور

جذبۂ خدا طلبی۔

عزیز طلباء!

قدیم رسم

مشرقی تہذیب میں بہت قدیم زمانہ سے یہ رسم چلی آرہی ہےکہ جب کوئی شخص کسی دور دراز سفر پر روانہ ہوتا ہے، یا ایک دوسرے سے جدا ہوتا ہے، تو اس وقت اپنے کسی بڑے مخلص یا تجربہ کار سے کچھ نصیحتیں اور کچھ وصیتیں سننا چاہتا ہے، جو اس نے اپنے زندگی کے تجربات سے حاصل کی ہیں، اس لحاظ سے اس وقت آپ کی یہ خواہش درست اور صحیح ہے، میں ہوتا یا میری جگہ پر کوئی اور شخص اور وہ آپ کو

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، جہاں آپ کو اس تعلق کی ضرورت نہ ہوگی، اگرچہ یہ بات بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔

ذاتی محنت

دوسری بات جو آپ سے کہنی ہے، وہ یہ ہے کہ آپ تاریخ کی شخصیتوں میں سے جس کا بھی نام لیں، جب آپ اس کی سیرت کا مطالعہ کریں گے، اس کی زندگی کی تہ تک جانے کی کوشش کریں گے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس کی شخصیت کو بنانے اور سنوارنے والی سب سے اہم اور بنیادی چیز اس کی ذاتی محنت، اس کی فکر و لگن، مقصد کی دھن اور اس کی تڑپ تھی، اس کے بغیر اگر اساتذہ چاہیں یا عظیم الشان ادارے اس کے لئے کوشش کریں، کسی کے بس میں کچھ نہیں ہے، جو بھی بنا ہے، وہ اپنی ذاتی محنت اور جدوجہد سے بنا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ کے توفیق اور اساتذہ کی رہنمائی بھی ضروری ہے، لیکن اگر اللہ کی توفیق شامل حال ہے تو پھر اپنی ذاتی محنت سے انسان اپنے آپ کو سب کچھ بنا سکتا ہے۔

جذبۂ خدا طلبی

تیسری بات جو آپ سے کہنی ہے، وہ یہ ہے کہ انسان کو ہر وقت اس چیز کی فکر کرنی چاہئے، جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے، اور جو چیز اس کو حقیقت میں کام آنے والی ہے، وہ آخرت کی فکر، خدا کی مرضی اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا شوق اور جذبہ ہے، اگر انسان کے اندر یہ چیز نہیں ہے تو خواہ وہ بڑے سے بڑا ادیب ہو، بہت بڑا مقرر و خطیب ہو، یا بہت بڑا مفسر و فقیہ ہو، اس دولت سے محروم ہی رہے گا، یہ ممکن ہے تھوڑی دیر کے لئے کچھ واہ واہ اور کچھ ناموری اور کچھ داد و تحسین حاصل کر لے مگر آگے اس کا کچھ حصہ نہیں، حقیقت میں جو چیز کام آنے

www.abulhasanalinadwi.org

والی ہے، وہ خشیت الٰہی ہے، وہ آخرت کی فکر ہے وہ اللہ کی مرضی کی تلاش ہے، ایک مرتبہ مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ نے ایک طالب علم سے پوچھا، تم کیا پڑھتے ہو؟

عرض کیا۔ "قاضی مبارک"

ارشاد ہوا۔ "استغفر اللہ" نعوذ باللہ! قاضی مبارک پڑھتے ہو اس سے حاصل؟

ہم نے فرض کیا کہ تم منطق پڑھ کر قاضی مبارک کے مثل ہو گئے پھر کیا...... ؟ قاضی مبارک کی قبر پر جاکر دیکھو کیا حال ہے، اور ایک بے علم کی قبر پر جاؤ جس کو خدا سے نسبت تھی اس پر کیسے انوار و برکات ہیں۔

میں نے مانا کہ آپ بڑے ادیب و انشا پرداز بن جائیں (اگر چہ میں اس کا پر زور داعی ہوں اور میں نے اس سے بہت کام لیا ہے) لیکن یہ سب چیزیں اسی وقت کام آسکتی ہیں، جب ان سے مطلوب رضائے الٰہی ہو۔

لہٰذا میرے عزیزو! ہر چیز پر اس کو مقدم رکھیں اور اسی کو اپنا مقصد حیات بنائیں۔

(۲۲ / نومبر ۶۵ء کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ ثانویہ کے انعامی جلسہ میں بچوں کو جو نصیحت کی وہ بھی مختصراً درج ذیل ہے......!)

میرے عزیزو! آج تم کو دیکھ کر بڑی خوشی ہو رہی ہے، ایسی ہی جیسے کسی خاندان کے بڑے یا بزرگ کو اپنے چھوٹے بچوں کو دیکھ کر خوشی ہوتی ہے، میں تم کو مبارک باد دیتا ہوں، اور سب سے بڑی مبارک باد اس پر کہ تم نے محنت کر کے انعامات کا استحقاق پیدا کیا اور تمہارے اساتذہ اور تمارے ہیڈ ماسٹر صاحب نے تم کو

اس کا اہل سمجھا، ان انعامات کی قیمت بازار میں کچھ زیادہ نہیں ہے جو تم کو کتابوں اور دوسری چیزوں کی صورت میں ملے ہیں، بلکہ اس لحاظ سے انعامات بہت قیمتی ہیں کہ اس وقت جب کے تمہارے اساتذہ موجود ہیں یہ کہہ کر دئے جارہے ہیں کہ ہمارے ان بچوں نے مختلف چیزوں میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔

آج مجھے افسوس ہوتا ہے کہ جو چیزیں ہم نے اپنے بچپن میں بطور انعام حاصل کیں وہ بچپن کی بے خیالی میں ضائع ہوگئیں، اب میں تم کو نصیحت بلکہ وصیت کرتا ہوں کہ ان کو بہت اچھی طرح اور حفاظت سے رکھنا، آج میں نے تمہاری تقریریں سنیں اور تمہاری تقریریں ریکارڈ کی گئی ہیں، یہ تقریریں تمہاری عمر اور تمہاری استعداد کے لحاظ سے بڑی غنیمت اور بہت اچھی ہیں، اور ایک اچھے مستقبل کی پیشن گوئی کرتی ہیں، مگر جی یہ چاہتا ہے کہ یہ تقریریں اور زیادہ بے تکلف اور سادہ ہوں، کیونکہ اچھی تقریر وہی ہوتی ہے، جو زیادہ سے زیادہ سادہ اور بے تکلف ہوں، یقیناً تمہاری تقریریں قابل مبارک باد ہیں، مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تمہارے اساتذہ اپنے مقصد میں بہت حد تک کامیاب ہیں، اب چند باتیں تم سے کہنا چاہتا ہوں جو تمہارے کرنے کی ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ انسان جو کچھ بچپن میں سوچتا ہے بعینہ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی موقع پر پورا کردیتا ہے، لہٰذا جو خیال کرو یا جو آرزو تمنا کرو بہت سوچ سمجھ کر کرو، ایسا نہ ہو کہ بعد مین تمہیں افسوس کرنا پڑے، یہ بڑے تجربہ کی بات ہے بچپن کا خیال حقیقت بن کر سامنے آتا ہے، ابھی سے تم یہ ارادہ کرو کہ تم اسلام کا نام روشن کروگے، اللہ کا پیغام پہنچاؤ گے، اسلام کے سچے اور مخلص داعی بنو گے، ایسا نہ سوچو جیسے بعض بچے سوچتے ہیں کہ ہم ٹی ٹی آئی (T.T.I) بنیں گے اور مفت سفر

www.abulhasanalinadwi.org

کیا کریں گے، یا ہم تھانیدار یا اسی طرح کی اور بہت سی باتیں، یہ باتیں بری نہیں ہیں، بلکہ تم کو اس سے بھی اونچا سوچنا چاہئے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم ٹی ٹی آئی کے بجائے گارڈ بننے کے لئے سوچنے لگو یا تھانیدار کے بجائے ایس پی (S.P.) بلکہ اللہ تعالیٰ کو بچپن کی معصومیت اتنی پسند ہے کہ اس وقت بچہ جو سوچتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرتا ہے، تم اونچے سے اونچا ارادہ کرو اور اچھی سے اچھی آرزو کرو کہ اللہ نے جو پیغمبروں سے کام لیا وہ ہم کریں گے، اللہ کے ولی اور دوست بنیں گے، ہم بہت بڑے عالم و فاضل بنیں گے اور اللہ کے بندوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائیں گے، دیکھو انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ سب کچھ بن سکتا ہے، فرشتہ بلکہ فرشتہ سے بھی بڑھ سکتا ہے، اس لئے کہ انسان میں بہت سی وہ صلاحیتیں ہیں جو فرشتوں میں نہیں ہیں، جب معاملہ یہ ہے کہ آدمی بہت کچھ بن سکتا ہے، اور بہت بڑا بن سکتا ہے تو تم چھوٹی اور گری پڑی آرزوئیں کیوں کرو، تم ہمیشہ یہ آرزو کرو کہ اللہ ہمیں اپنے دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور تم سے وہ کام لے جس کی زمانہ کو ضرورت ہے، ہماری آرزو اور ہماری تمنا اور خواہش تم سے یہی ہے۔

☆☆☆☆

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

(اقبال مرحوم)

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

اصلاح واستفادہ سے کوئی مستغنی نہیں

یہ تقریر مصلح الامت حضرت
مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی وفات کے بعد ان ہی کی خانقاہ الٰہ آباد
میں کی گئی۔جو نومبر ۱۹۷۶ء میں
"معرفت حق نما" اور اپریل
۱۹۹۹ء میں "تعمیر حیات" میں
افادہ اور استفادہ کے لئے شائع کی گئی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصلاح واستفادہ سے کوئی مستغنی نہیں

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمین وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ علیٰ سیّد المُرسَلِین مُحمّدِ بنِ عَبدِ اللہِ الامین وَمَن تَبعھم باحسانٍ اِلی یوم الدّین.

حضرات! جن لوگوں کو کسی مدرسہ میں پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے یا وہ کسی بزرگ کی خدمت میں استفادہ اور تربیت کے لئے حاضر ہوئے ہیں ان کو اس کا بخوبی اندازہ ہوگا کہ زمانہ خواہ کتنا ہی گذر جائے اس طالب علم کے لئے اپنے مدرسہ میں کھڑے ہو کر کچھ بیان کرنا یا اس جگہ جہاں وہ استفادہ کے لئے حاضر ہوا کرتا تھا۔ کچھ عرض کرنا کتنا مشکل کام ہے۔

میری مثال بالکل ایسی ہی ہے اس لئے کہ میں ہمیشہ اپنے بزرگوں کی خدمت میں اور خصوصاً اس آخری دور میں حضرت مولانا (شاہ وصی اللہ صاحبؒ) کی خدمت میں محض اس لئے آتا تھا کہ کوئی ایسی بات سننے میں آئے جس سے دل میں کچھ کیفیت پیدا ہو، یقین میں اضافہ ہو اور ایمانی حلاوت نصیب ہو۔ اور رسم وصورت میں حقیقت پیدا ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو لوگ کچھ لکھ پڑھ جاتے ہیں یا ان کو کچھ تصنیف و تالیف کا اتفاق ہوتا ہے اور انکی طرف کچھ نگاہیں اٹھنے لگتی ہیں کہ ہم بھی کچھ جانتے بوجھتے ہیں تو پھر اب ان کو کچھ سننے کی اور کہیں جانے کی اور کسی سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت نہیں، تو ان کا یہ خیال بالکل صحیح نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی دور میں بھی اور کسی عمر میں بھی، گمنامی اور شہرت کی حالت میں بھی استفادہ سے بلکہ اصلاح سے مستغنی نہیں ہوتا، ہمہ شما کا تو خیر ذکر کیا ہے جن کو حضور ﷺ جیسی صحبت حاصل تھی، جس کو کیمیا اثر کہنا بھی حقیقت میں اس کی کچھ تعریف نہ ہوگی۔ بس یوں سمجھئے کہ ایسی پاک صحبت جس کے بعد کسی صحبت کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اور کوئی صحبت اس سے بڑھ کر موثر نہیں ہو سکتی، مگر پھر بھی صحابہ کرامؓ کو آپ کے بعد ہمیشہ اس بات کی فکر و طلب رہتی تھی کہ اپنے ایمان میں اضافہ کریں اور ہمارے قلوب میں وہی سوز و گداز اور وہی کیفیات پیدا ہوں جو صحبت نبویؐ میں حاصل ہوا کرتی تھیں یا کم از کم اس کا اثر یا عکس ہی نصیب ہو جائے، چنانچہ بخاری شریف میں ایک جلیل القدر صحابی کا یہ قول۔ امام بخاری نے نقل کیا ہے اجلس بنا نؤمن ساعة. آؤ! بھائی تھوڑی دیر بیٹھ کر ذرا ایمان کی باتیں کر لیں۔ اور ایمان کا مزہ اٹھالیں۔ ایمان کے جھونکے آئیں اور ہم اس سے لطف اندوز ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو بعد والے کیونکر اس سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے اور جن لوگوں کو تجربہ ہے وہ جانتے ہیں کہ کہنے سننے سے آدمی کے قلب میں ضرور ایک بے کیفی سی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس میں کہنا سننے سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ سننے سے اتنی بے کیفی قلب میں نہیں پیدا ہوتی ہے۔ جتنی کہنے سے ہوتی ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو اس

www.abulhasanalinadwi.org

کی زیادہ ضرورت ہے کہ وہ کبھی سامع ہوں قائل نہ ہوں اور کبھی صرف مستفید ہوں مفید نہ ہوں اور کبھی مخاطب ہوں مخاطِب نہ ہوں اور ہمہ تن گوش ہو کر کسی اللہ والے کی باتیں سنیں تاکہ قلب میں ایسا کیف پیدا ہو، جس سے قلب کی زندگی ہے۔

غرض جن لوگوں کو ذرا بھی تجربہ ہے اور ان کے قلوب مردہ نہیں ہو چکے ہیں وہ خود جانتے ہیں کہ ان کو دوسروں سے ہزار درجہ زیادہ اپنے ایمان کو تازہ کرنے کی ضرورت ہے اور اللہ والوں کی بات ادب و تعظیم کے ساتھ سننے کی ضرورت ہے اگر وہ سمجھیں کہ ہم مستغنی ہیں یا ہم بھرے ہوئے ہیں۔ تو ان سے زیادہ محروم و بد قسمت کوئی نہیں، بزرگانِ دین نے اس کی ایسی مثال بیان فرمائی ہے کہ اگر کوئی فقیر اس طرح صدا لگائے کہ یوں تو میرے پاس سب کچھ ہے ہمارا کشکول بھی بھرا ہوا ہے پھر بھی صدا لگاتا ہوں تو بڑے سے بڑے سخی کے اندر بھی سخاوت کا جذبہ نہیں پیدا ہوگا۔ اس کے لئے تو اسباب کی ضرورت ہے کہ اپنے کو محتاج ظاہر کیا جائے۔ یہی حال اب یہاں بھی ہونا چاہئے (یعنی اللہ والوں کے یہاں) ان حضرات کے یہاں اس طرح سے حاضر ہونا چاہئے کہ ہم بالکل خالی ہیں، مفلس و محتاج بن کر آپ کی خدمت میں کچھ لینے کے لئے آئے ہیں ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیلِ ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

واقعہ یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد مجھے اس کی ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ میں ایسے حضرات کی خدمت میں حاضری دوں۔ اور پھر ایسے

www.abulhasanalinadwi.org

دور میں اور ہمارے جوار میں حضرت مولانا وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ شفقت کرنے والا میری نظر میں کوئی نہیں تھا۔ اور مناسبت کی بات تو بالکل غیر اختیاری ہے اس کے لئے کوئی معلوم اور متعین اصول نہیں ہیں، کیوں ہوتی ہے ؟ کب ہوتی ہے ؟ کیسے ہوتی ہے ؟ اس کے اصول تو کسی بڑے سے بڑے حکیم نے بھی نہیں بتائے تو مناسبت منجانب اللہ ایک چیز ہے، بہر حال حضرت کی صحبت سے مجھے فائدہ ہوتا تھا۔ حضرت کی شفقتوں سے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں وہ تو ہمارے دوستوں کو اور یہاں کے حاضر باش بزرگوں کو یاد ہوں گی، باقی سب سے بڑا فائدہ یہاں کی حاضری میں مجھے یہ ہوتا تھا (جس کی شاید آپ حضرات توقع نہ کریں گے) وہ یہ کہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم یہاں بالکل عامی ہیں اور گنوار ہیں، ہمیں ان چیزوں کی ہوا بھی نہیں لگی۔ اور یہ کہ دین کی حقیقت ان ہی حضرات کے یہاں آکر معلوم ہوتی۔ اگر کوئی اور فائدہ نہ ہوتا سوائے اس اصولی اور کلی فائدہ کے تو سب سے بڑا فائدہ یہی تھا کہ کہیں تو آدمی کو یہ معلوم ہو کہ وہ کچھ نہیں جانتا۔ کہیں تو آدمی کو معلوم ہو کہ وہ محتاج ہے۔ تو سب سے بڑی چوٹ جو یہاں آکر دماغ پر لگی۔ وہ یہ کہ ہم تو بالکل عامی اور جاہل ہیں ہمیں تو صرف نقوش آتے ہیں باقی دین کی حقیقت سے ہم بہت دور نظر آتے ہیں اسی کو علامہ اقبالؔ نے کسی کے متعلق کہا ہے ؎

سرِّ دیں ما را خبر اُو را نظر

اُو درون خانہ ما بیرونِ در

یعنی ہمارے لئے دین کی حقیقت سنی سنائی چیز ہے اور ان کے لئے جانچی پرکھی دیکھی بھالی اور چکھی ہوئی چیز ہے، وہ گھر کے اندر ہیں اور ہم گھر سے

www.abulhasanalinadwi.org

باہر، غرض بزرگانِ دین کے یہاں جاکر آدمی کی سمجھ میں یہ بات آجاتی ہے خاص کر پڑھے لکھے لوگوں کی سمجھ میں کہ ہمیں اپنی صورت میں حقیقت پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور اپنے قالب میں روح پیدا کرنے کی حاجت ہے، یہ سب سے بڑا فائدہ ہے۔

مجھے یاد ہے کہ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ رحمۃ اللہ علیہ نے جب حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کیا تو ان کے بہت سے عالی معتقدین کو ناگوار ہوا۔ اور سید صاحبؒ سے احتجاج کیا کہ ہماری جماعت کی ایک طرح کی سبکی ہوئی کہ ہم نے تو آپ کو بڑا بنایا تھا۔ گویا آپ شیخ الکل تھے اور ہر چیز میں آپ امام کا درجہ رکھتے تھے۔ اور آپ نے دوسرے کا دامن پکڑ لیا۔ تو اس سے ہماری خفت ہوئی، اس پر ایک دن سیّد صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ عجیب لوگ ہیں ایک طرف تو میرے معتقد بنتے ہیں دوسری طرف مجھ ہی پر اعتماد نہیں کرتے یعنی میں اپنا فائدہ سمجھ کر وہاں گیا تو ان کو اس سے اختلاف ہے گویا میرے استاذ بن کر مجھے مشورہ دیتے ہیں کہ آپ کہاں چلے گئے ؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ میں ان سے پوچھ کر وہاں جاتا، میں تو اپنا فائدہ اس میں دیکھتا ہوں اور آپ کی خاطر وہاں نہ جاؤں، گویا اس دولت سے میں محروم رہوں۔

ان حضرات کے یہاں جو باتیں ملتی ہیں وہ صرف نکتے اور موشگافیاں نہیں ہیں وہ تو ذہانت کا نتیجہ ہیں، در حقیقت ذہانت کے چار درجے ہیں اور جو ذہانت کا آخری درجہ ہے وہ روح کی ذہانت ہے۔ یہ روح کی ذہانت ایسی لطیف ہے کہ اس کا بیان الفاظ میں مشکل ہے جہاں سرحدیں ختم ہوتی ہیں دماغ کی ذہانت کی (جس سے پہلے زبان کی ذہانت کا درجہ تھا) وہاں سے قلب کی ذہانت شروع ہوتی ہے۔ اور جہاں

www.abulhasanalinadwi.org

قلب کی ذہانت کی سرحد ختم ہوتی ہے وہاں سے روح کی ذہانت کی سرحد شروع ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ان مخلص اور مقبول بندوں کو حاصل ہوتی ہے جن سے اللہ تعالیٰ تربیت کا کام لیتے ہیں، اس میں سامنے ہونا نہ ہونا، مسافت کا قرب وبعد، معرفت وعدم معرفت سب برابر ہے، کوئی چیز اس کے لئے شرط نہیں ان حضرات کی روح اتنی براق، اتنی سریع الادراک ہوتی ہے۔ کہ بلا کسی شرط کے خیر وشر کی تمیز ان کو حاصل ہو جاتی ہے، خصوصی طور پر ان حضرات کے یہاں جو چیز مجھے محسوس ہوتی ہے وہ یہی ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بہت بڑا فضل ہے کہ بغیر کسی وجہ کے جس کی وجہ مجھے خود نہیں معلوم۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے بندوں کے پاس مجھے پہونچادیا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہم نے روح کی ذہانت کے کھلے نمونے دیکھے اور پھر حضرت (شاہ وصی اللہ صاحب) رحمۃ اللہ علیہ میں، میں نے ان دونوں بزرگوں میں بہت زیادہ مشابہت دیکھی اگر چہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بزرگوں سے الگ الگ کام لیا۔ ذوق بھی دونوں کا الگ الگ تھا لیکن بہت سی چیزوں میں مشارکت تھی۔ خصوصاً قلب کی ذہانت اور روح کی ذہانت میں۔

بہر کیف میں ان حضرات کے یہاں اس لئے آیا کرتا تھا کہ کبھی تو اس پُر رعونت اور فریب خوردہ کو یہ محسوس ہو کہ وہ کچھ نہیں ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر آدمی کے لئے کوئی چیز خطرناک نہیں ہے کہ اس کو کبھی یہ محسوس نہ ہو کہ کوئی کوچہ ایسا بھی ہے کہ جس سے وہ واقف نہیں اور خاص طور سے دین کے متعلق اگر یہ ذہن میں آجائے کہ مجھے سب کچھ معلوم ہے اور اب مجھے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ تو اس سے زیادہ خطرناک کوئی چیز نہیں ہے۔ ایسا آدمی جو بھی دعویٰ

www.abulhasanalinadwi.org

کردے بعید نہیں ہے۔ اور اسی طرح کے لوگوں نے دعویٰ کیا بھی ہے۔ ان لوگوں نے دعویٰ نہیں کیا جو پہاڑ کے نیچے کھڑے تھے کہ جب سر اٹھاتے تو دیکھتے کہ آسمان بھی بہت اونچا ہے۔ بلکہ جو لوگ سمجھے کہ ہم پہاڑ کی چوٹی پر پہونچ گئے ہیں انہوں نے دعویٰ کیا ہے، انسان کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز محافظ نہیں۔ اور اس پر یہ بڑا فضل ہے کہ اس کو یہ معلوم ہو کہ دین کی ایسی جگہیں بھی ہیں جہاں جا کر دین کی وہ باتیں سننے یا دیکھنے میں آسکتی ہیں جس سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ ہمارا میدان نہیں اور یہاں ہمارا گذر نہیں۔

کوئی شخص اگر ایسا ہو کہ بولنے پر آئے تو بولتا جائے، اور لکھنے پر آجائے تو لکھتا جائے اور دنیا بھر کے لوگ مل کر اس کی تعریف کرنے لگیں تو اس سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ "سرِ دین" جس کو علامہ اقبالؔ نے کہا ہے اس کو کرنے کی ضرورت ہے اور وہ اللہ کے ان خاص بندوں ہی کے پاس ہوتا ہے، یہی چیز تھی جس کی وجہ سے حضرت ملا نظام الدین بانی درس نظامیہ نے سید عبدالرزاق بانسویؒ کا دامن پکڑا جو بالکل ہمارے بارہ بنکی اور لکھنؤ کے دیہات کی بولی بولتے تھے جیسے آوت ہے، جاوت ہے۔ (یعنی آتا ہے جاتا ہے) یہ تو ان کی زبان تھی مگر ملا نظام الدینؒ کا حال یہ ہے کہ مناقب رزّاقیہ میں دیکھتے چلے جایئے تو معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو ان کے سامنے بالکل ہیچ سمجھ رہے ہیں، اور آپ ہر دور میں اس کی مثال دیکھیں گے تیرھویں صدی میں مولانا عبدالحی صاحبؒ جن کو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ خود شیخ الاسلام کا لقب دیتے ہیں اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ جن کو شاہ صاحب "حجۃ الاسلام" کے لقب سے یاد کرتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام مولانا عبدالحی اور حجۃ الاسلام مولانا اسماعیل شہید، اگرچہ یہ دونوں میرے

www.abulhasanalinadwi.org

عزیز ہیں، اور مجھ سے چھوٹے ہیں۔ مگر اظہار حق واجب ہے اس لئے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو وہ مقام عنایت فرمایا ہے کہ جو کمتر کسی کو حاصل ہے، نیز فرماتے ہیں کہ ان کو مجھ سے کم نہ سمجھو۔ تو ان لوگوں کو دیکھئے کہ سید احمد شہیدؒ سے رجوع ہوئے جو کہ امی تو نہیں تھے مگر محض فارسی داں تھے اور ان کا یہ حال تھا کہ مشکوٰۃ کا مطالعہ کرتے تھے اور جو کوئی پاس سے گذرتا اس سے پوچھتے، ارے بھائی! اس لفظ کے کیا معنیٰ ہیں ذرا بتاتے جائیے۔ ان کا یہ علم تھا اور مولانا عبدالحیؒ سے تو انہوں نے پڑھا بھی تھا اس کے باوجود ان دونوں حضرات نے سید صاحب کی رکاب جو تھامی ہے تو مرتے دم تک نہیں چھوڑی، جب کوئی پوچھتا کہ آپ لوگوں نے سید صاحبؒ میں کیا بات دیکھی جس کی وجہ سے ان کی طرف رجوع کیا؟ حالانکہ وہ علم میں بھی آپ کے مقابل میں کوئی مقام نہیں رکھتے، تو فرماتے، بھائی ہم کو نماز پڑھنی بھی نہ آتی تھی انہوں نے نماز پڑھنا سکھایا، روزہ رکھنا نہ آتا تھا، انہوں نے روزہ رکھنا سکھایا۔ نیز فرمایا کہ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جیسی اور بہت سی چیزیں ہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی جگہ ایسی ہو جہاں پڑھے لکھوں کو بھی جا کر معلوم ہو کہ میں کچھ نہیں ہوں اگر خدانخواستہ ایسی جگہیں ختم ہو گئیں اور ایسے اللہ کے بندے نہ رہے۔ اگر صرف مدعیان علم رہ گئے اور ہم جیسے لوگ رہ گئے جن کے متعلق لوگ معلوم نہیں کیا کیا سمجھتے ہیں تو یہ بڑے خطرے کی بات ہے"۔

عالم نشود ویراں تا میکدہ آباد است

اللہ کا بہت بڑا فضل ہے کہ کچھ ایسے حضرات موجود ہیں جہاں نہ کسی خوش بیانی کی ضرورت ہے اور نہ کسی بڑے وسیع مطالعہ کی حاجت، یہ سب چیزیں تو ہر جگہ موجود ہیں۔

میں تو کہا بھی کرتا ہوں اور اس میں تنہا نہیں ہوں کہ آجکل کے علماء کے وعظ میں میرا جی نہیں لگتا۔ جلسے کی تحقیر اور علماء کی تنقیص نہیں کرتا اور اس کے فائدہ کا بھی انکار نہیں، لیکن خدا جانے کیا بات ہے اس کو بیماری ہی سمجھ لیجئے کہ میرا جی نہیں لگتا، ہمارا جی تو بس ایسے وعظ میں لگتا ہے جس میں خالص اللہ اور اس کے رسول کی بات پُرانے انداز سے کہی جائے اور جنت اور دوزخ کا تذکرہ کیا جائے، چنانچہ جب یہ حضرات تقریر کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ یہ کتابی علم ہے نہ کتابوں کی باتیں ہیں، بلکہ یہ علمی باتیں ہیں، سیدھی سادی دین کی باتیں اور ایسے انداز سے کہی جاتی ہیں کہ ہم کو بھی اس سے فائدہ ہوتا ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی ہم جب آتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ فرمارہے ہیں وہ حقیقت ہے اور ان کے یہاں لُب لُباب ہے، یہ نہیں کہ ایک چیز کو خوب پھیلا کر بیان کیا جارہا ہے۔ یہ چیز تو ہم کو دوسری جگہ نہیں ملتی۔ ہمارے یہاں کتب خانے ہیں اور دوسرے ذرائع ہیں جن سے ہم کسی بھی مضمون کو پھیلا سکتے ہیں، لیکن ان حضرات کے یہاں جو حقائق ہیں ان کی نوعیت ہی کچھ اور ہے۔

مولانا جامی صاحب نے ایک عالم کا جو مکالمہ سنایا کہ میں اور جگہوں پر گیا وہاں یہ چیز محسوس نہ ہوئی جو حضرتؒ کی خدمت میں آکر محسوس ہوئی۔ اس کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ بزرگوں کے یہاں کوئی بنیادیں، کوئی نیا علم کوئی نئی تحقیق، کوئی نیا انکشاف نہیں ہے۔ اس بارے میں بھی لوگ بہت غلط فہمی میں ہیں معلوم نہیں کیا سمجھتے ہیں کہ بزرگانِ دین کے یہاں جاکر کیسے کیسے دین کے اسرار و نکات اور عجیب عجیب تحقیقات سننے میں آئیں گی۔ تو یہ بھی ہوتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

چنانچہ محی الدین ابن عربیؒ کے یہاں مجدد الف ثانی اور شیخ مخدوم یحیٰ بہاریؒ کے یہاں تو ایسے ایسے نکات ہیں کہ بڑے بڑے فلسفی ان کے سننے کے بعد کان پکڑ لیں اور سمجھیں کہ ہمیں تو علم کی ہوا بھی نہیں لگی۔ لیکن ان حضرات کے یہاں سے جو چیز لینے کی ہے وہ یہ کہ صورت اور رسم میں حقیقت پیدا کی جائے۔ اور میں تو سمجھتا ہوں کہ یہی خلاصہ بھی ہے تصوف کا، جس کا مطلب گویا بس اس کے سوا کچھ نہیں کہ نماز تو پڑھتے ہیں، صحیح نماز پڑھنے لگیں اور دین کے سارے شعبوں میں حقیقت نہیں تھی۔ نیت صحیح نہیں تھی۔ اخلاص صحیح نہیں تھا۔ رخ صحیح نہیں تھا، حقیقت پیدا ہو جائے اور نیت درست ہو جائے اور اللہ کی رضا کے لئے ہم اس کو کرنے لگیں۔ اور شریعت کے احکام کی تلاش اور ان کا اہتمام پیدا ہو جائے، نیز ان کا ادب واحترام پیدا ہو جائے، احکام شرعیہ کا اہتمام اور انتظام یہ دونوں ہی چیزیں ضروری ہیں، بس یہ ہے کہ تل اوٹ پہاڑ جس کے بارے میں لوگ سمجھتے ہیں کہ تصوف پتہ نہیں کیا چیز ہے اور تصوف کی حقیقت جو میں بیان کر رہا ہوں اس میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔

حضرت مولانا کی تصنیف "نسبتِ صوفیہ" اس سلسلہ کی بہترین چیز ہے۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا پھر کہہ رہا ہوں کہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ دوسری زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ کیا جائے اور علماء خاص طور پر اسکو پڑھیں، کیونکہ تصوف کی اصلاح نے ہی اس پر پردہ ڈال دیا ہے۔ لہٰذا بجائے تصوف کے جیسا کہ حضرت مولاناؒ کا معمول تھا۔ اس کو "نسبت احسان" یا حقیقت سے تعبیر کیا جائے اگر سب حضرات مل کر اس بات کو قبول کر لیں اور گو یہ کام مشکل ہے لیکن اگر ہو جائے تو کیا خوب ہے کہ منکرین تصوف سے ہمارا آدھا اختلاف تو اسی سے ختم ہو جائے گا۔

www.abulhasanalinadwi.org

نیز فرمایا کہ تصوف کا لب لباب اور خلاصہ یہی ہے کہ جو کچھ ہم صبح سے شام تک کرتے رہتے ہیں بغیر کسی نیت کے اور بغیر کسی احتساب کے وہ ہم احتساب اور نیت کے ساتھ کرنے لگیں، ہمارے اندر اصلیت پیدا ہو جائے، نیز اس کی اہمیت پیدا ہو جائے، گویا نمک ہے مگر اس میں نمکینی نہیں ہے، شکر ہے مگر اس میں مٹھاس نہیں ہے مٹھاس پیدا ہو جائے، پانی ہے مگر اس میں برودت اور تسلی دینے اور پیاس بجھانے کی صلاحیت نہیں، وہ ایسا ہو جائے کہ اس سے ہمارا حلق تر ہو رہا ہو، ہمارے جسم کا ایک ایک عضو تر ہو رہا ہو، اور ہماری زبان سے اللہ کا شکر ادا ہو، ہمارے اور پانی کے درمیان جو رشتہ ہے حقیقت میں وہ ٹوٹ گیا ہے۔ پانی بھی موجود ہے اور ہم بھی ہیں لیکن پانی سے جو فائدہ ہم کو پہنچنا چاہیئے وہ نہیں پہنچ رہا ہے، اس میں پانی کا نقص کم اور ہمارا نقص زیادہ ہے، بس یوں سمجھ لیجئے کہ ہمارے اور اس کے درمیان پل ٹوٹ گیا ہے پل تعمیر کر لیجئے تاکہ پانی اپنا کام کرنے لگے۔ اللہ کی نعمتیں بٹ رہی ہیں، اللہ کی دنیا بالکل اسی طریقے سے ہے، جیسی تھی لیکن اس سے استفادہ کے جو وسائل تھے وہ کمزور ہو گئے ہیں بقول اکبر مرحوم ؎

اللہ کی راہ اب تک ہے کھلی آثار و نشاں سب قائم ہیں
اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ پہ چلنا چھوڑ دیا

یہی حال دین کی نعمتوں کا ہے، قرآن وہی، رسول اللہ ﷺ کے ارشادات وہی، احکام شرعیہ سب وہی اور ان پر اللہ کے جو وعدے ہیں سب برحق، لیکن ہمارے اور ان کے درمیان جو رشتہ ہونا چاہیئے تھا۔ اعتقاد کا، یقین کا، بھروسے کا اور شوق کا وہ ٹوٹ چکا ہے اسی کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے، بس یہی چیز ان حضرات سے لینے کی ضرورت ہے اور اسی کے وہ امام تھے۔ ان کی تحریریں اور ان کے

www.abulhasanalinadwi.org

ملفوظات اور ارشادات اب بھی موجود ہیں اور ان میں وہی تاثیر ہے، مجھے خوب یاد ہے کہ حضرتؒ نے جو گرامی نامہ میرے نام تحریر فرمایا تھا۔ اس میں خواجہ محمد معصومؒ کی ایک عبارت بھی نقل فرمائی تھی، جس میں ففروا الی اللہ تحریر تھا۔ میں نے جب حضرتؒ کا وہ خط پڑھا تو مجھ پر کئی دن تک اس کا اثر رہا۔ خواجہ محمد معصومؒ کا مضمون بالکل ایسا معلوم ہوا کہ ایک زندہ چیز ہے اور ابھی کسی اللہ کے بندے نے لکھا ہے ایک تو حضرت خواجہ محمد معصوم کی تحریر پھر حضرتؒ کا اس کو نقل کرنا ان دونوں باتوں کے امتزاج سے اس میں اثر ہی دوسرا تھا۔

خدا کا شکر ہے "جائے بزرگاں بجائے بزرگاں" آج حضرت تو نہیں ہیں مگر حضرت کے جو معمولات تھے اور ان کی اصلاح وتربیت کا جو طریقہ تھا وہ آپ حضرات نے اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے جاری رکھا ہے اور حضرت کی یہ مقبولیت اور خصوصیت ہے ورنہ بہت سی جگہ دیکھا کہ جب وہ بزرگ اٹھ گئے تو سب چیزیں ختم ہوگئیں اور وہ جگہ خالی ہوگئی۔ سوا اس کے کہ جاکر زیارت کرلیجئے، کوئی پیغام وہاں سے نہیں ملتا اور دل کی دوا وہاں نہیں ملتی بزرگوں نے اسی موقع کے لئے یہ مصرعہ پڑھا ہے ؎

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

چنانچہ جہاں جائیے یہی نظر آتا ہے کہ جن کی دوکان تھی وہ واقعی بڑھا گئے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ یہاں کے لوگوں نے حضرتؒ کے کام کو جاری رکھا رسالے کے ذریعہ، مجلسوں کے ذریعہ، خطوط کے ذریعہ اور حضرت کے جو جو افادے کے طریقے تھے اس کے ذریعہ ان چیزوں کو باقی رکھا، بیشک دین زندہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ اس کا انتظام رہے گا کہ حقیقی دین باقی رہے۔ اور وہ

www.abulhasanalinadwi.org

زندہ انسانوں کے ذریعہ سے زندہ رہے گا۔

لہٰذا اب اس کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تحقیقات اور ملفوظات کے ساتھ ساتھ ان کے سلسلے اور ان کے خاندان اور ان کے دوستوں کو اس کی توفیق دیتا رہے کہ وہ اس کام کو جاری رکھیں اور خود ان سے بھی دوسروں کو وہی پیغام ملتا رہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے اور یہ فیض جاری رہے۔

یہ شہر تو ہمیشہ سے مرکز رہا ہے، اور یہاں کیسے کیسے اللہ کے بندے پیدا ہوئے ہیں اور آخر میں حضرتؒ نے بھی اسی جگہ کا انتخاب فرمایا اور وہ چیز زندہ ہوگئی۔ ؎

ہنوز آں ابر رحمت درفشاں است
خم وخمخانہ بہ مہر ونشاں است

الحمد للہ کہ ابھی خم وخمخانہ مہر ونشاں کے ساتھ باقی ہے، خدا کا شکر ہے کہ حضرتؒ کے بعد اتنے دن گذر جانے کے باوجود بھی الحمد للہ جگہ خالی نہیں ہے اور یہاں سے وہی پیغام ملتا ہے اور وہی بات کہی جاتی ہے۔ ؎

اللہ رکھے آباد آں ساقی ترا میخانہ

☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

اعلیٰ اخلاقی قدریں دل کے اندر کھوئی ہیں، ان کی باہر تلاش ہے،

یہ تقریر ۷ ۲/ جنوری ۱۹۵۴ء کو شب میں گورکھپور کے ٹاؤن ہال میں کی گئی، حاضرین میں شہر کے تعلیم یافتہ ہندو مسلمان حضرات تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعلیٰ اخلاقی قدریں دل کے اندر کھوئی ہیں، ان کی باہر تلاش ہے،

ایک کہانی

دوستو! بچپن میں ایک کہانی سنی تھی، ایک صاحب سڑک پر کچھ تلاش کر رہے تھے، لوگوں نے پوچھا صاحب آپ کیا تلاش کر رہے ہیں، انھوں نے کہا کہ جیب سے اشرفی گر گئی تھی، اسے تلاش کر رہا ہوں، کچھ بھلے مانس بھی ان کے ساتھ تلاش میں لگ گئے، تھوڑی دیر کے بعد کسی نے پوچھا، حضرت وہ اشرفی کہاں گری تھی، کہنے لگے گری تو گھر کے اندر تھی، مگر مشکل یہ ہے کہ گھر میں روشنی نہیں ہے، سڑک پر روشنی ہے، اس لئے یہاں تلاش کر رہا ہوں۔

انسان کی سہولت پسندی

بظاہر تو یہ ایک افسانہ یا لطیفہ معلوم ہوتا ہے، مگر واقعات کی دنیا میں دیکھیں گے تو یہی نظر آئیگا کہ جو چیز گھر میں کھوئی ہے، اس کی آج باہر تلاش

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، بڑے بڑے میدانوں میں آج یہی ہو رہا ہے، کہ گھر کی چیز باہر تلاش کی جارہی ہے، کوئی چیز کھوئی تو گئی ہے اپنے اندر، مگر تلاش اس کی باہر ہے، کیونکہ باہر روشنی ہے، آج بہت سی ایسی چیزوں کی کمیٹیوں اور جلسوں میں تلاش ہے، سکون، امن، اطمینان اندر کی چیزیں ہیں، لیکن ان کی تلاش باہر ہے، انسانیت کی قسمت اندر سے بگڑی ہے، لیکن باہر اس کو بنانے کی کوشش کی جارہی ہے، جس امن وسکون اور اطمینان قلب کی ہمیں اور آپ کو ضرورت ہے، جس محبت کی فضا، اخلاق کی فضا کی ہمیں اور آپ کو ضرورت ہے، زندگی کا جوہر اور زندگی کا قیمتی سرمایہ آج مفقود ہے، وہ سب دل کی دنیا میں کھویا ہے، لیکن وہاں اندھیرا ہے، وہاں ہماری گزر نہیں، اس لئے ہم اس کو باہر ڈھونڈتے پھرتے ہیں، ہم نے بڑا ظلم کیا کہ پہلے ہم نے دلوں میں جانے کا راستہ کھویا، اب اس کی چیزوں کو باہر تلاش کر رہے ہیں، آج دنیا کے اسٹیج پر یہی ڈرامہ کھیلا جارہا ہے، دل کی دنیا میں اندھیرا ہے، وہاں برسوں سے گھٹاٹوپ اندھیاری ہے، ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا انسانی فطرت سہولت پسند ہے، اس نے کبھی یہ زحمت برداشت نہیں کہ دل کے اندر ڈوب کر کھوئی ہوئی قیمتی چیز کو تلاش کرے، اس نے اسی کو آسان سمجھا کہ باہر روشنی میں اپنے گم شدہ مال کو تلاش کرے، آج قومیں حیران ہیں، بڑے بڑے حکیم و دانا سرگرداں ہیں، لیکن اس کا سرا نہیں ملتا کہ ہمارا لعل کھویا کہاں ہے، لوگوں نے جب دیکھا کہ دل کا دروازہ نہیں ملتا اور اس پر بس نہیں چلتا، اسکو روشن اور گرم کرنے کا کچھ سامان ہمارے پاس نہیں تو انھوں نے دماغ کی طرف توجہ کی اور انسانوں نے معلومات بڑھانا شروع کردیئے، جو بات آسان تھی وہ کرنے لگے، دماغ تک پہونچنا آسان تھا، انھوں نے دل کو چھوڑ کر دماغ کا راستہ اختیار کرلیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

آج ہر ایک اسی قافلے کا شریک ہے، جو آرہا ہے وہیں جارہا ہے، دل کے اندر پہنچنے کی کوشش نہیں، دنیا کی چول جب تک اپنی جگہ پر نہ آئے سدھار ناممکن ہے، گھر میں اندھیرا ہے تو روشنی باہر سے لانا پڑے گی، اور گھر میں کھوئی ہوئی پونجی اور من کی لٹی ہوئی دولت کو وہیں تلاش کرنا پڑے گا، اگر ایسا نہ کیا تو زندگی ختم ہو جائیگی، اور اس کا سراغ نہیں ملیگا۔

حقیقتوں سے کشتی نہیں لڑی جا سکتی

آج ضرورت تھی کہ ان حقیقتوں کو اُبھارا جاتا، انسانوں کو زندگی کا مقصد بتایا جاتا، تعلقات درست ہوتے، انسان حیوانی سطح سے بلند ہوتے، ایک دوسرے سے محبت ہوتی، ایک دوسرے کے لئے قربانی کا جذبہ ہوتا، ایک دوسرے کو بھائی کی نظر سے دیکھا جاتا، رقابت کی نظریں بند ہوتیں، اعتماد اور محبت کی نظریں پیدا ہوتیں، حقیقتیں گم ہو گئیں، سب سے بڑی حقیقت، حقیقتوں کی جان یہ تھی کہ کسی نے اس دنیا کے کارخانے کو بنایا ہے، وہ اسی کی مرضی اور ہدایات کے مطابق ٹھیک ٹھیک چل سکتا ہے، اگر اس سے لڑنے کی کوشش کی جائے گی، اور اسکی ہدایات (DIRECTION) کے مطابق کام نہیں ہوگا، تو کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا، گھڑی کی مثال لے لیجئے جو اس کا ماہر خصوصی (Specialist) ہے، اس کی ساخت سے واقف ہے، وہی اس کی کل درست کر سکتا ہے، کوئی شخص خواہ کتنا بڑا عالم وفاضل ذہین اور فلسفی ہو، لیکن گھڑی اس کی ذہانت اور علم سے درست نہیں ہو سکتی، وہ تو ماہرین فن کے چلانے سے چلے گی، یہ دنیا جس نے بنائی ہے، اسی کی ہدایت سے ٹھیک ٹھیک چلے گی، حقیقتوں سے کشتی نہیں لڑی جاسکتی، ان کے سامنے

www.abulhasanalinadwi.org

سر جھکانا ہی پڑے گا۔

انسان دنیا کا ٹرسٹی ہے

میں اس وقت آپ سے کچھ بے لاگ باتیں کہنا چاہتا ہوں، لعنت ہے ایسی زندگی پر جس میں کبھی سچی بات نہ کہی جا سکے، آج ہر آدمی فائدہ دیکھتا ہے، اور فائدے کے پیش نظر سچ یا جھوٹ بولنے میں ذرا پس و پیش نہیں کرتا، دنیا میں ایسے آدمیوں سے سُدھارنا ممکن ہے، جو دو چار ایسے آدمی دنیا میں موجود ہیں، انھیں سے دنیا قائم ہے، جو ہمیشہ سچی بات کہتے ہیں، چاہے جان جائے۔

آج دنیا کے رخ پر جو نکھار اور تابانی ہے، یہ ان حق گو پیغمبروں، اللہ کے بھیجے ہوئے انسانوں کے خون جگر کا نتیجہ ہے، جنھوں نے انسانیت کی فلاح اور قیام کے لئے اپنی زندگیاں نثار کر دیں، اور اسی طرح سے اس مقدس ورثہ اور گراں قدر متاع کے ہم وارث ہوئے، انسانیت کی نجات کا راستہ وہی درخشاں راستہ ہے، جسے ان لوگوں نے دکھایا، آج بھی جب تک ہم یہ نہ سمجھیں گے کہ دنیا ہمارے لئے ہے اور ہم خدا کے لئے ہیں، ہم اس کے متولی (Trustee) اور امین ہیں، اور خدا کے سامنے ذمہ دار اور جوابدہ ہیں انسانیت کی مشکلیں حل نہیں ہو سکتیں، یہ تھا راستہ مشکل اور کانٹوں بھرا، لیکن یہی انسانیت کا راستہ تھا، یہ ایک ذمہ داری کی بات تھی، لوگوں نے اس سے گریز کیا اور کلچر اور تہذیب کا نام لینا شروع کر دیا،

انسانیت کا مسئلہ پرانی تہذیبوں سے حل نہیں ہوسکتا

دنیا کی تمام تہذیبیں قابل احترام ہیں، خصوصاً اپنے ملک ہندوستان کی

www.abulhasanalinadwi.org

تہذیب ہمیں عزیز ہے، یہ ہماری میراث ہے، اور ہم اسکی قدر کرتے ہیں لیکن انسانیت کا صحیح ارتقاء پرانی تہذیبوں سے نہیں ہوسکتا، ان چیزوں میں اب جان نہیں رہی، ان کی صلاحیت اب ختم ہوگئی، یہ اپنا مشن (Mission) پورا کرچکیں یہ اپنا پارٹ ادا کرچکیں، ان کے بہت سے پہلو اب بھی بہت اچھے ہیں، لیکن آج انسانیت کے عروج کے لئے اور عام اخلاقی گراوٹ کو روکنے کے لئے ان میں کوئی جان نہیں، ان کے پاس کوئی پیغام نہیں، جس طرح ایک جگہ کی چیز دوسری جگہ نصب (Adiust) نہیں کی جاسکتی، دو ہزار برس کی چیز آج کے ماحول میں کام نہیں دے سکتی، عربوں کی پرانی تہذیب رومیوں اور یونانیوں کی تہذیب اپنے اپنے وقت کی زندہ اور ترقی یافتہ تہذیبیں تھیں، لیکن اب وہ اپنا نمو اور شادابی کھو چکیں، اب ان کی جگہ صرف آثار قدیمہ میں ہے۔

تہذیبیں انسانیت کا لباس ہیں، انسانیت لباس تبدیل کرتی رہی ہے

انسانیت تہذیبوں سے بالاتر ہے، یہ سب تہذیبیں مل کر بھی آدمیت کو جنم نہیں دیتیں، آدمیت تہذیبوں کو جنم دیتی ہے، آدمیت کسی زمانے اور کسی مقام سے مخصوص نہیں، تہذیبیں اس کا لباس ہیں، اور اپنا لباس بدلتی رہتی ہے اور اپنے سِین اور اپنے ذوق کے مطابق اپنے کو آراستہ کرتی رہتی ہے، اور یہ بالکل قدرتی اور ضروری ہے، جو بچہ ہے وہ بچوں کا لباس پہنے گا، جو جوان ہے، وہ جوانوں کا چولا پہنے گا بچوں کا جوان کو نہیں پہنایا جاسکتا، انسانیت کو کسی خاص دور یا کسی خاص ملک کے کلچر کا پابند نہ کیجئے، انسانیت کو بڑھنے دیجئے، انسانیت آب حیات کا چشمہ ہے، اسے

www.abulhasanalinadwi.org

ابلنے دیجئے، یہ صحرا، ریگستان اور میدانوں میں دوڑنا چاہتا ہے، اسے بڑھنے اور پھیلنے دیجئے، مذہب کے عالمگیر اور زندہ اصولوں اور اپنی ذہانت اور ذوق سے انسانیت کا ایک نیا نمونہ اور ایک نیا پیکر پیدا کیجئے، انسانیت کا اخلاق کا ایک نیا گلدستہ بنایئے، وہ تازہ اور شاداب گلدستہ ہوگا، جو پھول سوکھ گئے، مرجھا گئے ان کو گلے کا ہار بنانے پر اصرار نہ کیجئے۔

مذہب روح دیتا ہے، کلچر ایک ڈھانچہ

مذہب اور تہذیب کا راستہ الگ ہے، مذہب روح دیتا ہے، اور کلچر ایک ڈھانچہ (model) مذہب طریقہ حیات اور زندگی کا ایک ضابطہ دیتا ہے، کچھ پابندیاں عائد کرتا ہے، پھر آزاد چھوڑ دیتا ہے، مثال کے طور پر تہذیب کہتی ہے کہ سینٹھے کا قلم مقدس ہے، اور مذہب کو اس سے بحث نہیں کہ لوہے کے قلم سے لکھا جائے یا فونٹن پن سے، اس کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ جو کچھ لکھا جائے وہ سچ ہو اور اچھا، مذہب مقصدِ حیات عطا کرتا ہے، اور زندگی کو روح دیتا ہے، وہ انسانی زندگی پر کنٹرول قائم رکھتا ہے، مگر اس سے حرکت اور نشو نما کی صلاحیت نہیں چھینتا، کلچر کا احیاء انسان کی نجات نہیں، چاہے یہ کام ہندو کرے یا مسلمان یا عیسائی۔

رسم الخط یا ضمیر واخلاق

آج اس پر بڑا معرکہ برپا ہے کہ ملک کی زبان کیا ہونی چاہئے، کس رسم الخط میں لکھنا چاہئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت کے درد کا مداوا اسی میں ہے، ملک کا سدھار اسی پر موقوف ہے، دوستو! پیغمبروں کے سوچنے کا یہ طریقہ نہیں ان کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ تحریر کہاں سے شروع کی جائے، اور کہاں ختم کی جائے،

www.abulhasanalinadwi.org

دائیں سے شروع ہو کر بائیں طرف یا بائیں سے شروع ہو کر دائیں طرف، ان کو تو اس سے دلچسپی ہے کہ لکھنے والا سچا، خدا سے ڈرنے والا، امانت دار اور فرض شناس ہو، پھر وہ کسی طرح لکھے، وہ اچھا ہوگا، میں نے بنارس میں کہا تھا کہ اگر دستاویز جھوٹی ہے تو کیا دائیں سے شروع کرنے اور اردو یا فارسی میں لکھنے سے یا بائیں سے شروع کرنے اور ہندی یا انگریزی میں لکھنے سے وہ سچی ہو جائے گی؟ جھوٹی اور جعلی دستاویز کو جس طرح اور جس طرف سے لکھو گے وہ جھوٹی اور جعلی اور پاپی رہے گی، سچی دستاویز کو جس طرح اور جس طرف سے لکھو گے وہ سچی رہے گی، پیغمبر رسم الخط کے پیچھے نہیں پڑتے، وہ اس ہاتھ کو درست کرنا چاہتے ہیں، جو قلم سے کام لیتا ہے، بلکہ وہ اس دل کو درست کرنا چاہتے ہیں، جو ہاتھ کو حکم دیتا ہے۔

پیغمبر وسائل نہیں پیدا کرتے مقاصد عطا کرتے ہیں'

پیغمبروں کا کام یہ نہیں کہ اپنے اپنے زمانہ میں نئی نئی ایجادیں کریں اور آلات اور مشینیں تیار کریں، وہ اس طرح کے انسان پیدا کرتے ہیں جو ان مصنوعات اور وسائل کو صحیح مقصد کے لئے صحیح طریقے پر استعمال کر سکیں، یورپ وسائل پیدا کرتا ہے، پیغمبر مقاصد عطا کرتے ہیں، انھوں نے مشینیں نہیں ڈھالیں، آدمی ڈھالے تھے، یورپ نے مشینیں بنائیں مگر انھیں استعمال کون کرے؟ درندہ صفت انسان؟ آج ساری مصیبت یہ ہے کہ وسائل بہت ہیں، ایجادات بہت ہیں، سامان بہت ہے، مگر صحیح طریقے پر استعمال کرنے والا آدمی نایاب ہے۔

انسانیت کو غمخوار انسانوں کی ضرورت ہے

انسانیت کو آج ایمان ویقین، سچائی اور پاکیزگی محبت ومروت اور ہمدردی

www.abulhasanalinadwi.org

وغمخواری کی ضرورت ہے،اس کا مداوا تہذیب نہیں، تحریر نہیں ،اسکو ضرورت ہے، غمخوار انسانوں کی، دردمند انسانوں کی ،جو دوسروں کے لئے گھلیں اور اپنے کو مٹا کر دوسروں کو بنائیں، تحریروں اور تہذیبوں سے انسانیت نہیں پیدا ہوتی، یورپ نے ہم سے اخلاق اور روحانی اقدار (VALUES) چھین لئے ،اس معاملہ میں وہ خود خالی ہاتھ تھا، اس نے ہمیں بھی دیوالیہ بنا دیا، اس نے ہماری جھولیوں کو اخباروں سے بھر دیا، معلومات سے بھر دیا، مصنوعات سے بھر دیا، اس نے ہماری راتوں کو چراغوں سے جڑ دیا، بجلی کے قمقموں سے جگمگا دیا، ہمیں دل کی روشنی کی ضرورت ہے، اس نے دل کا چراغ گل کر دیا، مبارک تھا وہ زمانہ جب دل کی روشنی تھی، بجلی کی روشنی نہیں تھی، آپ خود سوچیں آپ سے کوئی سودا کرنا چاہے تو آپ کو کون سا زمانہ پسند ہے؟ انسانیت کا ہمدردی کا غمخواری کا زمانہ جس میں آدمیت کی قدر اور فکر تھی، یا وہ زمانہ جس میں انسانیت کا کوئی احترام نہیں، مگر اس میں پریس ہیں، بجلی کی روشنی ہے، اور برقی پنکھے ہیں، آج سکون قلب میسر نہیں، لیکن پیسہ کی افراط ہے، آج سب کچھ ہے، لیکن روحانی قدریں عنقاء ہیں، آج سب کچھ ہے، لیکن مقصد نہیں، جس کے حلق میں کانٹے پڑ رہے ہوں، پیاس سے تڑپ رہا ہو، اسے چلو بھر پانی چاہئے اس کے لئے سب کچھ کچھ نہیں، اس کے لئے اشرفیاں موجود ہوں تو کیا؟ بس تمدن میں محبت کا ذرہ نہیں، ایثار وہمدردی کا نام نہیں، جسے دیکھو غرض کا بندہ، اس تمدن کو لے کر کیا کریں۔

ہم نے دل کا راستہ کھودیا

ساری غلطی یہ ہو رہی ہے کہ صحیح دروازے سے آنے کی کوشش نہیں کی

www.abulhasanalinadwi.org

جاتی، چور دروازے سے داخل ہوتے ہیں، دل کا پھاٹک بند ہے، اور اندر جانے کا راستہ وہی تھا، دل کا راستہ ہم کھو چکے، ہم خود غرضیوں کے ساتھ وہاں نہیں پہنچ سکتے، دنیا کا بگاڑ، بیجا غرور اور خواہشات کا اقتدار اور ان سب کا دہانہ دل ہے، اس دل میں جب ایک خدا کا اقتدار نہیں، اسے اس کی بالا دستی تسلیم نہیں، یہ اپنے کو اس کے سامنے جواب دہ نہیں سمجھتا، تو پھر اس کی شکایت کیا، کسی کو پھر کیا غرض ہے کہ وہ کسی کی مدد کرے، اور دوسرے کے لئے اپنے کو خطرے میں ڈالے، آج کی دنیا میں بھائی بھائی کو تاجرانہ ذہن سے دیکھتا ہے، ہر ایک نے دوسرے کو گاہک اور فریق سمجھ لیا ہے، سب طرف لوٹ کھسوٹ (exploitation) بازار گرم ہے، فطرت انسانی مسخ ہوگئی ہے، باپ بیٹیوں سے نالاں ہیں، استاد شاگردوں سے ناخوش ہے۔

نظام تعلیم کا نقص

آج یونیورسٹیوں میں کہرام مچا ہوا ہے کہ شاگرد ادب نہیں کرتے اور استاد شفقت و ہمدردی نہیں برتتے، تمام لوگ اس سے پریشان ہیں، اور اس کی اصلاح کی طرح طرح کی کوششیں ہوتی ہیں، لیکن اس کی جڑ اور بنیاد پر غور نہیں کیا جاتا کہ تعلیمی نظام جس کا سارا ڈھانچہ مادہ پرستی ہے، آخر اس کے نتائج کیا ہو سکتے ہیں، تعلیم کا کون سا اسٹیج ہے، جہاں اخلاق اور کردار کی تعمیر کی کوشش کی جاتی ہے؟ یہ تمام بُرائیاں تو متوقع نتائج ہیں اس نظام تعلیم کے تمہارا ادب، تمہارا آرٹ، نفسانی خواہشات کو بیدار کرتا ہے، اور انسان کو موقع پرست (Opportunist) بناتا ہے، اور پھر تمہارا ماحول ایسے مواقع بہم پہنچاتا ہے، کہ خواہشات اور خود

غرضیوں کی تسکین ہو سکے، وہ تمہیں دولت مند، ساہوکار بننے کا جذبہ دیتا ہے، اس وقت ضرورت ضمیر اور ذہن بدلنے کی ہے، ان کے بدلے بغیر کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

ذہنیت کی تبدیلی کی ضرورت

آج ہمارے ملک میں کئی اصلاحی اور سماجی تحریکیں چل رہی ہیں، ہم انکی قدر کرتے ہیں، اور ہمارا بس چلے تو ہم ان کی مدد کریں، خصوصاً بھودان تحریک، لیکن زمین لینے سے پہلے دلوں میں یہ بات پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ کوئی زیادہ زمین ہی نہ رکھ سکے، لوگ خود بخود زمین دینے کو تیار ہو جائیں، ایسی ذہنیت بن جائے کہ لوگ ضرورت مندوں کو اپنی چیزیں دے کر خوشی محسوس کریں۔

ہم نے تاریخ میں یہ واقعہ پڑھا ہے کہ مکہ اور مدینہ میں پشتینی رقابت تھی، انکے کلچر اور (Social life) میں اختلاف تھا، لیکن جب مکہ سے لوگ مدینہ آنے پر مجبور ہوئے، اور انھیں اپنا سارا اثاثہ اور مال و دولت چھوڑ کر خالی ہاتھ مدینہ آنا پڑا تو جن کے پاس کچھ نہ تھا، وہ مدینہ کے مالدار کھاتے پیتے لوگوں کے بھائی بنادیئے گئے، انھوں نے اپنے ان نئے بھائیوں کو سینے سے لگایا اور جن سے کوئی خونی رشتہ نہیں تھا، ان کے سامنے اپنے گھر کی آدھی دولت لاکر رکھ دی، ادھر ان آنے والوں کے دل ایسے بنائے گئے تھے، اور ان کی ایسی تربیت کی گئی تھی کہ انھوں نے ان کو دعا دی اور ان کا شکریہ ادا کیا، اور کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں، ہمیں آپ کچھ تھوڑا سا قرض دیدیجئے اور بازار کا راستہ بتلادیجئے، ہم مکہ میں بھی تجارت کرتے تھے، یہاں بھی تجارت کریں گے، پیغمبر اسلام نے مدینہ والوں میں ایثار و ہمدردی اور قربانی کا

www.abulhasanalinadwi.org

جذبہ بیدار کیا اور مکہ والوں میں خود اعتمادی اور خودداری کا، انھوں نے گھر کی دولت آنے والوں کے قدموں پر ڈال دی اور آنے والوں نے دولت پر نگاہ نہ کی اور اپنے ہاتھ پاؤں اور اپنی محنت سے کمانے کا فیصلہ کیا۔

ہمارا سر نیچا ہو جاتا ہے، جب آج کی ہجرت پر نظر ڈالتے ہیں، نہ ایک طرف ایثار و ہمدردی ہے، نہ دوسری طرف خود اعتمادی اور خودداری۔

ہم کہتے ہیں کہ ذہنیت بدلئے، محبت پیدا کیجئے، ایسے دل پیدا کیجئے جو دوسروں کے غم میں گھلنے کی آرزو کریں، زمین کی تقسیم سے پہلے انسان کے اندر یہ آگ پیدا کرنی تھی کہ اس سے کسی کی مصیبت دیکھی نہ جائے، کمیونزم انتظام اور اسٹیٹ سے کام لیتا ہے، مذہب دل کی کیفیت ایسی بناتا ہے کہ اشرفیاں سانپ بچھو معلوم ہونے لگیں، محمد رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے وہ نماز جس کے لئے آپ کہتے ہیں کہ "میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے" جس کے لئے آپ بے چین رہتے تھے، اور بلالؓ مؤذن سے کہتے تھے کہ "اذان دے کر میری تسکین کا سامان کرو" اسی نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، لیکن اچانک گھر میں واپس جاتے ہیں، پھر واپس آکر نماز ادا کرتے ہیں، پوچھا گیا کہ آپ کو کونسا ضروری کام یاد آیا کہ نماز چھوڑ کر واپس تشریف لے گئے، فرمایا کہ تھوڑا سا سونا رکھا تھا، میں اسے غریبوں میں تقسیم کرنے کی ہدایت کر آیا۔

کوئی زبان غیر نہیں

میں مسلمانوں سے کہوں گا کہ ہمت بلند کرو، تمہارا کسی زبان سے بیر نہیں تمہیں کسی زبان سے وحشت نہیں ہونی چاہئے، تم نے فارسی کو اپنایا، تم ہندی کو

www.abulhasanalinadwi.org

کیوں نہ اپناؤ، ایسی سندر زبان جو ہمارے ملک کی زبان ہے، لیکن میں اپنے ہندو بھائیوں سے کہوں گا کہ وہ ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ انسانیت کا سدھار نہ اس زبان میں ہے نہ اس زبان میں، نہ اس کلچر میں ہے نہ اس کلچر میں، نہ اِس تہذیب میں نہ اس تہذیب میں، آپ انسان میں قربانی کا جذبہ نیکی کا جذبہ پیدا کیجئے اسے انسان بنائیے، انسانیت کا احترام سکھائیے، آج انسانیت کا ضمیر CONSCIENCE بگڑ چکا ہے۔ وہ اپنی قوم اور اپنے ملک ہی کو دیکھنے کا عادی بن چکا ہے، سفید فام کہتے ہیں کہ بحر اوقیانوس (Atlantic) سے اس طرف انسان ہی نہیں، ہر ملک کے باشندے اپنے سوا کسی کو انسان نہیں سمجھتے، ہر طرف جتھ بندی ہے، اور خود غرضی، روس کے کمیونسٹوں کے سامنے ایک طبقہ کا مفاد ہے، امریکہ کے سرمایہ داروں (Capitalist) کے سامنے دوسرے طبقے کا مفاد، ایک کو سرمایہ دار نظر نہیں آتا، ایک کو کاشتکار، ایک کے نزدیک دنیا میں مزدور ہیں، دوسرے کے نزدیک کاشتکار ہی کاشتکار، تیسرے کے نزدیک سرمایہ دار ہی سرمایہ دار، یہ قوم پرستی، یہ تنگ نظری بڑی خطرناک چیز ہے۔

خدا پرستی کی تحریک کی ضرورت

آج خدا پرستی اور انسانیت دوستی کی تحریک کی ضرورت ہے، آج اسکے لئے ایک زبردست مہم (Campaign) کی ضرورت ہے، ایک زلزلے کی ضرورت ہے، خدا پرستی کی آندھی کی ضرورت ہے، جو بڑی بڑی خود غرضیوں کے پہاڑوں کو ہلا دے، خواہشات کے ٹیلوں کو اڑا دے، شہر شہر گاؤں گاؤں یہ کہتا ہے کہ حیوانی زندگی باقی رکھنے کے لائق نہیں، مادہ پرستی کا درخت کھوکھلا ہو چکا ہے، نفس پرستی کا درخت جو دنیا پر چھایا ہوا ہے، جڑیں چھوڑ چکا ہے، انسانو! اپنی قدر

پہچانو، زندہ حقیقتوں سے اپنی قسمت باندھو، اللہ کی زبردست طاقت سے جڑ جاؤ۔

علم واخلاق کے تعاون کی ضرورت

ہم کو وہ سنیاسیت اور جوگ مطلوب نہیں، جو دنیا سے کنارہ کشی کی تعلیم دے اور اپنی جگہ غاروں اور پہاڑوں پر تلاش کرے، ہم اس روحانیت کی دعوت دیتے ہیں، جو زندگی کے ساتھ چلتی ہے، بلکہ زندگی کی رہنمائی کرتی ہے، رجعت پسند نہیں، ہم (Reaction) کا قائل نہیں، انسانیت کے لئے ضروری ہے، اور انسانیت کا تقاضا اور اس کی مانگ ہے، کہ اخلاق، علم وسائنس اور خداپرستی مل جل کر چلیں، آج اسکا توازن بگڑ گیا، ان میں تعاون اور اعتماد (Cooperation) نہیں رہا، سائنس ایک طرف جارہی ہے، تو اخلاق ایک طرف، دونوں انتہا پسند (Ex-tremist) ہیں۔

مادّہ پرستی اور روحانیت

یہی حال مادہ پرستی اور روحانیت کا ہے، ایک دنیا کو نگل لینا چاہتا ہے، اسے پوجتا ہے، ایک اس سے نفرت کرتا ہے، اور اس سے بیزار ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ اسے خدا کا عطیہ سمجھ کر، اللہ کی نعمت سمجھ کر اس کے قانون کے مطابق استعمال کرو، اسے اپنا غلام سمجھو، خود اسکے غلام نہ بن جاؤ، نہ اس زندگی کی پرستش کرو، نہ اس سے نفرت کرو، خدا کے سامنے اپنے کو جوابدہ سمجھو اور اس کی عدالت کے سامنے حاضر ہونے کا اور جزاوسزا کا یقین کرو، اس کے بھیجے ہوئے بے غرض اور مخلص پیغمبروں پر اعتماد کرو اور انھیں سے اس زندگی کے اصول اور ضوابط حاصل کرو، اپنے کو خدا کا بناؤ، یہ دنیا تمہاری بن جائے گی۔

وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمين

* * *

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

عالمِ اسلام کا عبوری دَور

یہ تقریر ۱۸ / جولائی ۷۸ء کو اسلام آباد ہوٹل ہال میں دیئے گئے ایک استقبالیہ میں کی گئی، جلسہ میں چوٹی کے دانشور، بلند پایہ علماء، جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی نمائندہ شخصیتیں، وکلاء اور ممتاز قانون داں افراد موجود تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالمِ اسلام کا عبوری دَور

بعد خطبۂ مسنونہ۔

صدر محترم، حاضرین گرامی قدر! میرے لئے بڑے شکر و مسرّت کا مقام ہے کہ جن حضرات کی خدمت میں مجھے فرداً فرداً جانا چاہئے تھا، اور مجھے ان سے اپنا دردِ دل یا اپنے مطالعہ اور فکر کا نتیجہ علٰحدہ علٰحدہ پیش کرنا چاہئے تھا، وہ یہاں خود تشریف لائے ہیں، اور مجھے ایک ایسا موقع ملا ہے کہ میں ان سب حضرات کی خدمت میں کچھ عرض کر سکتا ہوں، یہ بڑی خوشی کا موقع بھی ہے، اور بڑی ذمہ داری کا بھی، میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا ہوں کہ مجھے اس پر زیادہ خوش ہونا چاہئے یا ذمہ داری کے احساس سے مجھے متفکر اور گراں بار ہونا چاہئے؟ بہر حال یہ دو ملے جلے احساسات ہیں، اور میں نے بے تکلف ان کو آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

یک لحظہ غافل گشتم وصد سالہ راہم دور شد

حضرات! ہم اس وقت عالمِ اسلام میں بڑے نازک مرحلے سے گزر رہے ہیں، یہ ایک عبوری مرحلہ ہے، اور عبوری مرحلہ ہمیشہ بڑا نازک اور دشوار ہوتا ہے، اسلامی ملکوں کی قیادتیں اور اسلامی ملکوں کے دل ودماغ کوئی لمحہ ضائع

www.abulhasanalinadwi.org

کردیں یا کسی انفرادی اور وقتی مسئلہ میں الجھ کر رہ جائیں تو زندگی کا رواں دواں قافلہ رعایت نہیں کرے گا زمانہ کا سیلاب صرف سیلاب سے تھمتا ہے وہ کسی کشتی کے ڈوبنے کی پرواہ نہیں کرتا حالیؔ نے کہا تھا اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے اپنے محدود ماحول میں اور محدود تخیّل میں کہا ہوگا۔

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہویا درمیان رہے

سرزمینِ اندلس کا ایک عزیز پیام

ابھی جسٹس افضل چیمہ صاحب نے اسپین یعنی اندلس مرحوم کا ذکر کے داغِ کہن تازہ کردیئے اور میرے دل کو خاص طور سے تڑپادیا کہ میں خوش قسمتی کہوں یا بدقسمتی کہ اس سرزمین رنگ وبو سے گزرا ہوں اور اسکی تاریخ بھی پڑھی ہے، آپ یقین مانئے میں ممالک اسلامیہ میں سے شاید ایک ہی دو ایسے ملکوں کے دیکھنے سے جو شاہراہِ عام سے ہٹے ہوئے ہیں، اس وقت تک محروم رہا ہوں ورنہ بیشتر اسلامی ممالک سے گزرا ہوں۔

لیکن میں جب اندلس گیا تو معلوم ہو رہا تھا کہ فضائیں مجھ سے لپٹ رہی ہیں اور یہاں کی روحیں مجھ سے معانقہ کر رہی ہیں، زمین کا ذرّہ کچھ پیغام رکھتا ہے، اور مجھ سے کہنا چاہتا ہے، میں یہ سمجھا کہ وہ اسلامی ممالک کے مستقبل کے متعلق مجھے آگاہ کرنا چاہتا ہے، اندلس کا ذرّہ ذرّہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ دیکھو! عالمِ اسلام کا کوئی دوسرا ملک اس المیہ سے دوچار نہ ہونے پائے، یہ بات تمہارے ذمہ لامانت ہے، یہ اس سرزمین کے ہر ذرّہ کا پیغام ہے، جہاں تک پہنچا سکو، پہنچاؤ! کہ اب اسلام کی تاریخ میں اور مسلمانوں کے صبر و تحمل میں اسکی بالکل گنجائش نہیں کہ کوئی دوسرا

www.abulhasanalinadwi.org

ملک اسپین بنے، میں یہ الفاظ زبان سے ادا کرتے ہوئے بھی تکلیف محسوس کرتا ہوں، لیکن یہ ایک پیام ہے، میرا فرض ہے کہ میں اس کو ہر ملک میں دہراؤں۔

عالم اسلام ایک عبوری دور سے گزر رہا ہے

عالم اسلام اس وقت ایک عبوری مرحلہ سے گزر رہا ہے۔ پورا ڈھانچہ توڑا جارہا ہے، اور ایک نیا ڈھانچہ بنایا جارہا ہے، یہ وقت ہوتا ہے جب قوموں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں، اور ایک نیا سلسلہ شروع ہوتا ہے، نئی تقدیر لکھی جاتی ہے، اس وقت پورا عالم اسلام ایک عبوری دور سے گزر رہا ہے، یہ دور جہاں ایمان وعقیدہ کی طاقت چاہتا ہے، وہاں بڑے عمیق مطالعہ کا بھی طالب ہے، بڑی سنجیدگی اور فکر کی گہرائی کا بھی طالب ہے، اور ایثار و قربانی کا بھی طالب ہے، یہ مرحلہ بغیر ان عناصر کے طے نہیں ہوتا اور نہ کبھی اس سے پہلے طے ہوا ہے، اور نہ اس وقت طے ہوسکتا ہے، یہ جس طرح ہمارے عقیدہ کا امتحان ہے، اسی طرح ہماری ذہانت کا بھی امتحان ہے، اس لئے کہ ایک معاشرے کا نیا ڈھانچہ بنانا، اس کو اسلام کی تعلیم کے مطابق کرنا، ان عناصر کو خارج کرنا جو اس کے منافی ہیں، اور ایک نیا تمدن تشکیل میں لانا ہے، کل میں نے عرض کیا تھا کہ اس وقت اسلام ایک عقیدہ کی حیثیت سے موجود ہے، لیکن اس کو اس کے تمدن سے محروم کردیا گیا ہے، اور یہ مغرب کی بہت بڑی سازش ہے کہ اس نے جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کو عقیدہ سے ہٹانا مشکل ہے، اور ان کے احساسات اس کے بارے میں بہت تیز ہیں، اس کو اس کے بہت تلخ تجربے ہوئے ہیں (جنگ صلیبی سے لے کر اسپین کی نسل کشی اور مسلمانوں کے کلی اخراج سے لے کر اس وقت تک تو) اس نے اپنے ان تجربوں سے فائدہ اٹھایا اور اس نے یہ حکمت عملی (STRATEGY) طے کی کہ مسلمانوں کو ان کے عقیدہ

www.abulhasanalinadwi.org

سے ہٹانے کے بجائے ان کے تمدن سے اور ان کے نظامِ معاشرت سے علیٰحدہ اور محروم اور اس پر آمادہ کر دینا چاہئے کہ وہ دوسرا تمدن اختیار کرلیں اور اس میں میں سمجھتا ہوں یورپ بڑی حد تک کامیاب ہو گیا ہے، خدا کے فضل سے اسلامی عقائد کے بارے میں کوئی تحریف واقع نہیں ہوئی ہے، جیسا کہ عیسائیت میں واقع ہوئی تھی، عیسائیت جس طرح حضرت مسیحؑ کی دی ہوئی پٹری سے ہٹ کر سینٹ پال کی پٹری پر پڑ گئی اور وہ برابر اس پر چل رہی ہے، مسیحیت صراطِ مستقیم سے ہٹ کر تثلیث، ابنیتِ مسیح کے عقیدے اور رومی تمدن کی پٹری پر پڑ گئی، اور پھر اس پر برابر چلتی رہی، پھر ایسے واقعات پیش آئے کہ وہ رفتار تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی، کاش! کہ یہی ہوتا کہ اس کا مشرق کے سست کار اور ایک سوتے ہوئے قافلہ سے واسطہ پڑا ہوتا، لیکن وہ مغرب تھا، اور مغرب میں وہ طاقتیں ابل رہی تھیں، ترقی کے جذبات مؤجزن تھے، زندگی کا گرم خون رگوں میں دوڑ رہا تھا، اور ساری دنیا میں وہ خون جاری اور ساری ہونا چاہتا تھا، جہاں اور چیزوں کی رفتار تیز سے تیز تر ہوئی وہاں اس انحراف وضلالت کی رفتار بھی تیز ہو گئی، اس لئے کہ جن قوموں کے ساتھ اس کی قسمت وابستہ تھی یا جو قومیں اسکی حامل تھیں، وہ سست رفتاری پر قانع نہیں تھیں، انکو یورپ کے خاص حالات کی بنا پر "تنازع للبقاء" کے اصول پر عمل کرنا تھا، اور زندگی کے سخت مقابلہ میں انکو اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرنا تھا، اس لئے ہر چیز کی رفتار تیز ہو گئی، عیسائیت کے صراطِ مستقیم سے انحراف کی رفتار بھی تیز ہوتی چلی گئی۔

ایسی کوئی تحریف یا انحراف الحمد للہ عالم اسلام میں پیش نہیں آیا، اور قرآن مجید کی زبان میں "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون" اسلام کے عقائد اور اصولِ دین کی حد تک ایسا انحراف پیش آ بھی نہیں سکتا، خدا نے اس دین کی حفاظت

www.abulhasanalinadwi.org

کا ذمہ لیا ہے، لیکن جہاں تک تمدن اور زندگی کا تعلق ہے، ظاہر ہے کہ کوئی عقیدہ، کوئی تعلیم، یا اسکی حامل کوئی قوم خلا میں نہیں رہ سکتی، اس کو ایک ماحول چاہئے، اسکو آزادی چاہئے، اسکو وسائل چاہئیں، اپنے معاشرہ کی تشکیل کی آسانی چاہئے، عقائد میں انحراف اور تبدیلی نہیں ہوئی، لیکن عقائد کے نتیجے میں جو اخلاق اور جو زندگی کا طرزِ عمل متعین ہوتا ہے، اس طرزِ عمل کو عملی طور پر ظاہر ہونے کے لئے ایک آزاد ماحول چاہئے، ایک معاشرہ چاہئے اور ایک ایسا خطہ چاہئے، جہاں وہ آزادی کی سانس لے سکے اور اپنے اصول پر عمل کر سکے، تو اس بارے میں یورپ کو کامیابی حاصل ہوئی کہ اس نے اسلام کو، مسلمانوں کو اصل اسلامی تمدن سے دور کر دیا اور اپنا تمدن ان پر مسلط کر دیا، یا اس کو ان کے لئے دلفریب بنادیا۔

اسلام کو اقتدار کی ضرورت ہے

اگرچہ میرا تعلق فطری طور پر، خاندانی طور پر اور عملی طور پر اس مکتبِ فکر اور اس گروہ سے ہے جو خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات پر وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل کو ہمیشہ ترجیح دیتا رہا، میری مراد سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور انکے اُولوالعزم، عالی ہمت رفقاء سے ہے جنہوں نے احیائے خلافتِ اسلامیہ کی کوشش کی اور ان پچھلی صدیوں میں پورے عالمِ اسلام میں کسی ایسی جامع، مکمل، بلند نظر، بلند ہمت جماعت کا سراغ نہیں لگتا جیسا کہ حضرت سید صاحبؒ کی جماعت تھی، میرا تعلق اس جماعت سے ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کو اقتدار کی ضرورت ہے، مسلمانوں کو حریت کی فضا کی ضرورت ہے، اور خدا کا یہ فرمان جس طرح نزول کے وقت صحیح تھا، آج بھی صحیح ہے، اور قیامت تک صحیح ہوگا:۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ

www.abulhasanalinadwi.org

وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ. (الحج. ۴۱) یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں۔

آپ خیال کیجئے کہ معروف و منکر کے لئے قرآن مجید اور حدیث میں امر و نہی کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، استدعا اور درخواست کے الفاظ استعمال نہیں کئے گئے ہیں، عربی زبان ایسی تنگ دامن نہیں ہے، کہ اس کے اندر صرف امر و نہی کے الفاظ ہوں اور دوسرے الفاظ نہ ہوں، جن میں تواضع ہے، خوشامد ہے، جن میں استدعا ہے، جن میں مطالبہ ہے، بلکہ اس کے لئے جہاں کہیں بھی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، وہ امر اور نہی کے ہیں، "يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" اور امر و نہی وہ مقام چاہتے ہیں، جہاں سے ہم اعتماد کے ساتھ اور جرأت کے ساتھ یہ کہہ سکیں کہ یہ صحیح ہے، اور یہ غلط ہے، امر میں اور نہی میں ایک استعلاء ہے، امر و نہی درخواست کے معنی میں نہیں، امر و نہی حکم دینا اور روکنا، اس کے لئے آدمی کے اندر قوت چاہیئے، ایسا مقام اور ایسی بلندی چاہیئے، ایسا اعتماد چاہیئے اور اسکی ایسی وقعت ہو دلوں میں کہ وہ امر کر سکے اور نہی کر سکے، اسکا مطلب یہ ہے کہ اسلام کو قوت کی ضرورت ہے، اسلام کو اقتدار کی ضرورت ہے کہ ہمیشہ وہ یہی نہ کہے کہ "اگر ایسا کر لیا جاتا تو اچھا تھا" "ہماری درخواست ہے، اور ہم آپ کو ترغیب دیتے ہیں" "ہم تبلیغ کرتے ہیں" اپنی جگہ پر یہ سلسلہ جاری رہے گا، لیکن جو قرآن کا معیار و میزان ہے، اس میں الفاظ امر و نہی کے ہیں جن میں مسلمانوں کو وہ طاقت حاصل کرنی چاہیئے کہ اس مقام پر فائز ہو کر وہ حکم دے

www.abulhasanalinadwi.org

سکیں، اور روک سکیں، اس لئے کہ فطرتِ انسانی تعریف تو کر دیتی ہے، اور وہ خوش بھی ہو جاتی ہے لیکن انسانی نسل کی پوری اصلاح، مکمل اصلاح اس کے بغیر نہیں ہو سکتی جس کے نتیجے میں " اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ. " کے الفاظ آئے ہیں۔

سارا انحصار شاخِ نشیمن پر ہے

اگرچہ میرا اس فکر و تحریک سے تعلق ہے، لیکن میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ جس شاخ پر نشیمن ہم کو بنانا ہے، اس شاخ کی فکر کی ضرورت ہے، ہمارا سارا انحصار اس شاخ پر ہے، شاخ اگر قائم ہے، ہری بھری ہے، استوار و پائدار ہے تو اسکے بعد یہ مسئلہ آتا ہے کہ نشیمن کیسا ہو؟ نشیمن بلبل کا ہو یا زاغ و زغن کا؟ لیکن پہلے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ شاخ ہے بھی یا نہیں، اگر شاخ نہیں ہے تو پھر کوئی سوال نہیں اٹھتا کہ نشیمن کیسا ہو؟

وہ شاخ جس پر نشیمن ہوگا وہ شاخ ہے، معاشرہ، وہ شاخ ہے کسی ملک کی عام زندگی، شہر میں چلنے والے، بازار میں خرید و فروخت کرنے والے، کارخانوں میں کام کرنے والے، اور مدرسوں میں، دانشگاہوں میں پڑھنے اور پڑھانے والے انسان، یہ عام انسان جن سے زندگی عبارت ہے، جن سے شہروں کی رونق ہے، یہ اصل آبادی ہے، یہ کیا ہے، اس کی پسندیدگی اور ناپسندیدگی کے پیمانے کیا ہیں، اس کے احساسات کیا ہیں؟ اس میں نشیمن کو اٹھانے، نشیمن کو برداشت کرنے کی کتنی صلاحیت ہے، آپ نشیمن زمین پر، عافیت کی جگہ پر بہتر سے بہتر بنائیں، لیکن کسی شاخ پر اس کو آپ قائم کرنا چاہتے ہیں، وہ شاخ اگر اسکا بوجھ نہیں اٹھا سکتی اور زبانِ قال سے نہیں، لیکن زبانِ حال سے اسکی پتی پتی، اس کا ایک ایک ریشہ یہ اعلان

www.abulhasanalinadwi.org

کرتا ہے کہ ہم اس کا بوجھ نہیں اٹھاسکتے اور ہم کو نشیمن نہیں چاہئے، تو یہ ساری محنت بے کار جائے گی، مسئلہ یہ ہے کہ شاخ بھی نشیمن چاہتی ہے یا نہیں؟ پھر نشیمن کا بوجھ شاخ برداشت کر سکتی ہے یا نہیں، سارا انحصار اس پر ہے کہ ہمارا معاشرہ کیسا ہے؟ ہمارا معاشرہ اعتمادی طور پر اور اخلاقی طور پر کیسا ہے؟ زندگی کی بنیادی چیزیں، اولین اصول، انسانیت کی ابتدائی شرائط کو پورا کر رہا ہے یا نہیں؟

معاشرہ ایسا ہے کہ گناہ کی رغبت، نفس پرستی، بوالہوی اس کا مزاج بن گئی ہے، جس طرح کہ مچھلی اگر پانی سے نکال کر خشکی میں ڈال دی جائے، تو اس کا دم گھٹنے لگتا ہے یہ معاشرہ ایسا ہے کہ اگر اس میں صلاح کی دعوت دی جائے، اگر خدا کے خوف کی دعوت دی جائے یا اچھے اخلاق کی دعوت دی جائے، فسق وفجور سے بچنے کی دعوت دی جائے تو اس معاشرہ کا دم گھٹنے لگتا ہے جیسے مچھلی کا دم گھٹنے لگتا ہے، میں قرآن مجید کی اس آیت پر غور کرتا ہوں تو اسکے اعجاز وصداقت کے سامنے انگشت بدنداں رہ جاتا ہوں، ایک فاسد، مسخ شدہ معاشرے نے کس خوبی سے اپنے احساسات اور اپنے مضمرات کی ترجمانی کی ہے۔

أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّن قَرْيَتِكُمْ. إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ. (النمل. ۵۶)

یعنی معاشرہ چیخ اٹھا، اس معاشرہ نے پکار کر کہا اور بغیر کسی پردہ اور شرم وحجاب کے کہا کہ ان پاکبازوں کی گزر ہم لوگوں کے ساتھ نہیں ہو سکتی "أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّن قَرْيَتِكُمْ. إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ." ہم تو نجاست میں گلے گلے ڈوبے ہوئے ہیں، ہم وہ مچھلی ہیں جو نجاست میں زندہ رہ سکتی ہے، یہ جو ایک رَو آئی ہے طہارت کی، یہ ہمیں برداشت نہیں، ہم اس کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتے، ہم رہیں گے یا یہ، اگر آپکو رہنا ہے تو ہم چلے جائیں گے یہ بستی چھوڑ کر۔

جس معاشرہ کی یہ کیفیت ہو جائے گی، اس معاشرہ کی صورت حال کو اور اصل زندگی کو نظر انداز کر کے کاغذ کے صفحات پر یا کسی گوشہ میں بیٹھ کر کوئی نقشہ، کوئی نظام بنایا جائے گا تو وہ نظام کامیاب نہیں ہو سکتا، اس لئے یہ نشیمن بہر حال اس پر قائم ہوگا، آپ کو اگر اس نشیمن کو قائم کرنا ہے تو اسکی فکر کیجئے کہ وہ شاخ کس حالت میں ہے، اگر اس شاخ پر تیشہ چلانے والے سیکڑوں ہیں اور نشیمن بنانے والا ایک ہے، اور میں مانتا ہوں کہ وہ اعلیٰ درجہ کی صلاحیت اور پورے وسائل رکھتا ہے، لیکن جہاں ہزار آدمی تیشہ چلا رہے ہوں تو وہ ایک آدمی جو نشیمن بنا رہا ہے یا کوئی تعمیری کام کرنا چاہتا ہے، وہ کامیاب نہیں ہو سکتا، کوئی عمارت اس طرح کھڑی نہیں ہو سکتی کہ اس پر مسلسل تیشے چل رہے ہوں اور کچھ لوگ اس کو بنا بھی رہے ہوں، وہ عمارت کبھی بن کر تیار نہیں ہو سکتی۔

معاشرہ زمین ہے

معاشرہ زمین ہے، اگر یہ زمین درست ہے، اپنی جگہ پر قائم ہے، قرآن کے الفاظ میں "کَثِیْباً مَّهِیْلاً" ریت کا ٹیلہ نہیں ہے جو ہر وقت کھسکتا رہتا ہے، جب ہوا آتی ہے تو اس کے ذرات کو اڑا کر لے جاتی ہے، اسکا کسی وقت بھی اطمینان نہیں کہ کل جب آندھی کا طوفان آئے گا تو یہ ٹیلہ یہیں پر ملے گا، اگر ہماری سوسائٹی "ریگ رواں" کی طرح ہے، جب کوئی چالاک آدمی اس سوسائٹی میں پیدا ہو جائے تو پوری سوسائٹی کو اپنا مسحور بنا سکتا ہے، اس کے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ یہ سوسائٹی مل جاتی ہے، اگر سوسائٹی میں اتنی بھی مقاومت، خطرہ کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے، اگر اس میں تنکے کی طرح بہتے ہوئے پانی میں بہہ جانے کی صلاحیت ہے، اور وہ ہر وقت اس کے لئے تیار رہتی ہے کہ کوئی مُفسد طاقت یا دعوت، یا نظام یا

www.abulhasanalinadwi.org

فلسفہ آجائے تو اس کی ہمنوائی کرنے لگے اور اسکی ساری محنتوں پر پانی پھیر دے، جیسے کچھ ہوا ہی نہیں، اس معاشرہ کا اس سوسائٹی کا خدا ہی حافظ ہے، اور اسکا کوئی اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

واقعہ یہ ہے کہ کہیں کا بھی اسلامی معاشرہ ایسا نہیں ہے کہ آپ اس پر پورے طور پر اعتبار کر سکیں، ابھی کل کی بات ہے (مجھے معاف کیا جائے اور بعض لوگ میرے ان خیالات سے متفق نہ ہوں گے) کہ جمال عبد الناصر کا زمانہ تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مصر میں ایک شخص، ایک متنفس بھی ایسا نہیں ہے جس کو جمال عبد الناصر سے اختلاف ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی آواز پر تالی بجانے، اس کے پیچھے چلنے اور اس کی کار کے پیچھے نعرے لگانے کے لئے پورا مصر مست ہے، اس کو تقدس و عصمت اور محبوبیت و مقبولیت کا اعلیٰ مقام عطا کیا گیا، اور بالکل پیغمبروں کی صف میں بٹھا دیا گیا، اس کے بعد یہ طلسم ٹوٹا تو معلوم ہو گیا کہ کچھ بھی نہیں تھا، آج کوئی سیدھے منہ سے اس کا نام لینے کے لئے تیار نہیں، اس کے بعد اور بھی بہت سے معاشرے ہیں، جن میں اگر کوئی شخص جو ذرا بھی اثر ڈال سکتا ہو، عوام پر یا خواص پر، اگر وہ کھڑا ہو جائے تو پورا کا پورا معاشرہ اس کے قدموں میں پڑ جاتا ہے کہ چاہے، وہ اسکو پامال کرے چاہے زندہ کرے ؎

زندہ کنی عطائے تو ۔۔۔ ور بکشی لقائے تو

یہ بڑی خطرناک صورت حال ہے۔

اسلامی شریعت کے نفاذ میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہ ہو

اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلامی قانون سازی کی جوبات کی جارہی ہے، اسلامی شریعت کے نفاذ کے جو مبارک ارادے ہیں، ان میں سستی پیدا

www.abulhasanalinadwi.org

کی جائے، میں ہرگز اس غلط فہمی کی اجازت نہیں دوں گا، ایک لمحہ کے لئے بھی اس کوشش کو روکنے کے حق میں نہیں، لیکن اس حقیقت کو آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ کامیابی کا انحصار اسی معاشرہ پر ہے، اگر معاشرہ اس کا استقبال کرتا ہے، اور ہم نے ہمارے دین کے داعیوں نے، مصنفین نے، صحافت نے، ہمارے ٹیلی ویژن (TELIVISION) نے، ریڈیو نے، میں یہاں تک عرض کرتا ہوں کہ ابلاغ کے جتنے ذرائع ہیں اگر ان سب نے یہ کوشش کی، یہ مہم چلائی کہ پسندیدگی اور ناپسندیدگی کے پیمانے بدلیں، اندر کے احساسات بدلیں، اور نیکی، خداترسی، سنجیدگی، متانت، صبر و تحمل، نفس کی ترغیبات، مالی ترغیبات، یا اخلاقی امتحانات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو پھر اس معاشرہ پر بڑے سے بڑا بوجھ ڈالا جاسکتا ہے، اور وہ خلافتِ اسلامی کا بھی بوجھ برداشت کرسکتا ہے، اور مجھے اس میں بالکل شبہ نہیں کہ اگر معاشرہ کی اصلاح ہو جائے اور یہ ساری طاقتیں جو اثر انداز ہوتی ہیں، ان میں آپس میں تعاون ہو اور یہ سب اشتراکِ عمل کے ساتھ معاشرے کی اصلاح میں کچھ عرصہ لگ جائیں، تو خلافتِ اسلامیہ کا خواب بھی حقیقت بن سکتا ہے، اس وقت صورت یہ ہے کہ اُس گروہ کا جادو چل رہا ہے، اور اسکے ہاتھ میں ابلاغ کے ذرائع ہیں، جن کی تعریف قرآن نے ان الفاظ میں کی ہے :۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ. (سورۃ النور. ۱۹) جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ اور خدا جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے۔

یہ آیت ایک معجزہ ہے، جس وقت یہ آیت "اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ

www.abulhasanalinadwi.org

الفَاحِشَۃُ فِیْ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" نازل ہوئی تھی، مدینہ طیبہ کے محدود معاشرے میں ایک خاص واقعہ پیش آیا تھا، اس واقعہ کا لوگ اپنی مجلسوں میں چرچا کرنے لگے، مجلسیں کتنی بڑی تھیں، وہ واقعہ کتنا بڑا تھا، کن افراد سے اس کا تعلق تھا، یہ ساری چیزیں ایسی تھیں کہ قرآن مجید کی اس آیت کی وسعت اس سے زیادہ تھی، وہ قرنوں سے بڑھ کر اور تاریخی اور جغرافیائی فاصلوں سے آگے بڑھ کر کچھ اور چاہتی تھی، آج ہم اس آیت کی تفسیر دیکھ رہے ہیں، "اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الفَاحِشَۃُ فِیْ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں فواحش اور منکرات کی محبت کا رواج ہو، اس کا تصور آج صحافت، ٹیلی ویژن، ریڈیو کے اس دور میں، ناولوں کے اس دور میں، پکچر اور فلم کی ترقی کے اس دور میں اور لٹریچر اور فلسفوں کے اس دور میں، اس کی جیسی تفسیر نہیں، بلکہ تصویر دیکھی جا سکتی ہے، کسی اور زمانہ میں مشکل ہے، مدینہ کے اس ماحول میں لوگوں نے ایمان بالغیب سے کام لیا ہوگا، اور انہوں نے اسکا انطباق کیا ہوگا، کسی مخصوص واقعہ پر، لیکن آج دنیا کی ساری طاقتیں جس طرح "ان تشیع الفاحشة پر لگی ہوئی ہیں اس کا اس سے پہلے کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

کچھوا سست رفتاری کے باوجود سو رہا ہے اور خرگوش تیزی کے ساتھ مصروف عمل ہے۔

ہم نے اور آپ نے بچپن میں یہ کہانی سنی تھی کہ خرگوش اور کچھوے میں مقابلہ ہوا، خرگوش بہت تیز رفتار، کچھوا بہت سست رفتار، لیکن کچھوا محنتی تھا، وہ مسلسل چلتا رہا اور خرگوش سو گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ روایتی کچھوا اس روایتی خرگوش سے آگے بڑھ گیا، آج معاملہ اس کے برعکس ہے، آج مقابلہ کچھوے اور خرگوش کا ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن معاملہ یہ ہے کہ کچھوا اپنی سست رفتاری کے ساتھ بھی سو رہا ہے، اور خرگوش اپنی معروف تیز رفتاری کے ساتھ سرگرم عمل ہے، آج ہماری اور تخریبی طاقتوں کی مثال یہی ہے، عالم اسلام کی تعمیری کوششیں اس کچھوے کی طرح ہیں، جو سست رفتار بھی ہے، اور سو بھی رہا ہے، آپ تخریبی اور تعمیری طاقتوں کا مقابلہ کر کے دیکھیں، ہر جگہ یہ کچھوے اور خرگوش کی کہانی آپکو بالکل واقعہ نظر آئے گی۔

ہمارے معاشرہ میں تخریبی طاقتیں جس طرح اخلاقی انار کی اور بغاوت پھیلا رہی ہیں انکے پاس وہ وسائل ہیں، جو رات کو دن اور دن کو رات ثابت کر سکتے ہیں، نور کو ظلمت اور ظلمت کو نور بنا سکتے ہیں، ادھر ان تعمیری کوششوں کا، ان تعمیری اداروں کا حال یہ ہے کہ وہ وسائل سے بھی محروم ہیں، ان کے پاس قوت تنفیذ بھی نہیں ہے، اور کشش (CHARM) اور لبھانے والی طاقتیں بھی نہیں ہیں۔

اس وقت اسلامی معاشرہ کا مسئلہ بہت اہم ہو گیا ہے، اور یہ خام خیالی جو لوگوں کے ذہنوں میں بیٹھ گئی ہے کہ افراد کا معاملہ اتنا اہم نہیں ہے، اصل معاملہ ہے مجموعہ کا اور اجتماعیت کا، یہ دور ہے، اجتماعیت کی تقدیس کا، اجتماعیت کا اتنا پروپیگنڈا کیا گیا ہے، فلسفۂ سیاست، اجتماعیات اور عمرانیات کے ذریعہ جو ایک مستقل فن بن گیا ہے، افراد کی اہمیت نگاہوں سے بالکل او جھل ہو گئی ہے بلکہ انکی نفی ہونے لگی ہے، لوگوں کے ذہن میں یہ بات ہے کہ افراد اپنی جگہ پر کیسے ہی ناقص اور فاسد ہوں، لیکن جب افراد ایک دوسرے سے مل جائیں گے، ان کے ملنے سے، ان کے اجتماع سے جو مجموعہ وجود میں آئے گا، وہ صالح ہو گا، یعنی تختے چاہے کتنے ہی خراب ہوں، گھن کھائے ہوئے ہوں، کرم خوردہ ہوں، لیکن جب کشتی بنائی جائے گی، جہاز بنایا جائے گا تو وہ جہاز اچانک ایک بڑے بیڑے میں تبدیل

www.abulhasanalinadwi.org

ہو جائے گا، اور ان تختوں کی علیحدہ علیحدہ جو خرابی ہے، وہ اس میں گم ہو جائے گی، اس کی ایک مثال یہ دی جاسکتی ہے کہ رہزن جب تک علیحدہ علیحدہ ہوں وہ رہزن ہیں، لیکن اگر رہزن یونین بنالیں تو وہ پاسبان بن جاتے ہیں، چور اگر اپنا کوئی اتحاد قائم کرلیں، وفاق قائم کرلیں تو وہ چوکیدار کی حیثیت اختیار کرلیتے ہیں، لیکن اگر الگ الگ ہیں تو چور ہیں، رہزن ہیں، یہ منطق میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ایک رہزن رہزن ہے، دو رہزن رہزن ہیں، لیکن سو رہزن آپس میں مل کر پاسبان کیسے بن جاتے ہیں، یہی رہزنی جب ایک فرد واحد میں ہے، تو مضر ہے، لیکن ترقی کر کے سو کے درجے تک پہنچی تو اب کیسے مضر نہیں رہے گی، اگر وہ ایک نمبر کی مضر تھی، تو اب سو نمبر کی ہونی چاہئے، دنیا کی سیاسی، اقتصادی، اجتماعی تنظیمات سب کا حال یہی ہے، یورپ، امریکہ اور روس کی حکومتوں کو دیکھئے، اسی کے ساتھ مشرقی حکومتوں کو بھی دیکھئے کہ وہ فاسق الخیال، فاسد المقصد، جن کے مقاصد تخریبی، جن کی زندگی فاسد، جن کے اخلاق خراب، جن کے افکار و خیالات فاسد، ان سبھوں نے ایک اجتماعی نظام بنالیا ہے، اور وہ اجتماعی نظام قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کر رہا ہے۔

اسلام کے ترکش کا قیمتی تیر

یہاں پر اس وقت خدا نے ایک موقع میسّر فرمایا ہے، اور یہاں لوگوں کے ذہن میں خدا کی طرف سے یہ بات آئی ہے کہ اس ملک میں معاشرہ کی ایک نئی تشکیل ہونی چاہئے، اس ملک میں شریعت کا نفاذ ہونا چاہئے اور بالاتری اور اقتدارِ اعلیٰ شریعت اسلامی کے ہاتھ میں ہونا چاہئے، یہ بہت مبارک بات ہے، محض اللہ کا فضل ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ محض اتفاقی واقعہ نہیں ہے، میں اتفاق کی منطق کا قائل نہیں، جو کچھ ہوتا ہے، تقدیرِ الٰہی اور قضا و قدر کے فیصلہ پر ہوتا ہے، یہ ملک

www.abulhasanalinadwi.org

جس بلند مقام اور بلند نسبت پر قائم ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسی نسبت کا لحاظ فرمایا اور اسکی عنایت ورحمت کی نظر ہوئی، اس لئے میں اس موقع کو غنیمت بلکہ نعمت سمجھتا ہوں، اور اس سے فائدہ اٹھانے کی تلقین کرتا ہوں، میں آپ حضرات کو یہ بھی آگاہی دینا چاہتا ہوں کہ جب تک ترکش کا کوئی تیر آزمایا نہ جائے، اس تیر کے متعلق اس قسم کا حسنِ ظن قائم کیا جاسکتا ہے، اس سے ڈرلیا بھی جاسکتا ہے، اور اس سے امید بھی قائم کی جاسکتی ہے، لیکن جب کوئی تیر ترکش سے باہر آجائے، وہ استعمال ہوجائے، پھر اس کے بعد صرف حقیقت رہ جاتی ہے، تجربہ رہ جاتا ہے، اور کچھ نہیں رہ جاتا، اسلام کے ترکش کا یہ تیر بڑا قیمتی ہے، میں شریعت کا نفاذ اسے نہیں سمجھتا کہ چند حدود جاری ہوجائیں، شریعت کا نفاذ بہت وسیع لفظ ہے، اور اس کا بڑا وسیع مفہوم ہے، اس لئے میں کسی ملک کے متعلق شہادت دینے کے لئے تیار نہیں ہوں جب تک کہ اس کے پورے حالات، مقاصد اور نیتوں کا علم نہ ہوجائے، لیکن بہر حال دنیا میں ایک چیز ایسی تھی، جس کے متعلق کہا جاسکتا تھا کہ اگر وہ تیر ترکش سے نکلا تو پھر دنیا میں خیر وبرکت کا دروازہ کھل جائے گا، جب تک وہ تیر ترکش سے باہر نہیں آیا تھا، اس کے آنے کی امیدیں پیدا نہیں ہوئیں تھیں، اس وقت تک دنیا کی زبانیں خاموش، قلم بھی خاموش، ہمارے لئے عذر کے مواقع بھی بہت تھے، کہ کیا کیا جائے، شریعت کا نفاذ ہی پوری طرح نہیں ہورہا ہے، اسلامی معاشرہ ہی درست نہیں ہورہا ہے، اس سے کیسے اچھی امید کی جاسکتی ہے، لیکن جب وہ تیر باہر آجائے، پھر اس کے بعد کیا عذر ہوسکتا ہے، یہ تیر ایک ہی بار استعمال ہوتا ہے، یہ میں آپ سے عرض کردوں (تاریخ کے تجربہ، تاریخ کے مطالعہ کی روشنی میں) کہ یہ تیر بار بار استعمال نہیں ہوا کرتا، یہ ایسا تیر نہیں جو بار بار آزمایا جائے، پھر جاکر

اٹھالائیں، پھر ترکش میں رکھ لیں کہ ہم بہ وقت ضرورت استعمال کرتے رہیں گے، یہ تیر ایک مرتبہ کمان سے نکلا پھر واپس نہیں آیا، یہ بہت ہی نازک وقت ہے، میں ایک ایسے منتخب مجمع کے سامنے جس میں اس ملک کے چیف جسٹس موجود ہیں، اور متعدد مرکزی وزراء موجود ہیں، علماء کرام بھی موجود ہیں، میں آپ سے پوری معذرت کے ساتھ یہ عرض کررہا ہوں کہ صرف پاکستان کی تاریخ میں نہیں بلکہ تاریخ اسلامی میں ایک نازک مرحلہ آ گیا ہے، ایسے موقع پر آدمی اپنی سانس روک لیتا ہے۔

تجربے کامیاب بھی ہوتے ہیں، ناکام بھی ہوتے ہیں، ہماری انسانی زندگی ساری کامیاب اور ناکام تجربوں کا مجموعہ ہے، انسان ٹھوکر کھاتا ہے، پھر سنبھلتا ہے، گرتا ہے، قوموں کی کشتیاں بھی ڈوبیں اور نکلیں اور یہ خدا کا قانون ہے "تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ" اور "قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ" میں جو حقیقت بیان کی گئی ہے "يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ" یہ الٹ پھیر ہوتے رہتے ہیں، کسی تجربہ کا ناکام ہونا اتنا مضر نہیں ہے، جتنا آئندہ تجربوں کے دروازوں کا بند ہونا مضر ہے۔

میں آپ سے کہتا ہوں جو مبارک کام آپ کرنے جارہے ہیں، اس ملک و معاشرہ کے اندر اتنی صلاحیت ہونی چاہیے کہ وہ اس کو قبول کرے، استقبال کرے اور پھر اسکو برداشت کرسکے، ہضم کرسکے، اگر آپ کسی کمزور معدہ میں کوئی لطیف ترین غذا بھی ڈال دیں اور معدہ اس کو واپس کردے، اسکو قبول نہ کرے تو اسکا کوئی فائدہ نہ ہوگا، اصلاحِ معاشرہ کا کام بڑے وسیع پیمانے پر شروع ہونا چاہیے، مسجدوں کے منبروں سے، درس گاہوں سے، اخبار کے کالموں سے، ٹیلیویژن اور ریڈیو سے

www.abulhasanalinadwi.org

اور سیاسی مقررین کی تقریروں میں بھی اس کو نظر انداز نہیں ہونا چاہئے، قدم قدم پر اگر رشوت ہے، قدم قدم پر مالی ترغیبات ہیں، قدم قدم پر سنگدلی ہے، اور اپنے ساتھیوں اور ایک محلّہ کے رہنے والوں، شہر کے بسنے والوں سے اگر بے حسی ہے، انکی مدد کرنے کا کوئی جذبہ نہیں ہے، ہمارے کارکنوں میں، دفتر کے کارکنوں میں اور ہمارے مختلف عہدوں اور محاذوں پر کام کرنے والوں میں، تو پھر بہت بڑا خطرہ ہے۔

اسپین سے مسلمانوں کے اخراج کے اسباب

اسپین سے مسلمانوں کے اخراج کا سب سے بڑا سبب معلوم ہوا کہ جہاں ان سے اور بہت سی غلطیاں ہوئیں وہیں انہوں نے اشاعتِ اسلام کی کوشش نہیں کی، وہ شمال کی طرف نہیں بڑھے بلکہ جنوب کی طرف ہٹتے چلے گئے، انہوں نے وہاں کی عیسائی آبادی کو اپنے سے مانوس نہیں کیا، اسلام کا پیغام نہیں پہنچایا، وہ قلبِ یورپ میں نہیں گھسے اور اپنے ماحول کو درست نہیں کیا، وہ فنِ تعمیر اور اپنے تہذیبی اثاثہ کو وسیع کرنے میں مشغول ہو گئے، فنونِ لطیفہ اور شاعری اور موسیقی کی طرف ان کی بہت زیادہ توجہ منعطف ہو گئی، لیکن سب سے بڑی بد قسمتی کی بات ان کا داخلی انتشار تھا، وہ ربیعہ و مضر اور یمانی و حجازی قبائل کا اختلاف تھا۔

لسانی عصبیت، صوبائی عصبیت، نسلی عصبیت اور تہذیبی عصبیت سخت خطرناک بیماریاں ہیں، قرآن مجید میں ہمیں یہ ہدایت کی گئی ہے :۔

لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ. (الحجرات)

کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں سے ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ

www.abulhasanalinadwi.org

ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔

یہ مشورہ افراد ہی کے لئے نہیں ہے، یہ ملتوں کے لئے بھی مشورہ ہے، یہ وہ چیزیں ہیں جنھوں نے قوموں اور ملکوں کے چراغ گل کر دیئے ہیں، میں اپنے دوستوں سے جو ہندوستان سے پاکستان آنے والے تھے یہی کہا کہ آپ جا رہے ہیں تو اپنے اپنے دلوں سے یہ احساسِ برتری نکال دیجئے کہ آپ اہلِ زبان ہیں، آپ کی اپنی تہذیب ہے، اگر آپ خلافِ تہذیب کام کریں تو وہ بھی دوسروں کی تہذیب سے بڑھ کر تہذیب ہوگی، ان سب چیزوں کو ذہن سے نکال دیجئے، آپ وہاں جاکر پرانے رہنے والوں کے ساتھ شیر و شکر ہو جائیں۔

پاکستان اس وقت دنیا کے نقشہ پر اثر انداز ہو سکتا ہے، اور اس وقت کوئی اہم کردار ادا کر سکتا ہے جب ایسا صحیح الترکیب معجون ہو ان عناصر کا جو باہر سے آئے ہیں یا یہاں کے رہنے والے ہیں، ان کو کوئی کسی سے ممتاز نہ کرے، یہ سب وہ خطرات ہیں جو اسپین میں تھے، وہاں قبائلی عصبیت نے گل کھلائے اور اپنا اثر دکھایا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیت کا جو خطرہ ان پر تلوار کی طرح سر پر لٹک رہا تھا وہ اسکو بھول گئے، وہ آپس میں ایک دوسرے کا تفوق ظاہر کرنے یا زیادہ سے زیادہ حکومت سے لینے یا اپنے قبیلے کے مفاد کی حفاظت میں لگ گئے، آج پاکستان میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس سے زیادہ موزوں مجمع، اس سے زیادہ مؤقر مجلس، کوئی نہیں ہو سکتی، جس میں اپنے اس اندیشے کا اظہار کروں کہ آپ کی اصلاح کی مہم ان عصبیتوں کو ختم کر دے اور ان عصبیتوں کو ختم کرنے کی صورت یہ نہیں ہے کہ ان عصبیتوں کی تردید کی جائے، ہم اپنے طرزِ عمل سے اور اسلامی اتحاد اور عدل و مساوات سے جس کا ذکر کیا ہے چمیہ صاحب نے، اس کے قانون و مساوات پر عمل

www.abulhasanalinadwi.org

کر کے ہم ان عصبیتوں کو بالکل فنا کردیں، کم سے کم پاکستان کی حد تک ہمارے سامنے صرف اسلام کا مسئلہ رہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت دنیا میں دو ہی محاذ ہیں، ایک محاذ ہے الحاد و کفر کا، اور ایک محاذ ہے اسلام کا، اور اس میں ذرا سی بھی چوک ہوئی تو میں قرآن مجید کے وہی الفاظ دہراؤں گا جو مدینہ میں قائم ہونے والے چھوٹے سے اسلامی معاشرے کو مخاطب کر کے کہے گئے تھے، مدینہ طیبہ میں جو معاشرہ بن رہا تھا، وہ نہ صرف یہ کہ مہاجرین و انصار سے مرکب تھا بلکہ خود انصار کے دو قبیلے اوس و خزرج سے مرکب تھا، اور مہاجرین اور انصار کے درمیان اتنی شکر رنجیاں اور اتنی تلخیاں، انتقامی جذبات اتنی رنگین تاریخ، خون آلود تاریخ نہیں ہوگی جتنی اوس و خزرج کے درمیان، اوس و خزرج تقریباً چالیس برس لڑ چکے تھے، اور اب بھی ان کی آنکھوں میں خون بھرا ہوا تھا اور ذرا سے ایک شعر پڑھ دینے میں ان کے جذبات مشتعل ہو جاتے تھے، ایسا ہوا ہے کہ اوس و خزرج بیٹھے ہوئے ہیں، اور کسی شاطر یہودی نے کسی کو بھیجا اور کہا کہ فلاں قصیدہ پڑھو اور اس نے پڑھنا شروع کیا اور قریب تھا کہ تلواریں نیام سے نکل آئیں اور آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا کہ خون ٹپکنے لگے گا کہ اچانک رسول اللہ ﷺ پہنچ گئے اور آپ نے ان کو اسلامی وحدت اور اسلامی اُخوت کی طرف متوجہ فرمایا اور وہ آگ ٹھنڈی ہوئی، وہ معاشرہ جو اتنا چھوٹا سا تھا، ساری دنیا ایک طرف، ساری طاقتیں ایک طرف، بازنطینی اور ساسانی سلطنتیں ایک طرف تھیں، اس کے بعد کی سلطنتیں ہندوستان وغیرہ کو چھوڑیئے اور اس کے مقابلہ میں چند ہزار آدمیوں کا ایک مجموعہ، ایک یونٹ، ایک وحدت تیار ہو رہی تھی، یہ وحدت بڑی طاقتوں کا کیا مقابلہ کر سکے گی، لیکن اس کو بھی آگاہی دی گئی کہ اگر تم نے اپنی

www.abulhasanalinadwi.org

وحدت کو مستحکم نہ کیا، اپنی اخوت کو مستحکم نہ کیا" اِلاَّ تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر." اگر تم نے اس میں کوتاہی کی تو اس کی سزا دنیا میں یہ ملے گی کہ زمین میں فتنۂ عظیم وفسادِ کبیر برپا ہوگا، اب آپ خیال کیجئے کیا یہ لوگ ایسے تھے کہ جو انسانی قسمت پر ایسے اثرانداز ہو سکیں؟ لیکن انسانیت کی آس ان ہی لوگوں سے قائم تھی، انسانیت کا جوہر، انسانیت کی اصلاح کا جو بھی سرمایہ تھا صرف یہی لوگ تھے، اسی لئے کہا گیا تم اگر ذرا سی غلطی کروگے اور تمہاری وحدت واُخوت میں ذرا بھی رخنہ پڑا تو صرف یہی نہیں کہ تم فنا ہو جاؤ گے بلکہ " تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر." دنیا میں فتنۂ عظیم اور فساد کبیر برپا ہوگا، آپ سے کہتا ہوں کہ پاکستان میں اگر خدانخواستہ ان عصبیتوں نے سر اٹھایا جن کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے، جن کو (EXPLOIT) کیا جاتا ہے، جن سے ہر وقت لوگ کام لیتے ہیں تو پھر کوئی طاقت پاکستان کو بچا نہیں سکتی، نفاذِ شریعت کا تجربہ اگر خدانخواستہ ناکام ہوا تو پھر دنیا کے کسی گوشے میں کوئی خدا کا بندہ اس کا نام نہیں لے سکتا کہ شریعت کا نفاذ کیا جائے۔

اسلامی دنیا کا امتحان

میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مغرب اور پوری غیر اسلامی دنیا اس وقت ان ملکوں کی طرف دیکھ رہی ہے جہاں شریعت کے نفاذ کی آواز بلند ہو رہی ہے، یہ تجربہ اگر ناکام ہوتا ہے، تو پھر میدان صاف ہے، اس لئے میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بڑا نازک مرحلہ ہے، اور اس مرحلہ پر آپ کو پوری توانائیاں، پوری ذہنی صلاحیتیں، اپنی قوتِ ارادی، ایثار و قربانی کا جذبہ، تعاون واشتراکِ عمل، اختلاف کو پسِ پشت ڈال دینے کی ہمت اس پر مرکوز کردینی ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

آپکو جماعتوں سے بالاتر ہو کر، بلند تر ہو کر، پاکستان کے مفاد اور اس سے بھی بالاتر ہو کر اسلام کے مفاد کو دیکھنا ہے، اگر آپ نے یہ شرائط پوری کر دیں تو تاریخ کا ایک نیا صفحہ پلٹے گا اور ایک نئے دور کا آغاز ہو گا، جب ایک ایسا معاشرہ قائم ہو جائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ دنیا بھر کے سیاح ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے شاہد اور مُبصّر آپ کے ملک میں آئیں گے تاکہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور ساری دنیا میں بیان کر سکیں اور بتائیں کہ ہم نے ایک ایسا معاشرہ دیکھا ہے، جہاں گناہ ناپید ہے، جہاں ہر فرد ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے، جو ایک معیاری اور مثالی معاشرہ ہے، جہاں قلب کو سکون حاصل ہوتا ہے، اور روح کو اطمینان نصیب ہوتا ہے، اور جہاں پہنچ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں آگئے ہیں، اس لئے میں صرف اس طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ یہ ہتھیلی پر سرسوں جمانے کا کام نہیں ہے کہ ایک رات میں سب کچھ ہو جائے، کاش! ایسا ہو جاتا، آپ اس کے لئے وہ سب تیار کریں اور وہ سب قربانیاں دیں جو ایک ایسی نعمت کے لئے دینا چاہئے جس پر انحصار ہے اسلام کی آئندہ ترقی کا اور آپ کے ملک کی قسمت کا۔

میں ان الفاظ کے ساتھ شکر گزار ہوں ان حضرات کا جنھوں نے مجھے ایسا زرّیں موقع فراہم فرمایا اور آپ کا کہ آپ نے یہاں تشریف لا کر میری عزت بڑھائی۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین.

☆☆☆☆☆

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

انسانیت کا پیغام
مشرق و مغرب کے نام

یہ تقریر ۱۱/اکتوبر ۱۹۶۳ء کو لندن یونیورسٹی کے یونین ہال میں کی گئی تھی، جس میں طلباء، اساتذہ، محققین اور مصنفین کی بڑی تعداد شریک تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسانیت کا پیغام
مشرق و مغرب کے نام

مشرق ومغرب کی درمیانی خلیج

انگریزی کے ایک بڑے شاعر کپلنگ(Kipling) نے کہا تھا کہ ”مشرق مشرق رہے گا، اور مغرب مغرب، دونوں کبھی مل نہیں سکتے۔“

یہ بات اگرچہ ایک ادیب کی زبان سے نکلی تھی، جو اس صدی کی ابتدا میں فوت ہوا ہے، مگر دراصل یہ ایک تصور ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی خاص نظریہ یا تصور کسی سوسائٹی میں کبھی قبول ہو جاتا ہے، اور افراد کے عقائد و جذبات کے بنانے اور ان کی پرورش میں اس کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے، پھر اسی نظریہ یا تصور کو کوئی شاعر جو اپنی سوسائٹی کا ترجمان ہوتا ہے، اپنے بلیغ انداز میں موزوں کر دیتا ہے، جو ایک ضرب المثل بن کر پھیل جاتا ہے، پھر ہر دور میں اس کے بعد آنے والی نسلیں ہر جگہ اس کو دہراتی ہیں، اور ایک اصول و کلیہ کی طرح اس پر ایمان رکھنے لگتی ہے۔

مگر اس تصور نے انسانی مفاد کو جتنا نقصان پہنچایا ہے، اور جس درجہ اسنے

www.abulhasanalinadwi.org

انسانی وحدت کے اصول کو پارہ پارہ کیا ہے، اور ان کے انداز فکر پر جو ستم ڈھایا ہے میں نہیں سمجھتا کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے نظریہ نے اس قدر نقصان پہنچایا ہوگا، کیونکہ یہ تصور بنی نوع انسان کے خاندان کو مشرق و مغرب کی دو ٹولیوں میں تقسیم کر دیتا ہے، کہنے کو تو یہ ایک سادہ سی بات یا تاریخی حقیقت ہے، مگر لوگ اس کے بعد سے ہمیشہ مشرق و مغرب کو اس نظریہ سے دیکھنے لگے کہ یہ دو حریف کیمپ ہیں، یہ اولاً تو کبھی مل نہیں سکتے اور اگر ملے تو میدان جنگ ہی میں مل سکتے ہیں، اور اگر کبھی اکٹھا ہوئے بھی تو ایک دوسرے کی ہجو کریں گے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر، اس کی بُرائیاں نکال کر اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش کریں گے۔

صدیوں سے مشرق و مغرب کا یہی انداز ہے، دونوں میں سے کسی نے بھی ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور اگر سمجھا بھی تو ان سطحی اور ناقص معلومات کی روشنی میں جو صرف ان کے کمزور پہلو ہی پر مبنی تھے، ان کے اندر جو خوبیاں ہیں، طاقت اور روشنی کے جو چشمے ہیں، ان سے اکثر غفلت برتی گئی، ایک نے دوسرے کو جب دیکھا تو شک، خوف اور بدگمانی کی نگاہ سے دیکھا یا پھر نفرت و ناپسندیدگی کی نگاہ سے!

اس خلیج کا اصل سبب

سب سے پہلے مشرق و مغرب کا سامنا صلیبی جنگوں کے موقع پر ہوا تھا، ان جنگوں کے موقع پر جو عقیدہ مشرق پر حملہ آوروں کو ابھار رہا تھا، اور وہ روح جواُن کے اندر کار فرما تھی، اور ان کے اندر جو جوش وولولہ پیدا کر رہی تھی، اس کی بنیاد ان قصوں پر تھی، جو انہوں نے مسلمانوں کے بارے میں سن رکھے تھے، اور جنکو وہ صحیح سمجھ رہے تھے، اور اس بنیاد پر تھی کہ ان سے یہی کہا گیا تھا کہ ـــــــ "یہ

www.abulhasanalinadwi.org

جنگ اس لئے ہے کہ مقدس سرزمین کو وحشی بت پرستوں کے چنگل سے نجات دلائی جائے،" اس کے علاوہ جنگ کی سیاہ اور بھیانک فضا کبھی بھی کسی بر سر پیکار لشکر کو اس کا موقع نہیں دے سکتی۔۔۔ کہ وہ دوسرے فریق کی خوبیوں کو دیکھ کر اس کے جوہر کو پرکھ کر، اس کے عقائد کا مطالعہ کر کے اس کی قدر دانی کرے اور شریفانہ و مساویانہ اصول پر باہمی مفاد کے لئے کام کرنے کی راہ ہموار کرے، لیکن اس کے باوجود تاریخ تمدن کی مانی ہوئی حقیقت ہے کہ صلیبی جنگیں فائدے سے خالی نہ رہیں، اور مشرق و مغرب کے درمیان خلیج اگر پاٹی نہ جا سکی تو تنگ ضرور ہو گئی۔

مشرق و مغرب کا باہمی تعارف بہت قریب سے اس وقت ہوا جبکہ انیسویں صدی میں مغرب نے سیاسی یا اقتصادی مفاد کی خاطر اپنا آہنی اور مضبوط ہاتھ مشرق کی طرف بڑھایا اور اپنا ہاتھ یکے بعد دیگرے مشرق کے ممالک پر مسلط کیا اور اسکے ساتھ اپنے تمدن، صنعت، سائنس اور کلچر کے ساتھ یلغار کی، اور اپنے طرز حکمرانی کے اچھے اور برے دونوں پہلوؤں میں اس مشرق کو دبوچ لیا جو تمدن اور جنگی صنعت میں بہت پیچھے تھا، مشرق کو حملہ کی دہشت نے بہت دنوں تک تو اس کا موقع ہی نہ دیا کہ وہ مشرق کو ذرا گہرائی کے ساتھ دیکھ سکتا اور اس کے اصول اور جوہر و کمالات سے فائدہ اٹھا سکتا، اور مجھے معاف کیجئے اگر میں یہ بھی کہدوں کہ ایک اور بات جو مانع رہی وہ خود مغرب کا تمدن تھا جو اس وقت اپنے شباب و رعنائی کی آخری منزل پر تھا، اور اس کے اندر وہ تمام باتیں تھیں، جو کسی ایسے تمدن میں پائی جاتی ہیں جس کے اندر دینی عنصر کمزور ہو چکا ہو، اور ایک بار پھر معذرت کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ اس کے علاوہ ایک اور بات جو مشرق کے لئے مانع ثابت ہوئی وہ یورپین

حکام کا طرز عمل تھا جس میں ان کے احساس برتری، غرورِ حکمرانی، اور اپنے آپ کو پیدائشی طور پر اس قوم کے مقابلہ میں برتر سمجھ کر سلوک کرنے کا دخل تھا، جس کے ہاتھوں سے انہوں نے زمام حکومت چھینی تھی، اور جو کل تک ملک کا حکمراں تھا، جس کا احساس زخمی اور جس کے جذبات نازک تھے، یہ سلوک احترام وانسانیت کے اس نظریہ سے کسی طرح میل نہیں کھاتا تھا، جس کا مغرب داعی تھا اور نہ جمہوریت کے اصول کے مطابق تھا، جس کی یہ فاتح قوم اپنے ملک میں مدافعت کیا کرتی تھی۔

اس خلیج کے چند مضر نتائج

پھر اس کے نتیجہ میں کمزور مشرق کے اندر ہتھیار ڈال دینے SURRENDER اور فاتح وطاقتور مغرب کے سامنے جھک جانے اور اس کے معیار وافکار کو ضرورت سے کہیں زیادہ اہمیت دینے اور اس کے مظاہر تمدن اور طرز معاشرت کی تعظیم کرنے اور اس کی تقلید کرنے کا جذبہ پیدا ہو گیا، جس نے اس مشرق کو مغرب کا دریوزہ گر بنا دیا، وہ زندگی کی ہر منزل میں اس کو قابل تقلید نمونہ سمجھنے لگا، اور زندگی میں پس خوردہ کھانے والے اور قافلہ کے پیچھے پیچھے چلنے والوں کی صف میں آ گیا، اس بات نے مغرب کو ایسا موقع نہیں دیا کہ وہ مشرق کو مساوات واحترام کی نگاہ سے دیکھتا، چہ جائیکہ اس کو عظمت وقدردانی کی نظر سے دیکھتا یا اس سے رہنمائی یا ہدایت کی توقع کرتا یا اس سے تخلیقی کارناموں کی امید کرتا، جبکہ خود مشرق ہی قریب قریب اپنا وجود مغرب کے اندر فنا کر چکا تھا۔

قومی عصبیت

اس کے بعد مشرقی قوموں پر قومیت کے نظریہ نے یلغار کی وہ نظریہ

جس کو مغرب نے عارضی طور پر ایک آسان حل کے طور پر قبول کیا تھا، جو اس کے اندر دینی جوش پیدا کرتا تھا، پھر خود ہی مغرب نے اس نظریہ کی خرابیوں کو سمجھا اور اس کو خیرباد کہا، بہر حال اس نظریہ قومیت نے ان مشرقی قوموں کو جو آسمانی پیغام اور عالمی دعوت رکھتی تھیں، اس کا موقع نہیں دیا کہ وہ مغرب کی طرف پھر ایک بار مدد اور دوستی کا ہاتھ بڑھا سکتیں، اور پھر انسانیت کی مدد کے لئے اس طرح بڑھتیں جس طرح ہر مصیبت کے وقت پہلے بڑھا کرتی تھیں، اور انسانیت کو ایک نئی زندگی، نیا خیال اور پر مسرت زندگی کی نئی بنیادیں فراہم کر سکتیں بلکہ یہ قومیں خود ہی اپنی ذات، اپنے مسائل اور قومی مفاد کے معاملات میں الجھ کر رہ گئیں، اور اپنے آپ کو نسلی یا لسانی یا جغرافیہ کی تنگنائی میں محدود کر لیا اور اس طرح وہ قوت و زندگی سے بھرپور، صاف و شفاف، قدیم و رواں سرچشمہ ہاتھ سے نکل گیا، جو دنیا بھر کے لئے روشنی کا منارہ تھا، اور تاریخ کے ہر دور میں دینی ہدایت کا ذریعہ تھا۔

مستشرقین کی تحریک

مغرب میں اس کے بعد مستشرقین اور تحریک استشراق کا دور آیا اور امید ہو چلی تھی کہ یہ حضرات مشرق و مغرب کے درمیان منصفانہ نہج کے ایک پل ثابت ہوں گے اور اس وسیع و عریض خلیج کو پاٹ دیں گے، جو انسانیت کے دو خاندانوں کے درمیان قائم ہو گئی ہے اور اس بے رخی کو دور کر دیں گے جسے ناواقفیت اور دوری نے پیدا کر رکھا ہے، اور وہ مشرق کی بہترین ثروت یعنی تعلیمات رسالت، بنیادی اخلاق، انبیاء اور دینی شخصیات کی سیرتیں نیز مشرق کی شاندار میراث اور اس کے بہترین تخلیقی سرمائے اور حیرتناک دستوری کارنامے منتقل کر سکیں گے اور بلاشبہ انہوں نے اس سلسلہ میں بہت کچھ کیا، صدیوں کی ذخیرہ شدہ

www.abulhasanalinadwi.org

قلمی کتابیں جن کو سورج کی روشنی نہیں لگی تھی، ان مستشرقین نے انہیں زندہ کیا، ان کی تصحیح پر محنت صرف کی ان کو اصل ماخذ سے ملایا اور پھر شائع کیا، اسی طرح ایسی کتابیں مرتب کیں جن کی قدر واہمیت کا انکار ممکن نہیں اور کوئی شخص بھی جس میں ذرہ برابر انصاف کا مادہ اور علمی ذوق ہے، ان کی علمی روح کا انکار نہیں کر سکتا، انہوں نے اس راہ میں جو مشقتیں برداشت کیں اور اپنی کوشش میں وہ جس طرح سرگرداں رہے، پھر ان کا عالمانہ طرز، باریک بینی اور گہرائی کوئی بات بھی ان میں سے قابل فراموش نہیں، مگر اس کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں کا احساس ہے کہ ان میں سے اکثر مستشرقین پر علمی جذبۂ خدمت سے زیادہ مذہبی رجحان غالب رہا، اس لئے علم دوست اور حقیقت پسند طبقہ اس بات کا منتظر تھا کہ یہ حضرات مذہبی جذبات اور گذشتہ صدیوں کے تلخ اثرات سے کچھ زیادہ محفوظ نظر آتے، ان میں حقیقت پسندی، سچائی کی جستجو اور اسکے اعتراف کا زیادہ حوصلہ ہوتا، بہر حال یہ استشراق بھی باوجود اپنی قابل قدر خوبیوں اور گوناگوں کارناموں کے اس خلاء کو پُر نہ کر سکا اور اس مغرب کو جہاں محققین کی کمی نہیں وہ چیز نہ دے سکا جو مشرقی ممالک سے اٹھنے والے عموماً تمام مذاہب اور خصوصاً اسلام کی سچی اور تابناک تصویر تھی، جسکے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ یہ ایک آخری، آسمانی اور ہمیشہ باقی رہنے والا دین ہے، جس کے اندر تمام نبوتوں کی تعلیمات اور آسمانی ہدایتیں اپنی آخری اور جدید شکل میں موجود ہیں، اور اس زمانے کے عین مطابق ہیں، جو تمدن کو پیچھے لے جانے کی دعوت نہیں دیتا جیسا کہ بعض دوسرے مذاہب میں معلوم ہوتا ہے بلکہ اس تمدن کو اسلام آگے بڑھانے کا داعی ہے، اور اس کا خواہشمند ہے کہ اس کی انتہا پسندی اور جمود یا مبالغہ آمیزی سے پاک کر کے ایک نئے انداز میں ڈھال

دیا جائے، جو اپنی قوت و زندگی میں نئی سوسائٹی کی ضروریات کا پورا پورا کفیل ہو۔

بہر حال جو بھی اسباب رہے ہوں، لیکن یہ واقعہ ہے کہ مغرب و مشرق اپنے پیغام اور اپنی ذات کی انفرادیت کے ساتھ الگ تھلگ رہے، ان دونوں کا سامنا اگر ہوا تو شکوک و شبہات اور بغض و کینہ کے طوفان کے اندر ہی ہوا، یہ دونوں انسانیت کے مفاد مشترک اور مثالی تمدن کی تعمیر کی خاطر کبھی یکجا نہیں ہو سکے، یہ دونوں انسانی علوم اور قدرت کی بخشی ہوئی اندرونی صلاحیتوں اور فطری جوہر اور علم و فلسفہ کے میدان میں پشتوں کی کاوش کے باہم تبادلہ پر شاذ و نادر کبھی راضی ہوئے بھی تو محدود دائرے میں راضی ہوئے۔

مشرق کا امتیاز

مشرق اپنے قدرتی ماحول میں کام کرتا رہا، اس کا خمیر مذہب کے ساتھ اٹھایا گیا، اسے قابل عظمت نبوت یکے بعد دیگرے بیدار کرتی رہی، دینی دعوتوں، طاقتور روحانی شخصیتوں نے اس کو غذا دی، اس کا موضوع اور میدان عمل انسان تھا، وہ انسان کے گرد و پیش "انسان سازی" میں لگا رہا، اس کے لئے اس نے اپنی فطری صلاحیتیں صرف کیں، اپنی ذہانتوں اور قوت ارادہ کو نذر کر دیا، اس نے کوشش کی کہ انسان اس گہرائی کا پتہ لگائے، جس کی کوئی تھاہ نہیں ہے، اس کے اسرار کا سراغ لگائے، جس کی کوئی آخری حد نہیں، اس کی اندرونی صلاحیتوں کے سوتوں کو ابھارے اور اس کی اس قوت کو بیدار کرے جس کا مقابلہ کسی دوسری قوت سے نہیں کیا جا سکتا، اس کے جذبات و رجحانات کو ایک رخ پر لگائے اور اس کے اخلاق و اطوار کو سنوارے جنکے بغیر وہ اپنے صحیح مرکز پر نہیں آسکتا۔

نبوت کی چارہ سازی

انبیاء کرام علیہم السلام اور ان سب کے بعد نبی امی عربی ﷺ تشریف لائے جنہوں نے اس انسان کی تربیت کو اپنا اول و آخر موضوع بنایا۔

انسان کے اندر کی پوشیدہ طاقت کے سرچشمہ کو ابھارا، اس کی چھپی اور پوشیدہ صلاحیت کو بیدار کیا، اور اس کے دل کی وہ آنکھ کھول دی جس کے ذریعہ وہ اپنے خالق اور اس عظیم کائنات کے مالک کو دیکھ سکے اور اس کے ذریعہ روشنی و حرارت، زندگی، محبت، اعتماد، عزم، قلبی سکون اور اطمینان حاصل کر سکے اور جس کے ذریعہ اس کائنات میں وہ زندگی، قوت اور تنظیم کے اصل سرچشمہ سے واقف ہو سکے اور وہ مرکز پا سکے، جس سے اس دنیا کی منتشر اکائیوں کو ایک وحدت میں پرویا جا سکتا ہے، اس کے لئے کائنات ایک ایسی اکائی (UNIT) بن جائے جس میں نہ کوئی انتشار ہے نہ تضاد، نہ انارکی اور نہ یہ دنیا اس چھوٹی چھوٹی خود مختار اور بے لگام ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے، جس کے آپس میں جنگ و جدال کا سلسلہ قائم رہتا ہے بلکہ یہ پوری کائنات ایک مملکت بن جاتی ہے، جس کو ایک طاقتور اور رحمدل ارادہ چلا رہا ہے، جس کے یہاں مشرق و مغرب کی کوئی تفریق نہیں۔

ربّ المشرق والمغرب لا الٰه الاّ هو فاتّخذه وكيلاً. (المزمل۔۹) وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے، اسکو کارساز ٹھہراؤ۔

انسانیت کا نیا تصور

اس طرح انسان بُت پرستی، دیو پرستی، اوہام و خرافات، من گھڑت کہانیوں، فرسودہ افسانوں اور رسم پرستی کے تمام بندھنوں سے آزاد ہو جاتا ہے، اس طرح وہ خالق اور مدبر کائنات کے علاوہ کسی کے آگے بھی سرنگوں ہونے کی ذلت سے نجات پا جاتا ہے، خواہ وہ پتھر ہو یا درخت، دریا ہو یا نہر، آفتاب ہو یا ماہتاب،

www.abulhasanalinadwi.org

فرشتہ ہو یا انسان مرد ہو یا عورت۔

دل کی آنکھ جس کو انبیاء علیہم السلام کھول دیتے ہیں، اس سے انسان جب اپنی طرف اور اپنی نوع کی طرف دیکھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اس عالم میں اللہ کا خلیفہ پاتا ہے، جس کے اندر خالق کائنات نے اپنی روح پھونکی ہے، اور اسکو اپنا امین اور رازداں بنایا ہے، اس کو بہترین متناسب اعضاء کے ساتھ پیدا کیا ہے، اور اس کی عزت افزائی کی، دنیا کی تولیت اور انتظام کا ذمہ ٹھہرایا، امامت ورہبری کا تاج پہنایا، دنیا کی ہر شئے اس کی خاطر پیدا کی اور اس کو اپنے لئے پیدا کیا، اس کے آگے فرشتوں سے سجدہ کرایا، اور اسی طرح اس کے لئے حرام کردیا کہ وہ کسی مخلوق کے آگے سرنگوں ہو۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الإنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ. (التين. ٤) وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلاً. ہم نے انسان کو بہترین ومتناسب اعضاء کے ساتھ پیدا کیا۔ ہم نے بنی آدم کو اعزاز بخشا اور ان کو بر و بحر میں سواری پر بٹھایا، ان کو پاکیزہ رزق دیا، اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت بخشی۔

پھر اس انسان نے اس نبوت کی بخشی ہوئی چشم دل سے جب اپنے ہم جنس انسانوں اور اس انسانی خاندان کو جو روئے زمین پر مشرق و مغرب میں پھیلا ہوا ہے دیکھا تو اس کو ایک خاندان نظر آیا، جو ایک ہی ساوجود رکھتا ہے، ایک ماں اور ایک باپ کی سب اولاد ہیں، اس کو تعلیمات نبوی کی روشنی میں خدا کا کنبہ (عیال اللہ) یاد کیا اور یقین کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ہوگا، جو اس خدائی کنبہ کے لئے سب سے زیادہ مفید وکارآمد ثابت ہوگا اور محسوس کرے گا کہ جس طرح وہ جان اور احساس رکھتا ہے، اسی طرح خاندان بشریت کا ہر فرد زندگی اور حس رکھتا

ہے، اور ہر فرد کو اسی طرح درد و الم محسوس ہوتا ہے، جس طرح وہ محسوس کرتا ہے، لہٰذا اس ایک خاندان کے افراد کے درمیان، رنگ و نسل، قومیت و وطنیت دولت و افلاس کی بنا پر تفریق و تمیز دور جاہلیت کی یادگار ہے، اس انسان نے نبی کریم کو ایک طرف رات کی تاریکی اور تنہائی میں خدا کے سامنے ان الفاظ میں گواہی دیتے ہوئے سنا۔

اَنَا شَهِيْد انَّ الْعِبَاد كُلّهُمْ اِخْوَة. میں گواہ ہوں تیرے سب بندے بھائی بھائی ہیں۔

دوسری طرف دن کی روشنی میں ایک بڑے مجمع کے سامنے یہ اعلان کرتے ہوئے سنا۔

يَاأَيُّهَاالنَّاسُ كُلُّكُمْ مِنْ آدمَ وَآدَمُ مِنْ تُرابٍ لَافَضْلَ لِعَرَبِيٍ عَلىٰ عَجَمِيٍ وَلَا لِعَجَمِيٍ عَلىٰ عَرَبِيٍ وَلَا لِاَبْيَضَ عَلىٰ أَسْوَدَ وَلَا لِأَسْوَدَ عَلىٰ ابْيَضَ اِلَّا بِالتَّقْوىٰ. اے لوگو! تم سب لوگ اولاد آدم ہو، اور آدم خاک سے پیدا کئے گئے تھے، نہ عرب کو غیر عرب پر اور نہ غیر عربوں کو عرب پر کوئی فضیلت یا ترجیح حاصل ہے، نہ گورے کو کالے پر نہ کالے کو گورے پر، بڑائی صرف پرہیزگاری سے ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ أُنْثىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا، اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ . (الحجرات. ۱۳) اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تم کو قبیلوں اور قوموں میں اس لئے بانٹ دیا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانا جا سکے، تم میں

www.abulhasanalinadwi.org

سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

انبیاء کی دعوت اور طریقۂ کار

انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ علیہم نے اپنے اپنے دور میں اور اپنے اپنے حلقۂ دعوت میں اور نبی عربی امی ﷺ نے ان سب کے بعد اس انسان کی تربیت پر ساری توجہ مرکوز فرمائی اور یہی کوشش کی کہ انسان کی فطری استعداد و قابلیت کو ابھار دیں، جس کا کوئی فلسفہ یا علم النفس (سائیکلوجی) ابھی تک سراغ نہیں لگا سکا، اور نہ اس کی تہہ تک پہنچ سکا ہے، پھر ان صلاحیتوں کو منظم کر کے اس کی ذاتی اور پوری انسانیت کی اصلاح و درستی کی طرف موڑ دے، انسان کے اندر خدا کو راضی کرنے کی عجیب و غریب محیر العقول تڑپ پیدا کر دی، اس کی طاعت میں مر مٹنے کا جذبہ پیدا کر دیا، اس کی مخلوق کی خدمت کو اس کا نصب العین بنا دیا، انسانوں کے قلوب کو خوش کرنا اور ان کو مصائب سے دور رکھنا اس کا مقصد زندگی بن گیا، اپنی ذات پر دوسرے کو ترجیح دینے اور اپنی ذات کا بڑی گہرائی اور باریک بینی کے ساتھ محاسبہ کرنے کا شوق پیدا کیا، اخلاص کی وہ باریکیاں اس کے اندر پیدا کر دیں، جہاں بڑے بڑے ذہین انسانوں کی ذہانتیں نہیں پہونچ سکتیں، اور جس کی تہہ کو اہل علم کا علم نہیں پا سکتا، جس کی باریکیاں ادبی مضامین اور شاعرانہ تخیلات سے زیادہ نازک ہیں، جنہیں کسی چھوٹی سی چھوٹی خوردبین سے نہ دیکھا جا سکتا ہے اور نہ کسی کیمرے سے ان کی تصویر گرفت میں آسکتی ہے، غرض پیغمبرانہ تعلیم نے انسان کے اندر احساس کی نزاکت، روح کی صفائی، اخلاق کی بلندی، عزت نفس، خود پسندی سے نجات، قدرت رکھتے ہوئے دنیا کی لبھانے والی چیزوں سے بے رغبتی، حوصلہ و فکر کی بلندی، خدا سے ملنے کی تڑپ پیدا کی، ان کے یقین میں قوت عطا کی، ذات و صفات کا

www.abulhasanalinadwi.org

وہ گہرا علم بخشا جس کا تصور صرف وہی انسان کر سکتا ہے، جس نے ان افراد کی سیر توں کا صحیح طور پر اور گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا ہو، خلاصہ یہ کہ نبوت کا سب سے بڑا کارنامہ انسان ہے اور یہی انسان انبیاء کا محور عمل ہے، ان کی کھیتی ہے، جس میں انہوں نے تخم ریزی کی، جوان کی کاوش جگر سے لہلہا اٹھی اور برگ وبار لائی۔

محض وسائل کافی نہیں

حضرات! مشرق میں انبیاء نے اپنا میدان عمل یہ نہیں بنایا کہ وہ صرف اس کائنات کی پوشیدہ قوتوں کا انکشاف ہی کریں، اس کو قابو میں لائیں، اس سے کام لیں، وہ آلات کے موجد نہ تھے، لیکن اچھے ارادہ، اچھی نیت اور اچھے مقاصد کے موجد ضرور تھے، جہاں تک قدرتی دولت وصنعت کا تعلق ہے، آپ کو معلوم ہے کہ یہ چیزیں ہمیشہ سے ارادۂ انسانی کی تابع اور اس کی رہین منت رہا کی ہیں، لہذا جب بھی انسان کا ارادہ اچھا ارادہ اور اس کا مقصد پاکیزہ مقصد ہو تو وہ اپنی محدود طاقت ودولت، معمولی آلات اور کمزور ومحدود وسائل سے بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے، جو اس دور کا ترقی یافتہ تمدن انجام نہیں دے سکتا ہے، اور اس کے ذریعہ وہ انسان اور بنی نوع انسان کی وہ خدمت کر سکتا ہے، جو وہ لوگ انجام نہیں دے سکتے، جن کے پاس وسائل وآلات کا بڑا ذخیرہ ہے، کیونکہ جب بھی کسی چیز کے انجام دینے کا عزم راسخ پیدا ہوگا تو نظر سے اوجھل طاقت سامنے آجائیں گی، وسائل بھی پیدا ہونے لگیں گے، مشکلات پر قابو بھی حاصل ہوگا، اور وہ عزم قوی اپنا راستہ پہاڑوں اور سمندروں کا جگر پار کر نکال لے گا، اور اگر حسن نیت اور عزم راسخ ہی حاصل نہیں ہے تو وسائل بے کار، آلات بے سود ہیں، اور موجدوں کی ایجادیں ضائع ہیں، بھوک اور پیاس کی شدت، ماں کی مامتا، محبت کی بے تابی اور

شوق کی فراوانی کبھی اور کسی زمانہ میں بھی زیادہ علم یا آلات کی محتاج نہیں رہی ہے، ہر زمانہ اور ہر دور میں وہ اپنی ضرورت پوری کرتی رہی ہے، اس کو معلوم ہے کہ کس طرح اپنا مقصد حاصل کرے، انبیاء کرام نے اپنے اعلیٰ کردار اور حسن تربیت سے انسان کے اندر ایک ایسا ارادہ پیدا کر دیا جس کی وجہ سے وہ مکارم اخلاق کو اپنانے اور ان کو اپنی زندگی کا مقصد بنانے کی اسی طرح تڑپ محسوس کرنے لگا، جس طرح کوئی بھوک اور پیاس کا مارا محبت کرنے والی ماں، یا عاشق بے تاب محسوس کرتا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی راہ خود آسان ہو گئی، اور وسائل خود بخود حاصل ہونے لگے، جو اس زمانہ کے اعتبار سے کافی تھے، اور اس طرح وہ تمدن وجود میں آیا جس میں "انسان" نے امن و راحت اور سربلندی و سرفرازی کا زیادہ سے زیادہ حصہ پایا، وہ تمدن بلاشبہ محدود اور سادہ تھا، اس میں کوئی پیچیدگی نہ تھی، نہ کوئی فلسفیت تھی، مگر اس کے اندر مستقبل میں ٹھوس اور صحیح بنیادوں پر ترقی پذیر ہونے اور وسعت پانے کی پوری گنجائش تھی۔

یورپ کی نشأۃ ثانیہ

اس کے بعد مغرب کی سرگرمیٔ عمل، ایجادات اور نشأۃ ثانیہ کا دور آیا مگر اس وقت مذہبی پیشواؤں کی بہت عرصے تک غلط نمائندگی اور ناجائز مذہبی اجارہ داری کے سبب اس کا رشتہ اخلاق و مذہب سے کمزور پڑ چکا تھا، اس گہرے تعلق کے کمزور پڑ جانے کی وجہ سے، نیز اقتصادی دباؤ، سیاسی حالات اور یورپ کے محدود رقبے میں تنازع للبقاء کی کشمکش کی شدت کی وجہ سے مغرب کی توجہ "انسان" کے بجائے انسانی ماحول اور انسان کی گرد و پیش کی دنیا پر مرکوز ہو گئی، اس نے ذات انسانی کو چھوڑ کر عالم "انفس" کو چھوڑ کر، آفاق اور قلب کو چھوڑ کر، نظام قدرت کو اپنا

www.abulhasanalinadwi.org

محورِ عمل بنایا، اس نے معدنیات، علم الکیمیاء، کیمسٹری، طبعیات (فزکس) ٹکنالوجی، ریاضی اور دیگر علوم وفنون کے میدان میں اپنی صلاحیتیں صرف کیں، اور ناقابل انکار کامیابیاں حاصل کیں، اور یہ بھی نظام الٰہی ہے کہ انسان جس شئے کی جستجو کرتا ہے، اور اس کے لئے سرگرداں ہوتا ہے، وہ اس کو مل جاتی ہے، اور اس پر قابو حاصل ہو جاتا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے :۔

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَاسَعَىٰ. وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ. ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ. (والنجم. ۳۹ . ٤١) آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا اور یہ کہ اس کی کمائی اس کو دکھانی ضرور ہے پھر انکو بدلہ دینا ہے اس کا پور ا بدلہ۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے :۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوراً (بنی اسرائیل.) ہر ایک کو ہم پہنچائے جاتے ہیں، انکو اور انکو تیرے رب کی بخشش میں سے اور تیرے رب کی بخشش کسی نے نہیں روک لی۔

یورپ کی مادی فتوحات

لہذا مغرب نے کائنات، صنعت وحرفت، ریاضی وانجینیرنگ کے علوم میں کامیابی کی اعلی منزلیں طے کیں، ایجادوں پر ایجادیں کرتا رہا، فتوحات پر فتوحات اسے حاصل ہوتی رہیں، یہاں تک کی آج اس منزل پر پہنچ چکا ہے، جس کا گذشتہ صدیوں میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، اور جس کی تفصیل کی یہاں حاجت نہیں اور نہ مثالوں کی ضرورت ہے، کیونکہ بلا شبہ یہ ملک علوم جدیدہ کا ایک ممتاز ترین علم بردار ہے، مغربی تمدن کا یہ ایک ممتاز مرکز ودارالحکومت ہے، خود یہ عظیم مرکزِ علمی (لندن یونیورسٹی) جس میں مجھے اس تقریر کا شرف حاصل ہو رہا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، اس تمدن کی ترقی و تعمیر میں اپنی دوسری ہم مشرب درسگاہوں کے ساتھ علوم وفنون کی سرپرستی کرنے میں نمایاں حصہ لیتا رہا ہے، ان اداروں نے وہ اسباب فراہم کیے ہیں، جن کے مظاہر سائنس اور صنعت کے میدان میں نظر آتے ہیں، لہذا اس موضوع پر زیادہ تفصیل بے سود اور اضاعتِ وقت کے مرادف ہوگی۔

بلاشبہ یہ اسباب ووسائل فراہم ہو گئے اور یہ اللہ کی نعمت ہے، جس کی ناقدری نہیں کی جاسکتی، ان اسباب ووسائل کا ایک انبار آج نگاہوں کے سامنے ہے، ان کا مقصد وجود یہ ہے کہ کسی کام کا یہ وسیلہ اور آلہ ثابت ہوں، بے پایاں قوت، حیرت ناک سرعت کے ساتھ مقصد براری کے وسائل جو آج حاصل ہیں، ان سے بہت کم درجہ کی چیزیں بھی پوری انسانیت کی خوشحالی کا باعث ہو سکتی تھیں، ان سے بہت کم اسباب ووسائل کے ذریعہ انسان کو پر مسرت زندگی بخشی جاسکتی تھی، عالمی امن اور سکون خاطر بھی حاصل ہو سکتا تھا، یہ ممکن تھا کہ انکے ذریعہ محبت والفت کی فضا دنیا میں قائم ہو جاتی۔۔۔لوگ ایک دوسرے کو سمجھتے اور تعاون کرتے، انسانیت کے مشرق ومغرب میں پھیلے ہوئے خاندان کی شاخیں آپس میں مصنوعی دیواریں منہدم کر سکتیں، آج دنیا کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا انسان دنیا کے دوسرے کنارے کے بسنے والے انسان کی مدد کر سکتا ہے، اس کے دل کی دھڑکنیں سُن سکتا ہے اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے، ظالم کو ظلم سے روک سکتا اور مظلوم کی مدد کر سکتا ہے، پریشان حال کی فریاد پر پہونچ سکتا اور ننگے بھوکے اور بیمار کی مدد کر سکتا ہے، کیونکہ جہالت اور انسانی کمزوری کی بنا پر جو معذوریاں تھیں، وہ ختم ہو گئیں، جس کا شکوہ گزشتہ نسلیں کر سکتی تھیں، اب وہ آلات ووسائل موجود ہیں جن سے انسان پلک جھپکتے اپنی ہر خواہش پوری کر لیتا ہے، اب تو بھلائی کا کام کرنے

www.abulhasanalinadwi.org

والے کے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہا، انسانیت کے بھی خواہ، امن کے رہنما کس چیز کی کمی کا گلہ کر سکتے ہیں؟ کوئی فرد ہو یا حکومت یا سوسائٹی۔

وسائل کی ناکامی

یہ آلات و وسائل تو اس کام کے لئے بالکل کافی تھے کہ مصائب و خطرات سے گھری اور زخموں سے چور انسانی دنیا کو "جنت ارضی" میں تبدیل کر دیتے، جہاں نہ کوئی مصیبت ہو نہ مشقت، نہ مستقبل کا خوف نہ ماضی کا غم، نہ آپس کی جنگیں ہوں نہ دلوں کی کدورتیں، نہ افلاس ہو نہ مرض، لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا ان میں سے کوئی انسانی غرض پوری ہوئی، کیا دنیا سے خوف و اضطراب کا وجود مٹ گیا، کیا افلاس و پریشانی کے بادل چھٹ گئے؟ کیا اب انسانوں پر ظلم زیادتی نہیں ہوتی، کیا امن و سلامتی دنیا کو حاصل ہو گئی، کیا لوگوں میں اعتماد پیدا ہو گیا؟ اور آخر میں یہ کہ کیا جنگ کا بھیانک اور خوفناک سایہ ہمیشہ کے لئے دور ہو گیا اور اس کا "دیو سرکش" آخری موت مر گیا، مجھے اسکی ضرورت نہیں کہ ان سوالات کے لئے آپ کے جواب کا انتظار کروں، کیونکہ یہ عظیم الشان شہر دو تباہ کن و جہاں سوز جنگوں کا تماشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا اور اس کی بربادیاں اور تباہ کاریوں کا نشانہ بن چکا ہے اور آج ہم سب ایٹمی دور سے گزر رہے ہیں، اس ملک کے مفکروں اور مصنفوں نے خود ایسی کتابوں سے ایک عظیم الشان کتب خانہ تیار کر لیا ہے، جس میں اس تمدن کی لائی ہوئی مصیبتوں کی بڑی باریک بینی سے تصویر کشی کی گئی ہے، اس سوسائٹی کی مصیبت و بربادی کا رونا رویا ہے، اخلاقی انارکی، خاندانوں کی پراگندگی، بے چینی و اضطراب کا عام ہونا، خوف و دہشت کا چھا جانا ان لکھنے والوں کا موضوع بن گیا ہے، یہ لوگ جو لکھ چکے ہیں اور لکھ رہے ہیں، یہ اپنی جگہ بالکل کافی اور بہت

www.abulhasanalinadwi.org

مدلل ہے۔

غلطی کہاں ہو رہی ہے؟

آخر یہ نتائج ان آلات ووسائل سے کیونکر برآمد ہوئے؟ حالانکہ آلات ووسائل تو گونگے بہرے ہیں، انکے اندر کوئی ارادہ نہیں ہوتا، یہ تو خدمت خلق اور نفع رسانی میں استعمال کئے جانے کیلئے ہر وقت تیار ہیں، اس سوال کا جواب کسی راز کا انکشاف نہیں ہے، اور نہ کسی پہیلی کا بوجھنا ہے، نہ اس میں کسی غیر معمولی ذہانت اور قوت فکریہ کی ضرورت ہے، سادہ سی بات ہے کہ جس قدر انسانی علوم وفنون نے ترقی کی، اس قدر خود انسان نے ترقی نہیں کی، آلات اور ادارے تو بہت ترقی کر گئے، لیکن انسانی رجحانات اور انسانی ارادوں میں کوئی بہتری اور سدھار پیدا نہیں ہوا، بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ علوم وفنون نے اخلاق وانسان کا حق مار کر ترقی کی منزلیں طے کرلیں، قلب وروح کا حق مار کر کارخانوں اور فیکٹریوں نے بلندی حاصل کرلی۔

آج انسانیت کا دماغ زندہ لیکن دل مردہ ہے

اس کا سبب یہ ہے اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مغرب نے اپنی سرگرمی عمل، ذہانت، قوت ارادی کا دائرہ انسان کے باہر کی دنیا کو بنایا اور اس عالم خارجی پر اپنی ساری جدوجہد قربان کردی اور انسان کو نظر انداز کر ڈالا، وہ انسان جو اس دنیا کا گلِ سرسبد ہے، مقصد وجود ہے، اور دست قدرت کا سب سے اعلیٰ شاہکار ہے، وہی اس ترقی سے محروم رہا، اگر نفسیات وطبعیات وعلم الحیاۃ (بیالوجی) نے کبھی اس پر توجہ بھی کی تو انتہائی محدود اور مادی انداز میں، اس انسان کی تہہ تک پہونچنے کی کوشش نہیں کی گئی، اور اس کی فطرت کو بے نقاب نہیں کیا جاسکا، اس کی

www.abulhasanalinadwi.org

خصوصیات ایمان و عقیدہ اور اخلاق کو سنوارنے کی کبھی فکر نہیں کی گئی۔

انسانیت کا قفل صرف ایمان کی کنجی سے کھلتا ہے

ان ماہرین فن کے ہاتھ وہ سرا نہیں آیا، جہاں سے انسان کا رخ موڑا اور صحیح جگہ سے جوڑا جا سکتا ہے، شر و فساد سے روکا اور بھلائیوں کی طرف مائل کیا جا سکتا ہے وہ سرا "قلب" ہے کہ جب وہ ٹھیک ہو تو انسان ٹھیک ہو جائے، اور اگر وہ بگڑا تو پورا انسان ہی بگڑ گیا، مگر افسوس کہ مغرب اگر چاہے بھی تو اس دل کی دنیا کا سراغ نہیں لگا سکتا، اس سے فائدہ اٹھانا اور انسانیت کو راہ راست پر لگانا تو اور بھی ناممکن ہے، کیونکہ ہر قفل اسی چابی سے کھلتا ہے جو اس کے لئے بنائی گئی ہے، اس دل کے خزانے کا بھی ایک قفل ہے، جسکی چابی ان دیو پیکر کارخانوں اور محیر العقول دانش کدوں میں تیار نہیں ہو سکتی، اس کو دنیا کے بڑے سے بڑے جینیس سائنسداں نہیں ڈھال سکتے، نہ اس کا مثنیٰ بنا سکتے ہیں، اور نہ اس قفل ہی کو توڑ سکتے ہیں، کیونکہ یہ انسانیت کا قفل ہے بینکوں اور کارخانوں کا قفل نہیں ہے یہ تو صرف ایمان ہی کی چابی سے کھل سکتا ہے، جو صرف نبوت کا تحفہ ہی تھا، مگر وہ آج کھویا ہوا ہے، نئے تمدن کی کہنہ دیواروں اور عبادت گاہوں کے ملبوں کے نیچے کہیں یہ چابی دبی پڑی ہے۔

بنیادی خرابی کیا ہے؟

انسانیت کی مصیبت، مغرب کے مشرق سے جدا ہونے میں ہے، علم کو ایمان سے علیحدہ کر دینے میں ہے، کارخانوں کے صحیح مقاصد اور بہتر ارادوں کے تہی مایہ ہونے میں ہے، اس علیحدگی اور دوری نے ہمارے تمدن کو ہر طرح کے مصائب میں مبتلا کر دیا ہے، مشرق میں ایمان بڑھتا اور پروان چڑھتا رہا، مغرب میں سائنس بڑھتا اور پروان چڑھتا رہا، ایمان کو علم کی رفاقت کی ضرورت ہے، اور علم کو

ایمان کی سرپرستی اور نگرانی کی حاجت، اور انسانیت ان دونوں کی رفاقت اور تعاون کی طالب اور منتظر ہے کہ ایک نئی سوسائٹی کی تعمیر ہو، نئی نسل تخلیق پائے، امن عالم اور سلامتی کی توقع اس "قرآن السعدین" کے بعد ہی کی جاسکتی ہے۔

مشرق کی سوغات

مشرق کی دولت وہ پٹرول نہیں ہے، جسے لوگ "زرِسیاہ" کہنے لگے ہیں، اور جو آپ اپنے بڑے بڑے شہروں میں منتقل کرتے ہیں اور جو ہوائی جہازوں کو اڑاتا اور موٹروں کو چلاتا ہے، مشرق کا عطیہ اور ہدیہ اس کی سب سے بڑی دولت ایمان ہے، جس کا ایک حصہ آپ نے عیسوی جنتری کی ابتدا میں حاصل کیا تھا، پھر آپ کے عیسوی کلنڈر کے حساب سے چھٹی صدی میں اس کا چشمہ ایسے جوش وطاقت کے ساتھ اُبلا، جسکی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں، یہ چشمہ جزیرۃ العرب کے ایک دور دراز گوشے سے اُبلا تھا، لیکن پھر ساری دنیا میں اس طرح پھیل گیا، کہ بقول شاعر؂

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

جو اب بھی آپ کے لئے سہل الحصول ہے، بشرطیکہ اخلاقی جرأت اور عزم صادق ہو، اور وہ اب بھی اسکی پوری صلاحیت رکھتا ہے کہ ان تمام مصائب کو دور کرے جس سے یہ تمدن دوچار ہے، اس سرچشمہ میں آج بھی یہ قدرت ہے کہ اپنی بے پایاں طاقت اور اتھاہ نشاط زندگی سے زندگی کی ایک نئی اور شاندار قسط عطا کر سکے اور جس کے ذریعہ انسانی فلاح وترقی کا ایک نیا دور شروع ہو سکتا ہے، اور ایک نئی سوسائٹی وجود میں آسکتی ہے، اس کارِ عظیم کی ذمہ داری آپ پر سب سے زیادہ عائد ہوتی ہے کہ آپ ہی اس تمدن کے سب سے بڑے علمبردار اور ایک عرصے تک مشرق میں

www.abulhasanalinadwi.org

بھی اس کے پیغام وروح کے حامل رہ چکے ہیں، آپ کے اندر اب بھی وہ بڑی طاقت اور زندگی پوشیدہ ہے، جس سے آپ ایک نیا دور شروع کر سکتے اور تاریخ کو نئی راہ پر لگا سکتے ہیں، قرآن مجید آج بھی آپ کو آواز دے رہا ہے، قدجاء کم من الله نور و کتاب مبین. الآية. وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

﴿عربی سے اردو ترجمہ۔ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی﴾

☆

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

(اقبال رحؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

جرمن قوم کے نام

یہ تقریر ۷ ۲؍ اکتوبر ۱۹۶۴ء کو برلن کی انجینیرنگ یونیورسٹی میں کی گئی تھی، اس موقع پر یونیورسٹی کے اساتذہ، طلبہ کے سوا مختلف حلقوں کے نمائندے موجود تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جرمن قوم کے نام

عظیم جرمن قوم

مجھے اس عظیم شہر برلن میں پہلی بار عظیم جرمن قوم سے خطاب کرنے اور اسلام کا پیغام پہونچانے کا موقع مل رہا ہے یہ ایک خوشگوار اور قیمتی موقع ہے، اور مجھے اس کی اہمیت اور نزاکت کا پورا احساس ہے۔

جرمن قوم زمانۂ قدیم سے شجاعت اور مہم جوئی، سنجیدگی اور قوت عمل اور انتھک جدوجہد میں ممتاز رہی ہے، اسی کا نتیجہ تھا کہ اس قوم میں ایسے صاحب عزم اور جوانمرد پیدا ہوئے، جنہوں نے مغربی معاشرہ اور مغربی افکار پر گہرا اثر ڈالا، اس موقع پر خصوصیت کے ساتھ میں تین اشخاص کا نام لوں گا، جن میں سے ہر ایک کا یورپ کے دل ودماغ پر زبردست اثر ہے، اور ان میں سے ہر ایک مستقل مدرسۂ فکر کا بانی اور اپنے رنگ میں منفرد ہے، پہلا شخص مارٹن لوتھر (MARTINLUTH-ER) ہے، جس نے اصلاح کلیسا، کتاب مقدس کی طرف رجوع کیا اور پوپ اور پادریوں کے حد سے بڑھتے ہوئے اقتدار کی حدبندی کی دعوت دی، اس نے مسیحی یورپ پر گہرا اثر چھوڑا، اور ایک مذہب کا بانی قرار پایا، اور دوسرا شخص گوئٹے

www.abulhasanalinadwi.org

(GOETTE) ہے، جس نے مشرق سے ہمیشہ محبت کی اور اس کے شعر و نغمہ و روحانیت سے پوری دلچسپی لی، اس نے اسلام کا بھی مطالعہ کیا اور اس مذہب اور اس مذہب کے پیغمبر سے اپنا تاثر کا اظہار کیا اور جرمن شعر و ادب پر اپنا لافانی نقش چھوڑا، آخری زمانہ میں کانٹ (KANT) جیسا شخص پیدا ہوا، جس نے یورپ کی عقل پرستی کی تردید کی، اور اس کے حدود اور میدان متعین کئے، کانٹ عہد آخر میں جرمنی کا سب سے بالغ نظر مفکر سمجھا جاتا ہے، اس کا اور اسکی دو کتابوں "تنقید عقل محض" اور "تنقید عقل عملی" کا مغربی فکر و فلسفہ پر گہرا اثر ہے، یہ تینوں تحریکیں یا مدارس فکر، حرارت و انقلاب اور جدت میں ممتاز تھے، ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ پر انقلابی نئے نقطۂ نظر کا حامل تھا، جس کا اعتراف نہ صرف اس کے ملک جرمنی بلکہ پورے یورپ کو ہے۔

جرمنوں کی قومی خصوصیات اور حوصلہ مندی

انقلاب، بغاوت اور ذہنی بے چینی جرمن قوم کے خمیر میں ہے، انقلاب پسندی اور نفسیاتی خلش اور بے چینی تھی جو کارل مارکس کی شخصیت کے روپ میں اپنے پورے عروج کے ساتھ ظاہر ہوئی، اور جس نے آخر کار دنیا کے ایک بہت بڑے رقبہ میں بے چینی پیدا کر دی، اور موجودہ زمانہ کے قدیم اقتصادی نظاموں کے خلاف سب سے بڑی بغاوت کہلائی۔

یہ تحریکیں جن کا ابھی میں نے ذکر کیا در اصل انقلاب اور بغاوتیں ہی تھیں، کبھی ان کا دائرہ وسیع تھا، کبھی تنگ، کبھی ان کا اثر گہرا تھا، اور کبھی ہلکا، جرمن قوم ہمت و جرأت پیش قدمی، دنیا میں بلند مرتبہ حاصل کرنے کا شوق اور خود اعتمادی میں بھی ممتاز ہے، پہلی اور دوسری عالمگیر جنگیں (۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء)

www.abulhasanalinadwi.org

(۱۹۳۹ء۔ ۱۹۴۵ء) بھی در حقیقت سیاست و حکومت کی دنیا میں دو بغاوتیں یا دو مہم جوئی کہی جاسکتی ہے، یہ صرف اس کا نتیجہ تھا کہ اس عظیم قوم میں ایک جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا، اس کی صلاحیتیں، قوتیں یکایک ابھر آئیں، اس میں حوصلہ مندی اور خود اعتمادی پیدا ہو گئی، اب بھی شرار زندگی اس کی خاکستر میں پوشیدہ ہے، اب بھی وہ زندگی اور نشاط، تعمیر و ترقی کی زبردست صلاحیت سے بھرپور ہے، اگر یہ بات نہ ہوتی تو جرمن قوم اس زبردست صدمہ کو برداشت نہ کر سکتی جس کی مثالیں تاریخ میں کم ملتی ہیں، اس قیامت کو سہار نہ سکتی جو ایک پوری قوم کی صلاحیت کو مفلوج کر دینے، اور اسکو زندگی سے مایوس کر دینے کے لئے کافی تھی، اور دوسری جنگ عظیم میں اس کی تباہ شدہ عمارتوں اور کارخانوں کے ملبہ سے یہ تمدن، یہ صنعت اور یہ نشاط اور قوت پیداوار ظاہر نہ ہوتی، اور جرمن قوم تازہ دم ہو کر نئی قوت اور نئے ولولہ کے ساتھ اپنی زندگی کی دوڑ شروع کرنے کے قابل نہ ہو سکتی۔

جرمنوں کی بد قسمتی و ناکامی

لیکن اس عظیم قوم کے یہ تجربے اور مہم جوئیاں محدود بغاوتوں اور محدود قسم کے انقلاب سے آگے نہ بڑھ سکیں، جس طرح کے انقلاب کا آغاز کلام میں میں نے اشارہ کیا ہے اور جس کی مغربی معاشرہ اور مغربی دائرہ فکر میں ایک خاص قیمت ہے، جس نے جرمن قوم کو عظمت، ترقی اور شہرتِ دوام عطا کی ہے، لیکن وہ یورپ کے مذہبی اور فکری نظام کو یکسر تہ وبالا نہ کر سکا، وہ ایک نیا معاشرہ اور ایک نئی دنیا پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا جو قدیم دنیا سے ہر چیز میں مختلف ہوتا۔

گزشتہ عالمی جنگیں کس لئے لڑی گئیں؟

گزشتہ دونوں جنگیں عظیم پاکیزہ مقاصد کے لئے نہ تھیں، اور مسیحیت یا

www.abulhasanalinadwi.org

بلند اخلاقی اقدار یا انسانیت کے لئے نہیں لڑی گئی تھیں، ان کا مقصد اور نشانہ یہ نہیں تھا کہ قیادت ظالم اور پاپی کے ہاتھ سے نکل کر رحم دل اور عدل نواز ہاتھ میں پہونچ جائے، وہ فسق وفجور، بے حیائی اور حیوانیت کو ختم کرنے کے لئے نہیں چھیڑی گئی تھیں، آپ مجھے معاف کریں، یہ در حقیقت حکومت واقتدار حاصل کرنے کے لئے تھیں، اور زیادہ صاف لفظوں میں، یہ جنگیں اس لئے کی گئیں کہ دونوں فریقوں میں سے ہر فریق یہ چاہتا تھا کہ دنیا میں جو کچھ فساد، ظلم، زور دستی اور لوٹ کھسوٹ ہے وہ سب برقرار رہے، لیکن اس کی تولیت اور ماتحتی میں ہو۔

اس عظیم قوم کی ذمہ داری کیا تھی؟

عظیم جرمن قوم کا مقام ومرتبہ تو یہ تھا کہ وہ ان تمام بغاوتوں اور جنگوں اور انقلابات سے زیادہ وسیع اور زیادہ دوررس انقلاب دنیا کے سامنے پیش کرتی، ایسا انقلاب جو نہ صرف جرمنی اور یورپ بلکہ پورے نوع انسانی کے لئے مفید ہوتا اور اس کو حقیقی سکون اور اطمینان سے ہمکنار کرتا۔ ایک ایسا انقلاب جو اپنی انفرادیت، انقلاب آفرینی، جدت اور حوصلہ مندی اور اپنی تخلیقی صلاحیت میں ان تمام انقلابات سے کہیں بہتر ہوتا جو جرمنی کے اولوالعزم رہنماؤں نے ماضی قریب یا ماضی بعید میں برپا کئے ہیں۔

آج بھی جرمنی مغربی قافلہ کا پوری طرح ساتھ دے رہا ہے بلکہ صنعت، کاریگری اور کثرت پیداوار میں بعض اوقات اس سے آگے بڑھ جاتا ہے، وہ وسائل ایجادات، مصنوعات اور زندگی کی سہولتوں میں برابر اضافہ کرتا رہا ہے، لیکن موجودہ تہذیب میں اس کا حصہ صرف صنعت، پیداوار، تجارت اور موقع شناسی کی حد تک ہے، اس معاملے میں اس قوم کی ذہانت اور عبقریت، اس کا کمال فن اور اس

www.abulhasanalinadwi.org

کا ضبط و تحمل اچھی طرح آشکارہ ہو گیا ہے اور وہ اس میدان میں اپنی بہت سی پڑوسی قوموں اور ملکوں سے آگے نکل گئی ہے، اور دنیا کی قوموں میں اور تجارت کی منڈیوں اور بازاروں میں صف اول میں نظر آتی ہے۔ اس انقلاب پسند اور حوصلہ مند قوم سے اور اس ملک سے جو عرصہ سے انقلابیوں کا مسکن اور انقلابات کی آماجگاہ رہ چکا ہے، اس کی توقع تھی کہ وہ اس تہذیب سے بغاوت کرتا جس نے انسان کو ایک گمراہ سرکش وجود اور ایک طاقتور تباہ کن ہستی بنادیا ہے، اس نے اس کو ایک ایسی اندھی بہری مشین بنادیا ہے۔ جو نہ روح رکھتی ہے نہ دل، نہ عقیدہ نہ ضمیر، اس نے پوری دنیا کو ایک قمار خانہ یا بوچڑ خانہ اور پوری زندگی کو خرید و فروخت اور لین دین کی ایک منڈی بنادیا ہے، اس نے زندگی سے ندرت، جدت، تنوع، گہرائی اور حرارت سلب کرلی ہے، اس تہذیب کے خلاف علم بغاوت بلند کرتا جس نے زندگی کو ایک نہ ختم ہونے والا سفر، نہ ختم ہونے والی مشکلات بنادیا ہے، ایک ایسی ریس بنادیا ہے، جس کی کوئی انتہا نہیں، ایک ایسی جدو جہد، تگ و دو جس کا کوئی نتیجہ نہیں، اس نے عصر حاضر کے انسان کو کولہو کا بیل بنادیا ہے، جو مسلسل ایک دائرہ میں چکر کاٹتا رہتا ہے، اس نے انسان سے اس کی سب سے بیش قیمت متاع چھین لی، اس کو سب سے بڑی شرافت سے محروم کردیا، اور وہ ہے، ایمان اور یقین، بے لوث اخلاص، پاکیزہ محبت اور درد و سوز کی دولت۔

اس کی توقع تھی کہ یورپ کی قوموں میں سے کوئی ایک قوم جھوٹے نظریات اور ان مصنوعی اقدار اور معیاروں سے بغاوت کرتی، جس کو خود انسان تراشتا ہے، اور پھر ان کی پرستش کرتا ہے۔ یہ جھوٹی اقدار زندگی کے وہ مطالبات اور زندگی کا وہ معیار اور نئے نئے فیشن ہیں، اور وہ ساری باتیں ہیں، جن کو سوسائٹی

www.abulhasanalinadwi.org

بلاوجہ انسان پر عائد کرتی ہے، وہ ٹیکس ہیں جو انسان کی پر سکون زندگی کو مغلوب اور اس کی حقیقی آزادی سلب کر لیتے ہیں، خاص طور پر اس جرمن قوم سے جس کی یورپ نے کوئی قدر نہیں کی... اس بات کی امید تھی کہ وہ اس مبارک اور حقیقی انقلاب کی علمبردار ہو کر نہ صرف اپنے ملک بلکہ پوری دنیا کے حالات کا رخ تبدیل کر دیتی، اور اس کے ایک نئے باب کا آغاز کرتی۔

جرمنی نے کیا غلطی کی؟

اس کے برعکس جرمنی اس مغربی خاندان کا ایک وفادار ممبر بنا رہا جس نے اس کے ساتھ مساویانہ سلوک نہیں کیا اور ہمیشہ اس کو حسد کی نگاہ سے دیکھا اور اسی رخ پر چلتا رہا، اسی ذہن ودماغ سے سوچتا رہا، اور اپنی ذہانت اور مہارت وکمال سے اس کو مدد پہونچاتا رہا، اس نے ان حدود سے آگے بڑھنے اور اس دائرے سے باہر قدم نکالنے کی کوئی کوشش نہیں کی جو اس نے متعین کر دی تھی، وہ عظیم جست نہیں لگائی جو اس کی تقدیر اور دنیا کی تقدیر تبدیل کر سکتی، اس کو دنیا کی قیادت، بقاودوام ملتی اور قوموں کی برادری میں اس کے مقام کو بلند اور اپنے پڑوسیوں کی نگاہ میں اس کی عزت دوچند کر سکتی ہے، یہ ایک ایسی جرأت مندانہ جست ہوتی جس کا مقابلہ یورپ کی کوئی اور قوم نہیں کر سکتی یہ اس مصنوعی اور تنگ دائرہ کو توڑ سکتی ہے، جس میں یورپ صدیوں سے زندگی گذار رہا ہے، یہ جست قدیم وجدید مشرق اور مغرب سب کو فراموش کر کے دنیا کو مادیت، حیوانیت، درندگی اور اس المناک انجام سے محفوظ کر سکتی تھی، جس کو سائنس نے بہت قریب کر دیا ہے، یورپ کے مختلف حصوں میں اقتصادیات، اجتماعیات اور سیاست کے میدانوں میں انقلابیوں نے جو چھلانگیں لگائی ہیں، وہ اس عظیم جست کے مقابلے میں بچوں کے اچھل کود

www.abulhasanalinadwi.org

سے زیادہ کوئی حقیقت نہ رکھتیں۔

ایک عجیب تضاد

یہ ایک عجیب وغریب ناقابل فہم تضاد ہے کہ وہ یورپ جو زندگی اور نشاط سے بھرپور ہے، اور متمدن دنیا کے سب سے وسیع رقبہ کی قیادت کر رہا ہے، جس نے کائنات کے اسرار سے پردہ اٹھایا اور مادی طاقتوں کو اپنا غلام بنایا، جو سستی، جمود، تعطل اور بے عملی کے الفاظ سے ناواقف ہے، اس کی رہنمائی ایک ایسے مذہب کے ہاتھ میں ہے، جو رہبانیت کا داعی اور انسان اور اس کے خالق کے درمیان ۔۔۔۔واسطہ حاصل کرنے پر مجبور ہے، جو کفارہ پر بھی عقیدہ رکھتا ہے، وہ کفارہ جو انسان کو دوسروں پر بھروسہ کرنا سکھاتا ہے، اور اپنی صلاحیتوں اور اپنے ارادہ وعمل پر اس کے اعتماد کو ختم کر دیتا ہے، اس کے عمل کی قیمت اور جدوجہد کی افادیت کو خود اس کی نگاہ سے گراتا ہے، پھر لطف کی بات یہ ہے کہ اس مذہب کے نمائندے یورپ کے متجسس، حوصلہ مند، انسان اور علم وعقل کے درمیان ایک طویل عرصے تک دیوار بن کر حائل بھی رہے، انہوں نے کتاب مقدس کے مفسرین اور اہل کلیسا کے بتائے ہوئے معلومات ونظریات سے سرتابی ان کے لئے حرام کر رکھی تھی، چنانچہ جو شخص اپنے عقل اور تجربے پر بھروسہ کرتا تھا، وہ اپنے مشاہدہ اور نظریہ کا اعلان کرتا تھا، اس کو وہ سزائیں دی جاتی تھیں کہ مذاہب کی پوری تاریخ میں اس سے ہیبتناک اور بے دردانہ سزاؤں کی مثال نہیں ملتی۔

کلیسا سے بغاوت

پھر وہ وقت بھی آیا کہ یورپ نے کلیسا کے اس بے جا تشدد، جبر واستبداد اور تنگ نظری وکم عقلی کے خلاف بغاوت کر دی اور اس کی بیڑیاں اور زنجیریں توڑ

www.abulhasanalinadwi.org

ڈالیں اس نے وہ عظیم ترقی کی جس کی مثال جدید انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے، علم وتمدن اور طبقاتی علوم میں بڑے بڑے مراحل طے کئے، لیکن اس زبردست کش مکش نے جس نے اس کو بالکل خستہ اور شکستہ کردیا، اور اسکی ساری طاقتوں اور صلاحیتوں کو نچوڑلیا، (حالانکہ اس دردسری کی اس کو کوئی ضرورت نہ تھی) اس کو اس توازن اور اعتدال سے محروم کردیا، جو حقیقی سعادت کا سرچشمہ ہے اور اس پر وہ انتہا پسندی اور مادہ پرستی مسلط کردی، جو مرورزمانہ کے ساتھ مغربی تہذیب کا مزاج اور اسکی طبیعت ثانیہ بن گئی ہے، آج بھی یہ کلیسا بہت سے مغربی ملکوں کی مغربی سوسائٹیوں پر حاوی ہے، آج بھی ایک یورپین اپنے مذہب میں وہ رخ اختیار کرتا ہے، جس کا عقل وتدبر سے کچھ تعلق نہیں ہوتا، اور اپنی تہذیب ومعاشرت میں وہ طرز اختیار کرتا ہے، جس کا مذہب سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، یہ تضاد اس کی ہر ترقی، ہر پیش قدمی اور ہر طرز ادا کے ساتھ لازم وملزوم ہے۔

اسلام سے یورپ کی محرومی

اس سے بڑھ کر تضاد اور المیہ جس کو تاریخ بھول نہیں سکتی یہ ہے کہ اس کے برعکس یورپ اس توحید خالص اور واضح عقیدہ کے دین (اسلام) سے محروم رہا، جو اپنی وضاحت اور عملیت، سعی وعمل اور خود اعتمادی میں ممتاز ہے، جس کے نزدیک ایک فرد کے عمل کی بڑی قیمت ہے، جو دنیا وآخرت دونوں جگہ اعمال کے نتائج واثرات پر ایمان رکھتا ہے، اور اس دنیا کو آخرت تک پہونچنے کا ایک پل سمجھتا ہے، جو انسان میں مردانگی، اولوالعزمی، عالی ہمتی اور بلند نظری کے اوصاف پیدا کرنا چاہتا ہے وہ اس پیغام کے داعی سے بالکل الگ رہا جس کے متعلق قرآن کے معجزانہ اور بلیغ الفاظ یہ ہیں :۔

www.abulhasanalinadwi.org

الرَّسُولَ النَّبِیَّ الاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْباً عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرَاتِ وَالاِنْجِیْلِ یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَاھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبَاتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبَآئِثَ وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالاَغْلَالَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ. (الاعراف. ۱۵۷) جو رسول کی پیروی کریں گے، جو نبی امی ہوگا اسکے ظہور کی خبر اپنے یہاں تورات اور انجیل میں لکھی پائیں گے، وہ انہیں نیکی کا حکم دیگا، برائی سے روکے گا، پسندیدہ چیزیں حلال کریگا، گندی چیزیں حرام ٹھہرائے گا، اس بوجھ سے نجات دلائے گا جس کے تلے دبے ہوں گے، ان پھندوں سے نکالے گا جن میں گرفتار ہوں گے۔

اسلام کی غلط تصویر کے بعض اسباب

اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے یورپ کو متوحش، بدظن اور دور کرنے میں صلیبی جنگوں، اہل کلیسا، مسیحیت کے مبلغین اور یورپ کے ان مصنفین کا بہت بڑا ہاتھ ہے، جو علمی اور عقلی رجحان کے حامی نہ تھے، انہوں نے اس دین اور اس کے عظیم پیغمبر کی بہت خوفناک اور کریہہ تصویر پیش کی، اور یورپ میں پیغمبر اسلام کے متعلق طرح طرح کے من گڑھت کہانیاں اور بے سروپا داستانیں مشہور ہوگئیں، ان کے گرد مختلف کہانیوں، مثالوں اور کہاوتوں کا ایک سیاہ ہالہ قائم ہوگیا، جس نے یورپ کو ان کی محبت اور ان کی عظمت کے اعتراف سے باز۔۔۔رکھا، آج بھی اس کے نمونے ان کتابوں میں دیکھے جاسکتے ہیں، جو قرونِ وسطیٰ اور اس کے بہت بعد تک لکھی جاتی رہیں، اور آج بھی بہت سے پرجوش مغربی مصنفین اسی بات کو دہراتے اور نئے نئے زاویے پیش کرتے رہتے ہیں۔

اس کے علاوہ ان کا بہت بڑا سبب اور تھا، اور وہ یہ کہ یورپ اس دین کو

www.abulhasanalinadwi.org

ترکوں کے واسطے سے دیکھنے کا عادی رہا، جب وہ اس پر غور کرتا، یا اس کا تصور کرتا، تو اس کے سامنے عثمانی ترک کھڑے ہو جاتے، جو یورپ کے براعظم میں اسلام کے تنہا سرکاری نمائندہ سمجھے جاتے تھے، وہ آزادانہ نگاہ سے اسلام کو نہیں دیکھتا تھا، بلکہ عثمانیوں کے مذہب کی حیثیت سے اس پر غور کرتا تھا، جو اس پر اکثر حملہ کرتے رہتے تھے، اور اس کے بہت سے حصوں پر قبضہ بھی کر لیتے تھے، جو کبھی کبھی غلطیاں بھی کرتے تھے، اور کبھی ان سے تشدد اور سختی کا مظاہرہ بھی ہوتا تھا، یہ ساری باتیں اسلام کے صحیح اور پاکیزہ فہم سے مانع رہیں، جو آزاد غور فکر اور براہ راست مطالعہ پر مبنی ہوتا۔

اسلام سے دوری اور زندگی پر اسکے نتائج واثرات

اسلام سے یورپ کے بُعد کا انسانی سوسائٹی کی تاریخ اور تہذیب وترقی کی رفتار پر بہت گہرا اور دوررس اثر پڑا، اگر یورپ یا اس کی کسی بڑی قوم نے اسلام کو اختیار کیا ہوتا اور اس دعوت کی علمبردار ہوتی، تو نہ صرف یورپ بلکہ پوری دنیا کا نقشہ ہی دوسرا ہوتا، زندگی اس طرح بے معنی اور بے مقصد نہ ہوتی، دین واخلاق اس طرح بے دست وپا اور بے اثر نہ ہوتے، انسانی تہذیب کا رخ تباہی وبربادی کی طرف نہ ہوتا، اور مشرق محض استحصال اور جبر واستعمال کی آماجگاہ نہ ہوتا جیسا آج ہے۔

دنیا کا عظیم خلاء

دنیا میں ایک ایسا عظیم خلا ہے، جو صدیوں سے پُر نہیں کیا جا سکا وہ ایک ایسی قوم کا فقدان ہے، جو اپنے ایمان وعقیدہ اور اپنے اخلاق ومعاملات ہر چیز کے لحاظ سے طاقتور ہو، جو صحیح دینی دعوت اور اس آخری آسمانی پیغام کی حامل ہو جو زندگی

www.abulhasanalinadwi.org

کے مسائل کا سامنا کرتا ہے۔ اس سے گھبراتا نہیں، قافلۂ انسانی کی رہنمائی کرتا ہے، اس سے بچھڑتا نہیں، ایسی قوم جو عصری ثقافت میں ممتاز، عبقریت اور تخلیقی صلاحیت کی حامل، زندگی و نشاط سے لبریز اور مجسم جہد و عمل ہو، یہ وہ مطلوب قوم ہے، جو دنیا کو شر سے خیر کی طرف تخریب سے تعمیر کی طرف اور فساد سے اصلاح کی طرف پھیر سکتی ہے۔

ترکوں میں جن کی قیادت آل عثمان کر رہے تھے، (پندرھویں صدی عیسوی میں) اس کی صلاحیت تھی کہ عالمی قیادت کے اس خلا کو پُر کر سکیں، جو طویل عرصے سے چلا آرہا تھا، انہوں نے مشرق میں قیادت کے اس خلا کو پُر کیا، عالم اسلام کی قیادت کی اور اس کو ایک نئی زندگی اور نئی قوت عطا کی، لیکن بہت سے اسباب کی بنا پر مثلاً جدید علوم، جدید تنظیم اور ترقیات و ایجادات کے شعبے میں ان کی پسماندگی، مغربی قوموں کی ان پر یورش اور جنگوں کے لامتناہی سلسلہ۔۔۔ کی وجہ سے وہ مغرب کی قیادت نہ کر سکے اور اس نشاۃ ثانیہ کی سربراہی نہ کر سکے جو یورپ میں طوفان کی طرح بڑھ رہی تھی، اور ایک نیا عہد وجود میں آرہا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قافلہ سے بچھڑ گئے، یہ خلا ان کے بعد آج بھی باقی ہے، اور وہ کسی ایسی مغربی یا مشرقی قوم کا منتظر ہے، جو ایمان اور علم کی قوت، روح اور مادہ کی قوت، آسمانی پیغام کی ابدیت اور اس کی ازلی حقیقت، علم کی جدت اور عقل کی ترقی پذیری، جدید وسائل کے انبار اور صالح مقاصد کی دولت کو باہم جمع کر سکے، وہ مقاصد جو آسمانی مذاہب عطا کرتے ہیں، اور آخری آسمانی مذہب اسلام اس کا سب سے مکمل اور جامع نمائندہ ہے، وہی اس دنیا کی اصلی قائد اور رہنما ہے، جو اس خلا کو پر کر سکے، تاریخ کے دھارے کو موڑ سکے، اور زمانے کو ایک نیا راستہ اور نئی سمت اختیار کرنے پر مجبور

www.abulhasanalinadwi.org

کر سکے، اور اس جی چھوڑتی، آمادہ خودکشی دنیا کو زندگی کی ایک نئی قسط عطا کر سکے، اور اس کو موت کے اس غار سے بچا سکے، جس کی طرف وہ ایٹمی سرعت اور راکٹ کی رفتار سے بڑھ رہی ہے۔

نئے انقلاب کی ضرورت

اس کے لئے ایک جرأت مندانہ بغاوت کی ضرورت ہے، ایک ایسے انقلاب کی ضرورت ہے، جو ان تمام انقلابات سے بڑھ جائے.............. جو آزادی وترقی کے علمبرداروں نے ماضی یا حال میں کئے تھے، اس کے لئے پوری قوم کے انقلاب اور تغیر حال کی ضرورت ہے، ایک ایسی جست یا چھلانگ کی ضرورت ہے جس میں خاصا خطرہ ہو، قربانی ہو، جست ایک زندگی سے دوسری زندگی کی طرف، ایک نظام سے دوسرے نظام کی طرف، ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف، یہ جست تجھ کو وہ قیادت وزعامت، وہ عزت واحترام وہ اثر ورسوخ وہ ہیبت ورعب، اور وہ سکون واطمینان اور روحانی آسودگی وخوش حالی عطا کر سکتی ہے جس کا خواب بھی تیرے ان خطر پسندوں، جواں مردوں اور جنگجو رہنماؤں نے نہ دیکھا ہوگا، جنہوں نے تجھکو دو ہولناک جنگوں کی آگ میں ڈھکیل دیا تھا۔

اس جست سے تو مادی قوت، سیاسی اقتدار اور انسانیت کی صحیح رہنمائی اور صحیح نمونہ دونوں چیزوں کی جامع اور اللہ تعالیٰ کے ان ارشاد کی مصداق ہو سکتی ہے۔

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ. (القصص. ۵) اور ہم چاہتے ہیں کہ اپنا خاص فضل کریں ان بندوں پر جو ہماری زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں، اور ہم ان کو سربراہ بنائیں

اور انہیں کو زمین کا وارث بنادیں۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ. (السجدہ. ۲۴) اور ہم نے بنادیا ان کو پیشرو کہ وہ رہنمائی کریں ہمارے حکم سے جب کہ انہوں نے صبر و ثبات کا ثبوت دیا، اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔

(عربی سے اردو ترجمہ۔ مولانا محمد الحسنیؒ مرحوم)

☆☆☆☆

☆☆☆

سُنی نہ مصر و فلسطیں میں وہ اذاں میں نے
دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشۂ سیماب
وہ سجدہ، روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اُسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

(اقبالؔ)

خطبات مفکر اسلام
(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

جلد سوم
کی
جھلکیاں

☆ قرآنی مطالعہ اور اسکے آداب۔
☆ خلفائے اربعہ کی ترتیبِ خلافت میں قدرت و حکمت الٰہی کی کامرانی۔
☆ امت مسلمہ کی دوہری ذمہ داری۔
☆ عصری تعلیم حاصل کرنے والے مسلم نوجوانوں سے خطاب۔
☆ زمانہ کا دامن پھیلتا اور سمٹتا رہتا ہے، آج ہمیں پہلے سے کہیں زیادہ محنت، تیاری اور سرمایۂ علم کی ضرورت ہے۔
☆ موجودہ دور کے بے چین ذہنوں کو مطمئن کرنا علماء کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔
☆ اخلاص اور اختصاص، یہ دو چیزیں انسان کو کامل بنانے کے لئے کافی ہیں۔
☆ پاکیزہ ذوق، علم و مطالعہ کی کنجی ہے۔
☆ یوروپ، امریکہ اور اسرائیل، ایک اظہار حقیقت، انکشاف اور تنبیہ
☆ نسلِ نو کے ایمان و عقیدہ کی فکر کیجئے!
☆ محبت اور سچی روحانیت کی فتح۔
☆ مدرسہ کیا ہے؟

نوٹ:۔ ان عنوانات کے تحت خطبات کے علاوہ دیگر بہت سے شاہکار خطبات اس حصہ میں شامل ہیں۔

ملنے کا پتہ:۔

مکتبہ ایوب کاکوری۔ لکھنئو ۲۲۷۰۱۷

خطباتِ مفکر اسلام کی جمع وترتیب اور اشاعت کے ساتھ ساتھ

ہمارا اگلا پروگرام۔

مقالاتِ مفکرِ اسلام

(حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی)

کی

کئی جلدوں میں اشاعت ہے، آپ اپنا تعاون پیش کریں۔ اور ہم سے رابطہ قائم کریں۔ مقالات مفکرِ اسلام کی کتابت کا کام تیزی سے جاری ہے۔

رابطہ اور خط وکتابت درج ذیل پتہ پر کریں۔

(۱) دار القلم ڈھاکہ، کاکوری، لکھنئو ۲۲۷۱۰۷

(۲) مکتبہ ایوب کاکوری۔ لکھنئو ۲۲۷۱۰۷

www.abulhasanalinadwi.org

ہماری مطبوعات

﴿از قلم حضرت مولانا محمد کاظم صاحب ندوی﴾

تقریر سیکھنے اور سکھانیوالی کتابیں

تقریر کیسے کریں؟ ۵ حصے ☆تبلیغی واصلاحی تقریریں
☆ آسان تقریریں ۳ حصے☆ جدید معیاری تقریریں ۴ حصے
☆بے نظیر تقریریں ☆جدید دینی تقریریں ۳ حصے
☆الخطب الدینیۃ الجدیدۃ دو حصے (عربی) ☆کیف تکون خطیبا دو حصے (عربی)
☆کُنْ خطیباً ☆ مولانا محمد علی جوہر کی آخری فکر انگیز تقریر،
☆خطباتِ مفکر اسلام

☆مصنف کی دیگر دینی واصلاحی کتب☆

نماز کیسے پڑھیں؟ اردو ہندی (یہ دونوں کتابیں پاکٹ سائز میں بھی دستیاب ہیں
عورت اسلام سے پہلے اور اسلام میں (ایک تقابلی مطالعہ)
سیرت حضرت مخدوم شاہ میناؒ لکھنوی (مجلد و غیر مجلد)

اسلام کے چار رکن	روزہ کی شرعی حیثیت	داڑھی کی حقیقت
تعارف کلمۂ طیبہ	حج کی شرعی حیثیت	حقوق والدین
نماز کی شرعی حیثیت	پڑوسی کے حقوق	حقوق زوجین
زکوۃ کی شرعی حیثیت	دس جنتی	آداب السلام
اسلامی مساوات	رسول اکرم ہجرت سے پہلے اور بعد ہادیٔ اعظم	
مساجد اور اسلام	یہ تھیں امت مسلمہ کی مائیں	مقالاتِ مفکرِ اسلام

(نعتیہ مجموعے) فردوس، زمزمۂ نعت، عقیدت کے پھول

مکتبہ ایوّب کاکوری، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۷

www.abulhasanalinadwi.org